مثنوی

بہرام و گل اندام

طبعی گولکنڈوی

مرتبہ

ڈاکٹر نورالسعید اختر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک۔ ا، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066

مثنوی
بہرام و گل اندام

طبعی گولکنڈوی

مرتبہ

ڈاکٹر نورالسعید اختر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک۔۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066

Masnavi Behram Va Gulandam

Compiled By : N. Saeed Akhtar

سنہ اشاعت : جولائی، ستمبر 1999 شک 1921

پہلا اڈیشن : 1100

قیمت : -/66

سلسلۂ مطبوعات : 828

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔1، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔110066

طابع : جے۔کے۔ آفسیٹ پرنٹرس، جامع مسجد، دہلی۔110006

پیش لفظ

"ابتدا میں لفظ تھا۔ اور لفظ ہی خدا ہے"

پہلے جمادات تھے۔ ان میں نمو پیدا ہوئی تو نباتات آئے۔ نباتات میں جبلت پیدا ہوئی تو حیوانات پیدا ہوئے۔ ان میں شعور پیدا ہوا تو بنی نوع انسان کا وجود ہوا۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ کائنات میں جو سب سے اچھا ہے اس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

انسان اور حیوان میں صرف نطق اور شعور کا فرق ہے۔ یہ شعور ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر جائے تو پھر ذہنی ترقی، روحانی ترقی اور انسان کی ترقی رک جائے۔ تحریر کی ایجاد سے پہلے انسان کو ہر بات یاد رکھنا پڑتی تھی، علم سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو پہنچتا تھا، بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا تھا۔ تحریر سے لفظ اور علم کی عمر میں اضافہ ہوا۔ زیادہ لوگ اس میں شریک ہوئے اور انھوں نے نہ صرف علم حاصل کیا بلکہ اس کے ذخیرے میں اضافہ بھی کیا۔

لفظ حقیقت اور صداقت کے اظہار کے لیے تھا، اس لیے مقدس تھا۔ لکھے ہوئے لفظ کی، اور اس کی وجہ سے قلم اور کاغذ کی تقدیس ہوئی۔ بولا ہوا لفظ، آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوا تو علم و دانش کے خزانے محفوظ ہو گئے۔ جو کچھ نہ لکھا جا سکا، وہ بالآخر ضائع ہو گیا۔

پہلے کتابیں ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں اور علم سے صرف کچھ لوگوں کے ذہن ہی سیراب ہوتے تھے۔ علم حاصل کرنے کے لیے دور دور کا سفر کرنا پڑتا تھا، جہاں کتب خانے ہوں اور ان کا درس دینے والے عالم ہوں۔ چھاپہ خانے کی ایجاد کے بعد علم کے پھیلاؤ میں وسعت آئی کیونکہ وہ کتابیں جو نادر تھیں اور وہ کتابیں جو مفید تھیں آسانی سے فراہم ہوئیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اچھی کتابیں، کم سے کم قیمت پر مہیا کرنا ہے تاکہ اردو کا دائرہ نہ صرف وسیع ہو بلکہ سارے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی اس زبان کی ضرورتیں پوری کی جائیں اور نصابی اور غیر نصابی کتابیں آسانی سے مناسب قیمت پر سب تک پہنچیں۔ زبان صرف ادب نہیں، سماجی اور طبعی علوم کی کتابوں کی اہمیت ادبی کتابوں سے کم نہیں، کیونکہ ادب زندگی کا آئینہ ہے، زندگی سماج سے جڑی ہوئی ہے اور سماجی ارتقاء اور ذہنِ انسانی کی نشوونما طبعی، انسانی علوم اور ٹکنالوجی کے بغیر ممکن نہیں۔

اب تک بیورو نے اور اب تشکیل کے بعد قومی اردو کونسل نے مختلف علوم اور فنون کی کتابیں شائع کی ہیں اور ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے یہ اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔ میں ماہرین سے یہ گذارش بھی کروں گا کہ اگر کوئی بات ان کو نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں نظرِ ثانی کے وقت خامی دور کر دی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائریکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فہرست

قطب شاہی دور میں دکنی اُردو

۱۵۱۸ء میں بہمنی سلطنت کے ناتواں بادشاہ نے دم توڑا اور اس کے دکنی صوبہ دار قطب الملک سلطان قلی نے دیگر صوبہ داروں کی طرح اپنی مختاری کے اعلان کے ساتھ گولکنڈہ کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ اس شاندار حکومت کا پرچم مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتحِ دکن یعنی ۱۶۸۷ء تک لہراتا رہا۔ قطب شاہوں نے تقریباً پونے دو سو سال تک دکن پر حکومت کی۔ قطب شاہوں نے حکومت کی توسیع اور شاہی فتوحات کے علاوہ فنون لطیفہ اور شعر وادب کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس معاملے میں دو قطب شاہی حکمرانوں کو خاص فوقیت حاصل ہے۔ محمد قلی قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں امن وامان تھا۔ شعر وادب کی محفلوں سے اِن کے دربار میں رونق تھی۔ ان کی معارف پروری کا شہرہ عام تھا۔ یہ بادشاہ نہ صرف دوربیں، رعایا نواز، علم پرور تھے بلکہ انھوں نے علم وفن کے ہر شعبے میں ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔ ان بادشاہوں کی ادبی کارگذاریوں کو اردو کی ادبی تاریخوں میں بہت سراہا گیا ہے۔

قطب شاہی سلاطین فارسی کے دلدادہ تھے مگر انھوں نے قدیم اُردو (دکنی) کو پروان چڑھانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ محمد قلی قطب شاہ کی رنگین بیانی اور خوش نوائی نے "پیا باج پیالا پیا جائے نا" کو زبان زدِ خاص وعام بنایا۔ عبداللہ قطب شاہ کی ادبی نوازشوں اور فلاحی کاموں سے عصری تاریخیں مملو ہیں۔

قطب شاہی عہد کے ابتدائی دور میں بیدر کے شعراء کو اہمیت حاصل تھی۔ ابراہیم قطب شاہ کے دور میں فیروزؔ، محمودؔ اور ملاّ خیالیؔ کا طوطی بولتا رہا۔ قطب شاہی ایوان اِن خوش نوا شاعروں کی نوا سنجیوں سے ایک مدت تک گونجتے رہے۔ علمی وادبی حلقوں میں اِن کی پذیرائی ہوتی رہی۔ فیروزؔ بیدری کو استادی کا فخر حاصل رہا۔ ان کے تلامذہ میں نامی گرامی شعراء تھے۔ محمد قلی قطب شاہ، ملاّ اسداللہ وجہیؔ اور ابنِ نشاطیؔ کو یہ افتخار حاصل رہا ہے۔ افسوس ہے کہ دکنی کے قدیم شعراء کا بیشتر کلام ضائع ہوگیا ہے لیکن جو کچھ دستیاب ہے اس کی بنا پر قطب شاہوں نے دبستانِ گولکنڈہ کی نیو ڈالی اور اس کی سرپرستی میں کوشاں رہے۔ اِن بنیادگذاروں میں، بادشاہ بذاتِ خود، ملک الشعراء اور

دیگر قد آور ادبی شخصیتیں شامل ہیں جن کی تاریخ اردو ادب میں حیثیت اور اہمیت مسلّمہ ہے

قدیم اُردو کے بام و در سجانے میں مُلاّ اسداللہ وجہی کا نام سرِ فہرست ہے۔ اِن کی دکنی تصانیف قطب مشتری، سب رس اور تاج الحقائق ہمارے سامنے ہیں حالانکہ بادشاہِ وقت (قلی قطب شاہ) اپنے عاشقانہ مزاج اور رعایا پروری کی خاطر دیسی زبان یعنی دکنی میں بھی شاعری کرتا تھا۔ اسی لیئے اسے دکنی اُردو کا صاحبِ طرز ادیب اور صاحبِ دیوان شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سیاسی اور سماجی آسودگی نے دکنی شعراء کے لئے ایک پُرفضا ادبی ماحول پیدا کیا جس کے نتیجہ میں بہتر سے بہتر ادبی شہ پارے منظرِ عام پر آئے۔ اصنافِ سخن کے مختلف ابواب میں ترقی کے آثار نمو پانے لگے۔ غزل کے میدان میں وسعت پیدا ہوئی۔ جذبات سے لبریز مثنویاں وجود میں آئیں۔ یہ مثنویاں قطب شاہی معاشرت کی عکاسی بھی کرتی ہیں۔ الغرض اس معارف پرور، ادیب اور ادب نواز بادشاہ نے گلستانِ شعر و سخن کو رشکِ جناں بنا دیا تھا۔

محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد شعر و ادب کی شمع کو عبداللہ قطب شاہ نے نئی آب و تاب کے ساتھ روشن کیا۔ ۱۰۲۳ھ سے لے کر ۱۰۸۳ھ تک اس شمع کی نورانی اور خیرہ کن روشنی قطب شاہی سلطنت کے کونے کونے میں پھیلتی رہی۔ اسی زمانے میں ملک الشعراء غوّاصی جیسا عظیم المرتبت شاعر ایک منفرد لہجہ و آہنگ کے ساتھ قطب شاہی دربار میں آیا۔ غوّاصی کے پیشِ نظر قلی قطب شاہ اور ملاّ وجہی کی متعین کردہ راہیں تھیں۔ لہٰذا غوّاصی نے ادبی شاہراہ کی روشوں کو نئے اور انوکھے انداز میں آراستہ کیا۔ اس کی بار آور کوششوں سے دبستانِ دکن، دکنی ادب کے مختلف گلدستوں سے لہک اور مہک گیا۔ بیان کی سادگی، انسانی جذبات کی مرقع کشی اور حقیقت نگاری کی وجہ سے غوّاصی کی مثنویاں مقبول ہوئیں۔ محمد مظہر الدین ابنِ نشاطی نے مثنوی "پھولبن" (۱۹۵۵ء) کے ساتھ ادب کے اسٹیج پر قدم رکھا۔ یہ مثنوی ہر لحاظ سے قابلِ ستائش ہے اور اسے دکنی ادب کا شاہکار تصور کیا جاتا ہے۔ ادبی نقطۂ نظر سے یہ مثنوی دبستانِ دکن (بیجاپور) میں ایک روشن مینار کی طرح ہے۔

اس کے علاوہ بھی دکنی ادب کو فروغ دینے والے متعدد شعراء اور نثر نگار گذرے ہیں۔ جن کے شاہکار آج بھی ہماری توجّہ کے محتاج ہیں۔ مثنوی نگار شعراء میں احمد گجراتی (یوسف زلیخا)، محمد بن احمد عاجز (یوسف زلیخا)، امین و دولت شاہ (دولت (مثنوی بہرام گور و بانوئے حسن)

احمد جنیدی (ماہ پیکر)، ملک خشنود (جنت سنگھار)، فائز (رضوان شاہ و روح افزا) وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

قطب شاہی عہد کے آخری لمحوں میں یعنی ابوالحسن تاناشاہ کے زمانے میں دبستان دکن میں آخری مثنوی کا اضافہ طبعی گولکنڈوی نے کیا۔ یہ مثنوی "بہرام و گل اندام" کے نام سے مشہور ہے۔ اس مثنوی کا مفصّل تعارف آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

طبعیؔ گولکنڈوی: ثم حیدرآبادی

حیات:

طبعیؔ دکنی اردو کے دبستانِ گولکنڈہ کا آخری روشن ستارہ ہے جس کے فن کی تابندگی سے دکنی اُردو کی نئی روشیں فروزاں ہیں۔ طبعی کی حیات کے سلسلے میں ہماری معلومات نہایت محدود ہیں۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ طبعیؔ نے ملا وجہیؔ اور غواصیؔ جیسے بلند پایہ شاعروں کو قطب شاہوں کے یہاں پروان چڑھتے دیکھا۔ بادشاہوں کی علم پروری اور شعرا کی دربار داری دیکھی۔ وجہیؔ کا عروج و زوال دیکھا۔ غواصیؔ کے زورِ بیان اور رفعتِ تخیل سے آگاہ ہوا دیگر دکنی شہ پاروں سے فیضیاب ہوا۔ محمد قلی قطب شاہ (۹۷۳ھ تا ۱۰۲۰ھ) کی رنگین مزاجیاں اور عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ) کی جلوہ طرازیاں دیکھیں۔ ان اساتذہ کی موجودگی میں اس کی شعری کاوشیں خاطر خواہ بارآور نہ ہوئیں۔ مؤرخوں اور تذکرہ نویسوں نے بھی اُسے قابلِ اعتنا نہیں سمجھا۔ ہم عصر شعراء نے اس کا کہیں حوالہ پیش نہیں کیا۔ لہٰذا دکنی ادب کا یہ کوہِ نور گولکنڈہ کی کان میں ایک مدّت تک ناقدری اور چشم پوشی کے سنگریزوں میں دبا رہا۔

والیٔ گولکنڈہ عبداللہ قطب شاہ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ وہ حضرت شاہ راجو قتّال متوفی ۱۰۹۲ھ کا مرید تھا اور ان کی ایماء پر اس نے اپنی لڑکی ابوالحسن تاناشاہ سے بیاہ دی تھی۔ ۱۰۸۳ھ میں عبداللہ قطب شاہ کی آنکھیں بند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی قطب شاہی خاندان کی متزلزل سلطنت کی باگ ڈور حضرت شاہ راجو قتّال کے فیضان سے ابوالحسن تاناشاہ کے ہاتھوں میں آئی لیکن اس وقت تک قطب شاہی قلعوں اور محلوں کی دیواروں پر بربادی کی کائی جم چکی تھی۔ محرابوں اور روشندانوں میں ابابیلوں اور چمگادڑوں نے گھونسلے بنائے تھے۔ مغلیہ تاجدار اورنگ زیب عالمگیر کو فتحِ دکن کے خواب سونے نہیں دیتے تھے۔ ان ناسازگار حالات میں بھی دبستانِ

گولکنڈہ کے ایوانوں میں ایک خوش گفتار اور خوش الحان طوطی کی چہکار گونج رہی تھی۔
یہ امر بدیہی ہے کہ دکنی اردو کے اساتذہ، قلی قطب شاہ، وجہیؔ، غواصیؔ، مقیمیؔ، حسن شوقیؔ، امینؔ و دولتؔ، خوشنودؔ، نصرتیؔ اور ابنِ نشاطیؔ کے سایۂ عاطفت میں طبعیؔ کی شاعری پروان چڑھی۔ طبعیؔ نے یقیناً ان کے کلام سے استفادہ کیا، طرزِ ادا کے تیور سیکھے، اندازِ بیان کی شراب کشید کی، یہی وجہ ہے کہ طبعیؔ کے کلام میں اقتدارِ پارینہ کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ نہایت رواں دواں اشعار اور پھڑکتے ہوئے مصرعوں کی بے ساختگی قاری کے دل میں کھب جاتی ہے۔ یہ خصوصیات طبعیؔ کی علمی بصیرت اور ادبی فضیلت کو اجاگر کرتی ہیں۔ کبھی کبھی اس کے اندازِ بیان کی لچکدار روانی، برق رو کی طرح اسے اپنے وقت سے سو برس آگے پہنچا دیتی ہے۔ اس کا صاف ستھرا اور سجیلا طرزِ بیان، اشعار میں الفاظ کی بجائے جھلملاتے موتیوں کے انبار لگا دیتا ہے۔ گو کہ اسے اساتذۂ سخن کے سامنے اپنی افتادِ طبع کی شمع روشن کرنے کا موقع ہاتھ نہ آیا اس کے باوجود بھی طبعیؔ گوشۂ گمنامی میں سنورتا رہا۔ اور اپنی شاعری کو معروف شعرائے کرام کے فن پاروں سے جِلا دیتا رہا۔

طبعیؔ کے حالات اور کوائف سے ہم پوری طرح باخبر نہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ اس کے پورے نام سے بھی آج تک واقفیت نہیں ہو سکی۔ طبعیؔ نے اپنی ذات سے متعلق ساری مثنوی میں صرف ایک داخلی اشارہ چھوڑا ہے۔ جس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ طبعیؔ حیدرآباد (گولکنڈہ) کا زائیدہ ہے۔ ۵

در مدح بادشاہ:- تیرے شہر کا شاہ ہوں زایدا
ولے بخت نیں مج کوں کیا فائدا

طبعیؔ کے مزید تعارف میں ڈاکٹر جمیل جالبیؔ کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"اس دور کے شاعروں میں طبعیؔ سب سے زیادہ قابلِ توجہ ہے۔ جس نے مذاقِ زمانہ کے مطابق اگرچہ غزلیں بھی لکھیں لیکن اس کا اصل کارنامہ مثنوی "بہرام و گل اندام" ہے۔ طبعیؔ ابوالحسن تانا شاہ کا پیر بھائی تھا۔ اس مثنوی میں اس نے اپنے مرشد شاہ راجو اور بادشاہ وقت ابوالحسن دونوں کی مدح میں اشعار لکھے ہیں۔ "بہرام و گل اندام" ۱۳۴۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ ۴۰ دن کے عرصہ میں ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ابوالحسن کی تخت نشینی کا سال ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء ہے اور اس مثنوی میں ابوالحسن کو

شاہِ دکن کہا گیا ہے۔ ؎

شہ بوالحسن سچ توں شاہِ دکن
تجے شاہ راجو مدد بوالحسن

ہو سکتا ہے کہ ۱۰۸۳ھ م ۱۶۷۲ء میں جب ابوالحسن تاناشاہ تخت نشین ہوا تو طبعیؔ نے مدح کے اشعار کا اضافہ کر کے مثنوی کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا ہو۔ یا پھر شاہ راجو کی پیشین گوئی کے پیشِ نظر کہ" ابوالحسن بادشاہ ہوگا ۱۰۸۱ھ م ۱۶۷۰ء میں جب مثنوی لکھی تو اسے شاہ دکن کہہ کر ہی مخاطب کیا ہو"۔ [1]

طبعیؔ کا مسلک :۔

طبعیؔ عقیدہ کے اعتبار سے مذہبِ امامیہ کا پیرو ہے۔ طبعیؔ نے حضرت علیؓ کی منقبت میں دس اشعار کہے ہیں جس سے اُس کے عقیدے کی پوری وضاحت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ کیجیے :۔

علی باولی توں ہے شیرِ خدا
کہ تج پر رتی ہے جیو میرا فدا
غلط نیں سچا توں علی باولی
تیری شان میں ہے یو نادِ علی

مدد ہو ہر یک کام میں توں مجے
کہ میں پیر کر جانتا ہوں تجے
تیری مدح بن کچھ نہ دھرتا ہے کام
یو طبعیؔ ہے بن دام تیرا غلام

تصانیف : طبعیؔ کی یادگار کے طور پر صرف اس کی مثنوی "بہرام و گل اندام" باقی ہے۔ ممکن ہے اس کی ادبی کاوشیں اور بھی ہوں جو دستبردِ زمانہ کا شکار ہو گئی ہوں۔ مثنوی بہرام و گل اندام ، کے متن میں چند غزلیں بھی دستیاب ہوتی ہیں جن سے طبعیؔ کی غزل گوئی کا اندازہ

---

[1] تاریخ اردو ادب۔ جلد اوّل۔ جمیل جالبی، ص۴۰۵

ہوتا ہے اور یہ گمان ہوتا ہے کہ طبعیؔ کا دیوان بھی ضرور ہوگا۔ مثنوی کے رواں دواں تخلیقی اشعار ہمارے قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ زمانے نے طبعیؔ کے دیگر ادبی کارناموں کا نام و نشان مٹا دیا۔

مثنوی بہرام و گل اندام: اس مثنوی کا نام اہم کرداروں کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ طبعیؔ نے مثنوی کے ابتدائی اشعار میں مشہور زمانہ عاشقوں کے نام گنوائے ہیں۔ "بہرام و گل اندام" کا تذکرہ بھی اُسی باب میں ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

توں بہرام ہے توں گل اندام توں
توں جمشید اپی ہور ہے جام توں

خدائے سخن نظامیؔ گنجوی اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ کی پیروی میں دکنی اردو کے شعرائے مثنویاں تحریر کر دی تھیں۔ طبعیؔ نے امین سبزواری کے اچھوتے قصے کو موضوع بنایا اور دکنی ادب میں ایک بیش بہا اضافہ کیا۔ طبعیؔ نے یہ مثنوی صرف چالیس۴۰ دن میں مکمل کی تھی ۔

کیا ہوں میں چالیس۴۰ دن میں کتاب بہوت فکر کر رات دن بے حساب

مثنوی بہرام و گل اندام کا سن تصنیف :-

اس مثنوی کے اب تک صرف دو۲ قلمی نسخوں کا پتہ چلا ہے۔ نسخہ الف میں سنہ تصنیف ۱۰۸۱ھ اور نسخہ "ب" میں سن تصنیف ۱۰۸۳ھ درج ہے:-

ملاحظہ کیجئے :-

(۱) نسخۂ الف: اتھا سال تاریخ کا خوب نیک
سنہ ایک ہزار و ہشتاد ایک[۱] ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء

(۲) نسخۂ ب: اتھا سال تاریخ کا خوب نیک
سنے یک ہزار و ہشتاد و تین[۲] ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء

۱ھ برٹش میوزیم کیٹلاگ (ہندوستانی مخطوطات) مرتبہ بلوم ہارٹ نمبر $\frac{1059}{2}$ اڈیشنل۔

۲ھ فہرست مخطوطات آصفیہ جلد اوّل از نصیرالدین ہاشمی ص ۹۹ مخطوطہ نمبر $\frac{4366}{89}$ (A.P.O.L. Hyd) تعداد ۱۳۳۰ بتائی گئی ہے:-

(۳) تاریخ اُردو ادب میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اِس مثنوی کا سنہ تصنیف ۱۶۶۰ء درج کیا ہے جو صحیح نہیں ہے[1] نسخہ "الف" اور "ب" کے درمیان سنہ تصنیف کا فرق دو سال ہے۔ ۱۰۸۱ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ زندہ تھا اور ۱۰۸۳ھ میں اس کی موت واقع ہو چکی تھی۔ راقم کا خیال ہے کہ طبعی نے یہ مثنوی ۱۰۸۱ھ میں مکمل کی اور ابوالحسن تانا شاہ کی تخت نشینی کے بعد ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء میں اس میں مدح کے اشعار کا اضافہ کر دیا۔ ڈاکٹر محی الدین قادری[2] زور، محمد اکبر الدین صدیقی[3] اور ڈاکٹر جمیل جالبی[4] اس سلسلے میں ایک دوسرے کے ہمنوا ہیں۔ راقم بھی اِن صاحبانِ نظر کا معترف ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ کہنا کہ "شاہ راجو کی پیشن گوئی کے پیشِ نظر طبعی کا قبل از وقت مثنوی کا لکھ لینا[5] بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

بہرکیف ابوالحسن تانا شاہ کی تخت نشینی ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء کے وقت "بہرام و گل اندام" لکھی جا چکی تھی۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نظر نہیں آتی۔

تعداد اشعار :۔

مثنوی بہرام و گل اندام کے زیرِ نظر مخطوطات میں اشعار کی تعداد میں اختلاف ہے مخطوطہ (الف) لندن میں مثنوی کے اشعار کی تعداد ۱۳۴۰ اور مخطوطہ "ب" حیدر آباد میں اشعار کی تعداد ۱۳۳۰ بتائی گئی ہے :۔

(۱) مخطوطہ الف : گِنتا سیٹ بیتاں کوں میں رنگ جو دل
(لندن) ہزار اور اہے تین سو پُو چہل (۱۳۴۰)

(۲) مخطوطہ ب :۔ کیا میں یو بیتاں نِو اکر جو سیس
(آصفیہ حیدر آباد) ہزار اور اہے تین سو پر تیس (۱۳۳۰)

---

[1] تاریخ اردو ادب از زور ص۳۹
[2] اُردو شہ پارے از زور ص۱۱۱ تا ۱۱۳
[3] بجھتے چراغ، از محمد اکبر الدین صدیقی۔ ص۱۶
[4] تاریخِ ادبِ اردو از جالبی، جلد اوّل ص۵۰۸ تا ۵۱۰۔
[5] تاریخِ ادبِ اردو، از جالبی۔ ص۵۰۸ تا ۵۱۰۔

(۳) مخطوطہ الف (لندن) میں دستیاب شدہ اشعار کی تعداد صرف ۱۳۱۲ ہے اور اس طرح مخطوطہ "ب" (حیدرآباد) میں صرف ۱۲۸۶ اشعار منقول ہیں۔

(۴) مخطوطہ "الف" (لندن) میں اصل تعداد اشعار سے ۲۷ اشعار کم ہیں اور اس طرح مخطوطہ "ب" میں صحیح تعدادِ اشعار سے ۵۲ اشعار کم ہیں۔

(۵) مخطوطہ "الف" (لندن) میں کچھ اشعار ایسے ہیں جن کا وجود مخطوطہ "ب" (حیدرآباد) میں نہیں ہے۔ مخطوطہ "ب" (حیدرآباد) کی بھی یہی حالت ہے۔

(۶) دونوں مخطوطات کے تصحیحِ متن کے بعد مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۱۳۳۷ ہوگئی ہے۔ جس سے مخطوطہ "الف" لندن میں ظاہر کی گئی تعداد (۱۳۴۰) صحیح معلوم ہوتی ہے۔

(۷) راقم کو رتن پنڈوروی صاحب کی کتاب "ہندی کے مسلمان شعراء"[1] میں اس مثنوی کے مزید ۲ دو اشعار دستیاب ہوئے ہیں۔ جن کا مثنوی کے مرتّبہ متن نمبر شمار ۱۳۳۶ اور ۱۳۳۷ ہے۔ افسوس ہے کہ رتن پنڈوروی صاحب نے ان کے ماخذ کی طرف کوئی نشاندہی نہیں کی ورنہ مثنوی کے تیسرے خطّی نسخے کا سراغ لگ جاتا۔

(۸) مثنوی کے مرتّبہ متن میں صرف ایک شعر کی کمی رہ گئی ہے۔ فی الوقت مثنوی کے مرتبہ متن کی تعداد ۱۳۳۹ ہے۔

(۹) ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ (مرحوم) نے تاریخِ ادبِ اردو میں کسی تسامح کے باعث[2] مثنوی بہرام و گل اندام از طبعیؔ کے اشعار کی تعداد ۲۷۰۰ لکھ دی ہے جو یقیناً کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

(۱۰) مثنوی بہرام و گل اندام از طبعیؔ میں سات اشعار ملّا اسد اللہ وجہی کی قطب مشتری سے ماخوذ ہیں۔ مثنوی کا اصل متن ۱۳۳۲ اشعار پر محیط ہے۔

---

[1] ہندی کے مسلمان شعراء از رتن پنڈوروی ص۱۷۴ : ۱۹۸۲ء

[2] تاریخ ادب اردو از ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ : ص۳۹ : ۱۹۴۴ء

طبعیؔ کے نظریات:

زبان و بیان سے متعلق طبعیؔ کے نظریات نہایت واضح اور صاف ہیں۔ وہ کلام میں "سلاست"، زبان میں "فصاحت"، بیان میں "بلاغت" اور خیالات میں "ملاحت" کا قائل ہے۔ دراصل ایک قادر الکلام شاعر کا ان خصوصیات سے مزین ہونا لازمی ہے۔ طبعیؔ اللہ تبارک تعالیٰ سے اپنے کلام کو ان جملہ صفات سے مزین ہونے اور زینت بخشنے کی استدعا کرتا ہے۔ نیک نیتی انسان کے فعل کو مقبول بنا دیتی ہے۔ لہٰذا طبعیؔ کی مثنوی کا ان خصوصیات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا کہ اس کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں کس حد تک باریاب ہوئی ہیں۔

طبعیؔ کے طبع زاد اشعار اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ اس کی دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی ہے۔ ان اشعار کو ہم ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ زبان و بیان سے متعلق طبعیؔ کا مندرجہ ذیل شعر کس قدر جامع اور مکمل ہے۔ ملاحظہ کریں۔

زباں آشنا کر سلاست سیتی
فصاحت، بلاغت، ملاحت سیتی

طبعیؔ کا تنقیدی نظریہ بھی انفرادی نوعیت کا ہے۔ وہ تنقید برائے تنقید کا قائل نہیں ہے۔ اس کے نزدیک ناقد کا باہنر ہونا لازمی ہے۔ وہ ہر کس و ناکس کی حرف گیری کو معیوب سمجھتا ہے۔ ناقد کے لئے ضروری ہے کہ وہ تنقید کے اصولوں پر حاوی ہو۔ ایسے شخص (ناقد) کی تنقید معیاری اور جامع ہو گی۔ ورنہ بے ہنر بلند پایہ نکات میں خواہ مخواہ عیب جوئی کرے گا۔ چنانچہ بارگاہِ الٰہی میں دستِ دعا دراز کرتے ہوئے طبعیؔ کہتا ہے۔ ؎

الٰہی تو میرے اوپر رحم کر
کہ تا نا چونے عیب ہر بے ہنر

طبعیؔ عیب جو، چور اور غماز سے دور رہنا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ ؎

اوّل یک غلط خواں بد آواز تھی
دوجا عیب جو، چور، غمّاز تھی

حُبِ وطن

طبعیؔ کے چند اشعار اخلاقی شاعری کی بہترین مثالیں ہیں۔ وطن کی محبت سے ہر شخص کا

دل معمور اور سرشار ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ شخص طبعیؔ کے نزدیک مُردے سے بھی بدتر ہے۔
چنانچہ حبِّ وطن سے متعلق طبعیؔ کے جذبات ملاحظہ کیجئے۔

جکوئی یاد کرتا نہیں اپنا وطن
او مُردا ہے بیرن سو اس کا کفن
اگر کوئی غربت میں شاہی کرے
اگر مال ہور ملک لاکھاں دھرے
وطن سب کوں دنیا میں پیارا اہے
سفر ہے سو جوں باد یاراں اہے

انہی خیالات کو امینؔ[1] سبزواری نے یوں ادا کیا ہے۔ ؎

زنی گر بخت بر غربت بر افلاک
ہماں خاکِ وطن جوید دلِ پاک
ہر آں جانی کہ جویائی وطن نیست
یقیں می داں کہ آگاہ از بدن نیست ص ۹۵

طبعیؔ کے فلسفہ کے مطابق دوست اور دوستی نہایت نازک رشتے ہیں۔ دوست کے انتخاب میں چھان بین ضروری ہے۔ چونکہ ہر شخص اس مرتبہ کے لائق نہیں ہوتا۔ لہٰذا طبعیؔ نے ناصحانہ انداز میں کہا ہے کہ ہر کسی کو اپنی مجلس میں راہ نہ دو۔ خاص طور سے جاہلوں کی دوستی سے پرہیز کرو۔ چنانچہ طبعیؔ محتاط ہو کر لکھتا ہے۔ ؎

نکو دے توں مجلس میں ناکس کوں راہ
کہ سہل آدمی تے خدا دے پناہ
ہمیشہ توں مل بیٹ عاقل سیتے
توں اندیشہ کر مرد کامل سیتے

---

[1] امین الدین محمد متخلص بہ "امین" سنجق سبزوار کا باشندہ تھا۔ اس نے اپنے وطن سے دُور شہر فارس کے حاکم شمس الدین محمد کی مدح سرائی کی ہے۔ اس کی مثنوی بہرام وگلندام کے چند نسخے دستیاب ہیں: بحوالہ فہرست مشترک پاکستان: نمبر ۱۷۹۴۔ اس مثنوی کا ایک مخطوطہ راقم کی ملکیت ہے۔

طبعی کی زبانی، بہرام کے باپ کے دیئے ہوئے پند و نصائح ہماری رہبری اور بہتری کے لئے کارآمد ہیں۔ چنانچہ غور و فکر کے بعد یہی مشورے ہماری زندگی کو سنوارتے ہیں۔ اگر ہم ان سے ہٹ کر کوئی قدم آگے بڑھاتے ہیں تو متوقع نتائج برآمد نہیں ہوسکتے۔ ہمیں نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ طبعی عملی زندگی کے اس حصّہ کی توضیح کرتے ہوئے مشورہ دیتا ہے کہ ؎

توں اندیشہ ہر کام میں بھوت کر
کہ اندیشہ ہے بھوت عالی گہر

امین سبزواری اور طبعی کی مثنویوں کا غائر مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ دونوں شیخ سعدی شیرازی کی گلستاں اور بوستاں [1] سے بیحد متاثر ہیں۔ طبعی نے سعدی کی تصانیف کا نہ صرف اپنی مثنوی میں حوالہ دیا ہے بلکہ وہ اپنی ساری داستان کو "گلستاں" اور "بوستاں" سے تشبیہہ دیتا ہے۔

حکایت سنو شوق تے دوستاں
کہ ہے یو گلستان ہور بوستان

ذیل میں طبعی کی مثنوی سے اخلاقی اور نظریاتی اشعار نقل کئے جا رہے ہیں۔ جن سے طبعی کے ذہن و مزاج کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ کر اندیشہ ہر کام میں بے حساب
کہ اندیشہ بن کام ہوتا خراب

۲۔ نہنے آدمی تے توں ہرگز نہ مل
نہ ہنس کر کسے دیک کر کھل کھل

۳۔ ہمیشہ ہنرمند سوں یار ہو
توں صورت تے جاہل کی بیزار ہو

۴۔ ع سخی دونوں عالم میں ہے رُو سفید

۵۔ ع ٹھنڈا کر غصّہ کی تون آنچ کوں

---

[1] مثنوی بہرام و گل اندام - از امین سبزواری، مملوکہ، راقم ص۹۵

گنہ خلق کا کوئی چھپاتا اہے
خدا کوں وہی شخص بھاتا اہے

طبعی اور ملاّ وجہی

سرقہ اور توارد سے متعلق ملاّ وجہی کے مندرجہ ذیل بیانات واضح اور صاف ہیں۔ "قطب مشتری (۱۰۱۸ھ) میں وجہی کے ان بیانات کی نشاندہی ہوتی ہے وجہی کے مطابق نئی بات کہنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ دوسروں کے مضامین اور انداز اختیار کرنے والا چور اور دغا باز ہے۔ بقول وجہی:-

نوا دل تی لیانا ہے مشکل کنا
کہ آسان ہے دیک کر بولنا — ص۱۳۱ قطب مشتری

ہنرونداس کوں کھیا جائے گا
جکوئی اپنے دل تی نوا لیائے گا

فرق ہے اول ہور آخر میں
تفاوت ہے نیر ہور شیر میں

ہنر دیک سکتا ہے اُستاد کا
فہم چور ہے آدمی زاد کا

سخن گو وہی ہے جس کی گفتار تھے
اُچھل گر پڑے آدمی ٹھار تھے[1] — قطب مشتری ص۱۴۱

نکو بول مضمون توں ہور کا
کہ کالا ہے دو جگ میں موں چور کا[2]
جتا چوری کر چور اپے ساؤ ہوئے
دغا باز اچھّے کوں مانے نہ کوئے

---

[1] قطب مشتری از وجہی۔ ص۱۳۱ [2] مثنوی بہرام وگل اندام از طبعی "مُسنیا سوپڑیا خواب ہتی میں اچھل"

چُرا کر چُرایا نہ کئی چور کوئی
یو باتاں سمجھتے سو ہیں ہور کوئی   قطب مشتری ص۱۴۱

وجہیؔ کے مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں طبعیؔ کی مثنوی کا جائزہ لیا جائے تو وجہی کا طبعیؔ کے خواب میں آکر خوش حال ہونا اور اپنی جگہ پر اچھل پڑنا بے محل اور تعجب خیز امر ہے۔ ممکن ہے طبعیؔ نے استہزا پیدا کرنے کے لیئے اور غالباً قارئین کی توجہ حقیقت سے منعطف کرنے کی خاطر ایسا انداز اختیار کیا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ ابوالحسن تاناشاہ سے وہ کسی صلہ کی توقع یا تمنا رکھتا ہو۔ جس کے باعث اس نے سچائی ظاہر نہ کی ہو۔ اور قارئین کو گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ راقم کے نزدیک طبعیؔ کا غیر ذمہ دارانہ انداز سرقہ و توارد سے کم نہیں ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ "مثل ملاں وجہی" کے مندرجہ ذیل اشعار کے مقطع میں تضمین کرکے طبعیؔ نے ہمارے شک و شبہہ کو حقیقت میں بدل دیا ہے۔

—— : مثلِ ملان وجہیؔ علیہ الرحمہ :۔

کتا ہوں[۱] سنو کان دھر لوگ ہو
کہاوت منے بات ہو[۲] آئی سو
اگر شعر خوب[۳] کہہ کر جو لائے
تو خوباں کوں سُن رشک البتہ آئے
یکس[۴] کوں سو یک دیک سکتے نہیں
یکس[۵] سوں یک مان رکتے نہیں
اگر کچھ[۶] کہے تو کدہر کا کدھر
کہے تو کتے ہیں اسے ہیچ کر

---

۱ قطب مشتری از ملا وجہیؔ - مرتبہ مولوی عبدالحق ص۱۵۱ سنہ ۱۹۵۳ء کراچی
۲ جو۔
۳ کوئی کہہ نو اکر
۴ ایس میں اپے دیک
۵ یکس کا
۶ اگر کوچ کا کوچ

اڑانے ملیں اس کوں جوں دھیرتھی
فضیحت کریں یا نولگ سیرتھی

اگر خوب جو بولے تو دوں اہے
اگر جو[1] بُرا بولے تو یوں اہے

طبعیؔ توں[2] یو کام کر اختیار
کہ رہے[3] تا قیامت ترا یادہ گار

طبعیؔ کی تضمین کے اغراض و مقاصد پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اکبرالدّین صدیقی رقمطراز ہیں کہ

"طبعیؔ کو وجہیؔ سے قربِ زمانی حاصل ہے اس لیے اس امر کا یقین ہے کہ طبعیؔ نے وجہیؔ کے جو اشعار اپنی مثنوی میں شریک کیے ہیں۔ وہ تبدیلی یا الحاق و آمیزش سے منزّہ ہیں۔ وجہیؔ نے مثنوی پہلے کہی اور بعد کو بادشاہ کے دربار میں پیش کرنے کا خیال ہوا تو اس کو "اتا قطب شاہ کی مدح" سے بدل دیا۔ اور ایک مدح کا اضافہ کر دیا۔

برٹش میوزیم (لندن) کے نسخہ میں "طبعی" لکھا ہے۔ اس کا کوئی محل نہیں اور پیشِ نظر نسخہ نسبتاً صحیح معلوم ہوتا ہے۔"[4]

راقم الحروف کو دکنی ادب کے اس جیّد عالم اور فقید العصر محقق سے قدرے اختلاف کی جسارت ہے۔ راقم کا ادعا ہے کہ طبعیؔ نے "مثل ملاں وجہیؔ" کے مقطع میں تضمین کی ہے اور اپنے حقیقی و معنوی استاد کے پیرایہ بیان انداز اپنایا ہے۔

دراصل طبعیؔ کی مثنوی، وجہیؔ کی "قطب مشتری" ۱۰۱۸ھ کے ۶۵ سال بعد لکھی گئی۔ لہٰذا اسے قربِ زمانی حاصل نہیں ہے چنانچہ وجہیؔ اور طبعیؔ کے اشعار کا تقابلی مطالعہ خاطر خواہ نتیجہ فراہم نہیں کرسکتا۔ تقریباً نصف صدی سے زائد گذر جانے کے بعد زبان کا کینڈا بدل جاتا

---

[1] دگر جو

[2] اتا قطب کی مدح کر اختیار۔

[3] جو رہے یو قیامت تلک یادگار۔

[4] بجھتے چراغ۔ ڈاکٹر اکبرالدین صدیقی۔ ص۱۱ نومبر ۱۹۷۵ء حیدر آباد۔

ہے۔ دراصل طبعی کی مثنوی کا تقابلی مطالعہ قرب زمانی کی مثنویوں امین و دولت کی بہرام و بانوئے حسن (۱۰۵۰ھ) یا ابن نشاطی کی پھول بن (۱۰۶۶ھ) سے کیا جائے تو لسانی اتار چڑھاؤ اور طرز ادا کی تبدیلیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بقول جمیل جالبی :۔

"طبعی کی مثنوی کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ شعریت اور قصہ کے اتار چڑھاؤ سے اس میں مثنوی کا فن ترقی یافتہ شکل میں نظر آتا ہے۔"[1]

خود طبعی اپنی ترقی یافتہ زبان پر نازاں ہے۔ [2]

لگیا میں جو یو مثنوی بولنے[3]
یو موتیاں نچھل ڈال یوں رولنے

طبعی اپنی مثنوی کو ڈھلے ہوئے چمکدار موتیوں سے تشبیہہ دیتا ہے۔ وہ اس لیے کہ طبعی اپنی ترقی یافتہ زبان پر نازاں ہے۔ اس کی مثنوی میں اِن جواہر کا اضافہ اس کے عمیق و غائر مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ اس نے محمد قلی قطب شاہ (متوفی ۱۰۲۰ھ) سے لے کر ابنِ نشاطی ۱۰۷۶ھ کے شعری و ادبی کارناموں کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ اس نے ایک مدّت تک اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو تجربہ اور مطالعہ کی گلخن میں تپایا تھا۔ اور جب یہ سونا کندن بن گیا تو طبعی نے تخلیقی اضافوں کے ساتھ اس کو دکنی کے آزاد و جزوی ترجمہ کی شکل میں ڈھالا۔ طبعی کی اس جسارت میں اس کے تخیّل کی بلند پروازی اور فطری شاعرانہ صلاحیت کو بڑا دخل ہے۔ بقول ڈاکٹر اکبر الدین صدیقی :۔

"طبعی نے رزم و بزم کے مضامین کے لیے زبان بھی موزوں و مناسب استعمال کی ہے۔"[4]

طبعی نے طرز ادا کی سادگی، صحیح مرقع نگاری، منظر کشی، اور جذبات نگاری کی تمام باریکیوں کا خیال رکھا ہے۔ لہٰذا بقول جمیل الدین جالبی :۔

"اس مثنوی میں قدم قدم پہ ایک اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔ یہ بھی محسوس

---

[1] تاریخ اردو ادب "جلد اوّل" جمیل جالبی ص ۵۰۹ لاہور ۱۹۸۴ء

[2] مثنوی بہرام و گل اندام۔ از طبعی۔ مرتبہ راقم "آغاز داستان سے"۔

[3] نسخہ "ب"۔ یو موتیاں نچھل گیاں کیاں رولنے (واضح مفہوم)

[4] بجھتے چراغ۔ از۔ اکبر الدین صدیقی۔ ص ۱۲۳

ہوتا ہے کہ طبعیؔ دکنی مثنویوں کی روایت سے باخبر تھا"۔ [1]

طبعی کا تخلیقی شعور اور فن

یہ امر بدیہی ہے کہ مثنوی کا آغاز ایران میں ہوا۔ یہ انتہائی عروج کو اسی سرزمین میں پہنچی۔ مثنوی نظم کی وہ صنف ہے جس کی ہر بیت کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ یہ صنف عربی میں موجود نہ تھی۔ اس صنفِ سخن کا دامن نہایت وسیع ہے۔ ایک قافیہ کی پابندی نہ ہونے کے باعث اس میں طوالت کی گنجائش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی میں ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل "شاہ نامۂ فردوسی" دستیاب ہے۔ مثنوی کے مخصوص سات اوزان ہیں۔ جن کا رشتہ ناطہ بھی عجم سے پیوستہ ہے۔

طبعیؔ نے اپنے مزاج کے مطابق نہایت شگفتہ اور مترنّم[2] بحر کا انتخاب کیا۔ تاکہ اپنے قول کے مطابق سلاست، فصاحت، بلاغت اور ملاحت سے اپنی مثنوی کو دلکش اور بے مثال بنا سکے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

زباں آ	شنا کر	سلاست	سیتی
فعولن	فعولن	فعولن	فعل
فصاحت	بلاغت	ملاحت	سیتی
فعولن	فعولن	فعولن	فعل

طبعیؔ نے نظامیؔ گنجوی کے "سکندر نامہ" کی بحر "بحرِ متقارب مثمن، مقصور یا محذوف استعمال کی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے نظامیؔ کی "ہفت پیکر" کی بحر کا تتبع بتلایا ہے۔ یہ موصوف کا اشتباہ ہے [2]

ڈاکٹر جمیل جالبی نے طبعیؔ کی مثنوی کی فنّی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

---

[1] تاریخ اُردو ادب۔ حصہ اوّل۔ از۔ جمیل جالبی ص۵۱۰

نوٹ [2] بحر متقارب مثمن محذوف طبعی نے بعض مقامات پر بحر متقارب مثمن سالم کا بھی استعمال کیا ہے۔

"فنّی اعتبار سے اس میں ایک توازن ناپ تول اور ہیئت کے طول و عرض کے تناسب کا احساس ہوتا ہے۔ قصّہ میں تسلسل بھی ہے۔ اور ترتیب بھی۔ ان تمام چیزوں نے مل کر ادبی اور فنّی اعتبار سے اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا ہے[۲]"

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مندرجہ بالا بیانات کا اطلاق طبعیؔ کے ان اشعار پر موزوں معلوم ہوتا ہے۔ جو طبعیؔ کے ذہنی اپج کی پیداوار ہیں۔ طبعیؔ کے تخلیقی اشعار کی بنا پر اس کی مثنوی فنّی اعتبار سے قدر و قیمت کی متقاضی ہے۔ ورنہ عموماً اس کے یہاں "توازن" ناپ تول اور ہیئت کے طول و عرض کا تناسب" مانگے کا اجالا ہے۔ یہ چیزیں اس کے ذہنی اپج کی پرداخت نہیں ہیں۔

وجہی کی "قطب مشتری" ۱۰۱۸ھ ۱۶۰۹ء سے لے کر ابن نشاطی کی "پھولبن" ۱۰۶۶ھ ۱۶۶۵ء تک مثنوی کا ڈھانچہ فارسی ہی کے متعین کردہ اصولوں کا پابند رہا ہے۔ لہٰذا طبعیؔ نے مثنوی "بہرام و گل اندام" کی اساس، امین کی فارسی مثنوی کے علاوہ ملّا وجہی کی "قطب مشتری" کی نہج پر رکھی۔ طبعیؔ کی مثنوی کے ابتدائی ابواب "قطب مشتری" سے مشابہ ہیں۔ اس کے بعد کے عنوانات اور قصّہ امین[۳] سبزواری (۱۰۶۳ھ ۱۶۵۲ء) کی فارسی مثنوی پر مبنی ہیں۔

طبعیؔ کی مثنوی کی ابتدائی ترتیب ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حمد (عنوان ندارد)
۲۔ مناجات (اسی میں وجہ تصنیف کا اظہار ہے یہ دستور سے انحراف ہے۔)
۳۔ نعت ————
۴۔ منقبت ————

---

[۱] "بہرام و گل اندام" کی بحر بھی وہی ہے۔ جو نظامی نے ہفت پیکر میں استعمال کی ہے۔ تاریخ ادب اُردو جمیل جالبی ص۱۰۵۔ نظامی کی ہفت پیکر کی بحر بحر خفیف مسدس مخبون مقطوع فاعلاتن، مفاعلن، فَعْلُن ہے۔

[۲] تاریخ ادب اردو۔ جلد اوّل۔ ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ص۱۰۵

[۳] ڈاکٹر محی الدّین قادری زور صاحب کا یہ بیان ہے کہ "مثنوی بہرام و گل اندام" نظامی گنجوی کی مثنوی "ہفت پیکر" پر مبنی ہے" (تاریخ ادب اُردو از زور ص۳۹) درست نہیں ہے۔

۵۔ قصیدہ — در مدح شاہ راجو حسینی۔

۶۔ (قصیدہ) در مدح پادشاہ سلطان ابوالحسن تاناشاہ۔

۷۔ آغاز داستان (اس میں توصیف سخن ہے) یہ توصیف، ابتدائیہ کا کام دیتی ہے۔

۸۔ مثل ملاّں وجہی (ملاّ وجہی کی قطب مشتری سے سات اشعار)

۹۔ حکایت بہرام و گل اندام (اس میں گل اندام کا سراپا ہے)

۱۰۔ چرخیات :۔ (اس کے ابتدائی اشعار میں علم ہیئت کی اصطلاحوں کی طرف
در پردہ اشارہ ہے۔ یہاں پر نصرتی کا تتبع ہے [1]

طبعی کی جدّت طراز طبیعت نے مثنوی کے اصولوں اور ترتیب میں بھی ردوبدل کر دیا ہے۔ اس نے "چرخیات" کا موضوع دکنی مثنوی میں بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔ "ستاریاں کی بارہ بکریاں" (بارہ بُرجوں) کی طرف بلیغ اشارہ کر کے علم ہیئت و نجوم کی مندرجہ ذیل اصطلاحا[2] کی طرف ہماری توجہ منعطف کی ہے۔

طبعی کا اشارہ ملاحظہ کیجئے۔

سورج باگ یک دیس جا گے تے ہل　　گگن کے گوئے تے جو آیا نکل
ستاریاں کے بکریاں بارا باٹ کر　　یو دھنگر گیا چاند کا نھاٹ کر
(شہ روم اس دیس دل شاد تھا　　یو دنیاں کے فکراں تے آزاد تھا)

نوٹ:۔ بُرج اسد :۔ (آسمان کا وہ حصّہ جس میں چند ستارے مل کر شیر کی شکل بناتے ہیں۔ طبعی کا اشارہ اس طرف ہے۔)

مذکورہ بالا نکات کے علاوہ طبعی کی مثنوی میں جابجا تخلیقی اور اپجی عناصر و عوامل مترشح ہوتے ہیں۔ طبعی کی با صلاحیت طبیعت نے اُسے بار ہا نئی روشوں پر چلایا اس نے کوشش کی کہ اس راہ پر نہ چلے جس پر دوسرے چل چکے ہیں۔ اس کا اپنا تخلّص (طبعی) بھی اسی احساس کی غمّازی کرتا ہے۔ طبعی جابجا اپنی موزونیٔ طبع اور شاعری کے فطری رجحان کے تمام جوہر ظاہر کرتا ہے۔

جب بھی طبعی کے ذہن میں جدّت پسند عناصر کلبلانے لگتے ہیں۔ نئی ڈگر اچھوتی بول چال

---

[1] نصرتی مرتبہ عبدالحق۔ اردو۔ اورنگ آباد۔

[2] حمل[1]، جوزا[2]، اسد[3]، میزان[4]، قوس[5]، دلو[6]، ثور[7]، سرطان[8]، سنبلہ[9]، عقرب[10]، جدی[11]، حوت[12]۔

کی اصطلاحات کا آتش فشاں اس کے قلم سے پھوٹ پڑنے کے لیے بے تاب نظر آتا ہے۔ تب وہ بے تکلفی سے سنسکرت، گجراتی اور مراٹھی زبان کے الفاظ استعمال کرتا چلا جاتا ہے۔ اس نے نت نئے الفاظ اور ترکیبیں تراشیں۔ ترجمہ کے خاطر لفظی ہیر پھیر کیا۔ محاوروں اور کہاوتوں کو بے دریغ استعمال کیا۔ بہرصورت اس نے مثنوی کے شعری آہنگ کو برقرار رکھا اور فن کا احترام کیا۔

طبعی کی مثنوی میں ترجمہ شدہ اشعار کے علاوہ بیشتر ایسے اشعار پائے جاتے ہیں جو اس کی شاعرانہ طبیعت کی دین ہیں۔ یہ اشعار سبک رواں اور پرکیف ہیں۔ لہٰذا ہم کو طبعی کی استادی اور فن کاری کے جوہر تسلیم کرنے پڑتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

"بہرام و گل اندام" اس دور کی بہترین مثنوی ہے جس نے فنی سطح کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی نئی روایت کی طرف آگے قدم بڑھایا ہے۔"[1]

ذیل میں "گل اندام" کا سراپا سراپا پیش کیا جا رہا ہے۔ یہاں صرف ایک بات پر اکتفا کرنا ہوگا کہ جن افکار کی امین سبزواری کا "اشہب قلم ترجمانی نہ کرسکا"، طبعی نے نہایت کامیابی کے ساتھ ان کو شعری جامہ پہنایا ہے۔ اور یہی اس کی فنی پختگی کا انتہائی کمال ہے۔

ذیل کے اشعار ملاحظہ کیجیے۔ ؎

گگن پر او صورت کے ہے آج سور
اِسے دیک کر، چاند ہوتا چکور

او زلفاں دِلاں کے ہنڈ ولے اہیں
غلط نیں کیا دو سنپولے اہیں

بھواں باگ نکھ ہوا انکھیاں ہرن
کہ او موہنی ہے عجب من ہرن

او گالاں کی سُرخی سو لالے میں نیں
او بالاں کی خوشبو سو بالے میں نیں

دِسے پھول دو سیونتی کی دو کان
چنپے کی کلی ناک ہے درمیان

[1] تاریخ ادب اردو۔ جلد اوّل۔ از۔ جمیل جالبی۔ ص۱۱۵

اُدَھر دو میٹھی جونکہ[1] جب اوبنات
پچھرتا ہے اس میں تے آبِ حیات

جھمکتی ہیں جیوں بجلیاں ہو درسن
کہ جیوں پھول جھڑتے ہیں مک تے بچن

عجائب او چاہِ زنخداں ہے
کہ غرق اُس منے دین وایمان ہے

او گردن سو جیوں صاف شمشاد سی
جکوئی اس کوں دیکھے سو روئے ہنسی

او جوبن سو چولی کے دوٗ ہات میں
جوٗ امریت پھل چھُپ رہے پات میں

دسے پان[2] نازوک پھل ڈال تے
کمر اس کی باریک ہے بال تے

اتھا پیٹ جوں آرسی نادصاف
کہوں کیا جھمکتا اتھا جیوں شفاف

او بوٹی سو مَد کا پیالا دِسے
کہ خوش رنگ جوں پھول لالا دِسے

کروں کیا میں تعریف اندام کا
گوہر تے (رہے) نادِر "گل" اندام کا

او ڈھکرا روپے کا سوڈونگر ہے جیوں
سفید اور گھٹا سنگ مرمر ہے جیوں

دوٗ کیلی کے کابی[3] سو دوٗ ران ہے
کہ عشاق اس پر تے قربان ہے

---

[1] خون چوسنے والا آبی کیڑا: (Leech)   [2] پان: پانو۔
[3] کابے: کیلی کے درخت کے بڈول تنے۔

چلے باٹ تو پنڈریاں یوں ہلیں
کہ بن نیر تے مینؔ جوں تلملے

کنول تے بی نازک ہے اس کے چرن
اِسے عاشقاں دیک کرتے شرنؔ

طبعیؔ کی غزل گوئی

طبعیؔ کی مثنوی "بہرام و گل اندام" میں کل چار غزلیں دستیاب ہوتی ہیں۔ طبعیؔ کی پہلی غزل دعائیہ ہے۔ امین سبزواری کی فارسی مثنوی میں اسی نہج کی پہلی غزل موجود ہے۔ طبعیؔ نے امینؔ کی پیروی میں یہ غزل ترتیب دی ہے۔ البتہ اس میں جزوی اختلافات موجود ہیں۔ ان غزلوں کے مطلعے بہ اعتبار معنی ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہیں۔

ملاحظہ کیجئے ؎

امینؔ : بدولت باد جام بادہ ات نوش
عروسِ مملکت دایم در آغوش

طبعیؔ : ترے ہات میں شاہ جم جاہ اُچھو
ہمیشہ بغل میں دلآرام اُچھو

مندرجہ بالا اشعار میں امینؔ سبزواری نے عروسِ مملکت کو ہمیشہ کے لیے آغوش میں رکھنے کا مضمون باندھا ہے۔ طبعیؔ نے عروس مملکت کی بجائے دلآرام کو جگہ دی ہے۔

اسی غزل میں طبعیؔ کا ایک دعائیہ شعر امینؔ کے مفہوم سے بہتر اور صاف ہے۔ جو اس کے شاعرانہ کمال پر دال ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ ؎

امینؔ سبزواری کلاہِ سروری پیوستہ بر فرق
قبائے سلطنت ہموارہ بر دوش

طبعیؔ :۔ اچھے لگ گگن ہور زمین برقرار
ترے پگ پو قربان بہرام اچھو

۱؎ مچھلی۔ ۲؎ پابوسی۔

طبعی کی غزلیں شعریت سے لبریز ہیں۔ اس کے اشعار اس امر کی غمازی کرتے ہیں ہیں کہ وہ بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہے۔ اس کا صحیح رجحان غزل گوئی کی طرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مثنوی میں کئی اشعار اور مصرعے نہایت رواں دواں اور بولتے ہوئے ہیں۔ ان میں تغزل کا بھرپور رنگ و آہنگ موجود ہے۔ غزل کے درج ذیل شعر میں مبالغہ کی انوکھی شان ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ ؎

چندر سُور کے جام تے آسماں
تجے غسل کرنے کوں حمّام اچھو

طبعی نے دوسری غزل بھی بہرام کی زبانی کہلوائی ہے، اس غزل میں جزوی ترجمہ کی جھلکیاں موجود ہیں۔ تقابلی مطالعہ کی غرض سے دونوں غزلیں پیش کی جارہی ہیں تاکہ طبعی کی فنکاری کا اندازہ ہو سکے۔ ملاحظہ کیجئے۔ ؎

امین سبزواری

درونِ وادی خونخوار رفتم
تن زار و بدل افگار رفتم
رخی چوں کہربا گردد دریں غم
دو چشمی پر دُرِ شہوار رفتم
فگندہ تاج و تختِ شہریاری
برای طلعتِ دیدار رفتم
بگوای یاد باکشور کہ در غم
بچین از بہرِ آں دلدار رفتم

طبعی

مرے شہر تے یار خاطر گیا
برہمن ہو زُنّار خاطر گیا
پیالے تے دل کا لہو گھوٹ کر
میں او یار خونخوار خاطر گیا
یو دریا منے غم کے اے دوستاں
میں اس دُرِّ شہوار خاطر گیا

مرے باپ کوں بول اے یاد توں
کہ بہرام دیدار خاطر گیا

طبعی کا مطلع اور امین سبزواری کا تیسرا شعر ہم مضمون ہیں۔ لیکن دونوں کے شعری آہنگ میں فرق ہے۔ طبعی کی تشبیہات سے ہندوستانی عناصر کی جھلکیاں نمودار ہو رہی ہیں جس سے شعر کا حسن دوچند ہو گیا ہے۔ دونوں شاعروں کے آخری اشعار ایک ہی مضمون کو ادا کر رہے ہیں۔ البتہ طبعی نے "دیدار" کا لفظ استعمال کر کے شعر کو بالاتر کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے بلا کی شعریت اور ایک والہانہ انداز پیدا ہو گیا ہے۔

یہی وہ تفاوت ہے جو طبعی کو ایک منفرد غزل گو کی حیثیت بخشتا ہے۔ افسوس ہے کہ طبعی کا دیوان دستیاب نہیں ہے۔ ورنہ اس کی شاعرانہ عظمت کے جوہر مزید آب و تاب کے ساتھ ابھر کر ہمارے سامنے آتے۔ اور ہماری شاعری کا بہترین اثاثہ ثابت ہوتے۔ طبعی کے تخلیقی عمل اور زبان و بیان کے نئے موڑ پر تبصرہ کرتے ہوئے جمیل جالبی رقمطراز ہیں کہ

> "ادب کی طویل روایت اور شمال کے گہرے اثرات کی وجہ سے زبان و بیان میں صفائی اور روانی پیدا ہو گئی ہے۔ اور زبان و بیان کے نئے خدوخال صاف نظر آرہے ہیں۔ فارسی تراکیب اور بندشوں میں ویسے ہی تیور نظر آنے لگے ہیں۔ جو آگے چل کر ریختہ کا معیار بنتے ہیں۔" [1]

---

[1] تاریخ ادب اردو جلد اول۔ از۔ جمیل جالبی۔ ص۱۱۵

مثنوی بہرام وگل اندام بحیثیت

فن پارہ

مثنوی " بہرام وگل اندام" کو قدیم اُردو کی تمام سر برآوردہ مثنویوں کے مدّمقابل رکھا جا سکتا ہے۔ اس کے شعروں میں ایک عظیم شہ پارہ کے عناصر وعوامل کارفرما ہیں۔ اگر ان کی جستہ جستہ ادبی اور لسانی سطح پر جانچ کی جائے تو خوب سے خوب تر کی تلاش بھی ممکن ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ احمدؔ، وجہیؔ اور غواصی نے دکنی مثنوی کے فن کو بامِ عروج پر پہنچا دیا تھا۔ مقیمی ۱۰۴۸ھ اور امین و دولت نے ۱۰۵۰ھ میں اس فن کی صناعی میں اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ دکنی کے بیشتر اساتذہ نے فارسی مثنویوں سے استفادہ کیا ہے۔ صنعتی نے اپنے پیشروؤں کی پیروی کی۔ ملک خوشنود نے امیر خسروؔ کی "ہشت بہشت"، کو ۱۰۵۵ھ میں دکنی جامہ پہنایا۔ ۱۰۵۹ھ میں رستمی نے ابن حسام کے "خاور نامہ" کو بیجاپور میں دکنی شکل دی۔

۱۰۶۴ھ میں احمد جنیدی نے گولکنڈہ میں "ماہ پیکر" نظم کی۔ اور اس کے بعد ۱۰۶۶ھ میں ابن نشاطی کا کارنامہ "پھول بن" اور نصرتیؔ کی "گلشنِ عشق" ۱۰۶۸ھ بیجاپور میں منصۂ شہود پر آئی۔

اس عظیم الشان ادبی سفر کے ٹھیک چھ سال بعد، طبعیؔ نے عبداللہ قطب شاہ کے انتقال ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء اور ابوالحسن تاناشاہ کی تخت نشینی کے موقع پر ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء مثنوی "بہرام وگل اندام"، بادشاہِ وقت کو اپنی عقیدت اور والہانہ محبت کے طور پر نذر کی۔ مافوق الفطرت داستان پر منحصر یہ مثنوی امین الدّین محمد امین سبزواری ۱۰۶۳ھ م ۱۶۵۲ء کی مثنوی "باغِ ارم" کا جزوی دکنی ترجمہ ہے جو اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث اردو ادب کے شائقین کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ حالانکہ مرحوم عبدالقادر سروری نے ایک ہی جملہ میں اس مثنوی کی دو متضاد کیفیات کا ذکر کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"گولکنڈہ کی ایک مثنوی "بہرام وگل اندام"، کا تذکرہ ضروری ہے۔ جو ۱۰۸۱ھ

(۸۳ئنہ ھ) میں لکھی گئی۔

۱۔ یہ بہت زیادہ اہم کارنامہ نہیں ہے۔

۲۔ تاہم غواصی اور ابن نشاطی کے دبستان کی تمام خوبیوں اور خصوصیات کا حامل ہے"۔ [۱]

مرحوم عبد القادر سروری اس مثنوی کو غیر اہم کہتے ہوئے بھی اسے غواصی اور ابن نشاطی کی صف میں لے آئے ہیں۔ جس سے اس کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ اس ضمن میں ایک بات غور طلب ہے کہ ابن نشاطی نے اپنی مثنوی میں اپنے عہد کے تمام سربرآوردہ شعراء کا حوالہ دیا ہے جو اس وقت دبستانِ گولکنڈہ اور بیجاپور کے افق پر آفتاب و مہتاب بن چکے تھے۔ ملاحظہ کیجئے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد[۱]	کہ دیتا شاعری کا کچھ مری داد
اہے صد حیف جو نئیں سید محمود[۲]	کتے پانی کوں پانی دودکوں دود
نہیں اس وقت پر و شیخ احمد[۳]	سخن کا دیکھتے باندیا سو میں سد
حسنؔ شوقی اگر ہوتا الحال	ہزاراں بھیجتا رحمت منج اپر ال
اچھے تو دیکھتا ملا خیالی	یوں میں برتیا ہوں سو صاحب کمالی[۲]

(۱۰۷۶ھ م ۱۶۶۵ء)

مندرجہ بالا پانچ مرحوم شعراء کے علاوہ دبستان گولکنڈہ اور بیجاپور میں وجہی، غواصی اور نصرتی (متوفی ۱۰۸۵ھ) جیسے اساتذہ بقیدِ حیات تھے اور ان کا طوطی بول رہا تھا۔ لہٰذا ان کے سامنے طبعی گوشۂ گمنامی میں رہا۔ حالانکہ گولکنڈہ کے آسمان پر طبعی کی شاعری کا ستارہ نمودار ہو چکا تھا۔ ہو سکتا ہے طبعی کی مقبولیت کے پیشِ نظر ابن نشاطی نے جان بوجھ کر اس سے بے اعتنائی برتی ہو۔

ابن نشاطی اور نصرتی کی بے مثال مثنویوں کے سات سال بعد طبعی گولکنڈہ کے آسمانِ ادب پر درخشاں ستارہ بن کر چمکا۔ گو کہ اس کی شاہکار مثنوی "مانگنے کا اجالا" تھی۔ تاہم اس کے فن پارہ کی ضوفشانی اہلِ ادب کے لیے دعوتِ نظر اور تسکینِ قلب کا باعث ثابت ہوئی۔

طبعی کا شاعرانہ کمال:

دکنی ادب کے محققین طبعی کے شاعرانہ کمال کے معترف ہیں۔ طبعی کے کمالِ فن کی

---

[۱] دکن میں اردو مثنوی کا ارتقاء۔ از۔ عبد القادر سروری۔ حیدر آباد۔

[۲] مثنوی "پھول بن" از۔ ابنِ نشاطی۔ ص ۱۸۳۔ مرتبہ اکبر الدین صدیقی ۱۹۷۸ء۔

سند میں اس کی صرف ایک مثنوی دستیاب ہوتی ہے۔ لہٰذا مندرجہ ذیل سطور میں دکنی اُردو کے مستند ماہرین کی آرار کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ جنھوں نے طبعؔی کو پہلی بار متعارف کرانے کی سعادت حاصل کی اور اس فن پارہ کے ادبی مرتبہ کا محاسبہ کیا۔

الف: حکیم سیّد شمس اللہ قادری تحریر کرتے ہیں۔

"طبعؔی نے اپنی مثنوی کو "ہفت پیکر" (نظامی) سے اخذ کیا ہے"۔ [1]

ب: ہاشمؔی (مرحوم) اور ڈاکٹر زورؔ (مرحوم) کے بیانات کی روشنی میں طبعؔی کے شاعرانہ کمال پر تبصرے ملاحظہ فرمائیں:۔

ہاشمؔی (مرحوم)

(الف) (یورپ میں دکھنی مخطوطات)

صد ۹۲

۱۔ طبعؔی کی مثنوی اس کی سلیقہ مندی اور اعلیٰ قابلیت کی شاہد ہے۔

۲۔ وہ اپنی شاعری کی خوبیوں کا خود معترف ہے۔

۳۔ طبعؔی اپنے معترضین پر سخت سے سخت چوٹیں کرتا ہے۔

۴۔ وہ اپنے پیش رو شاعروں کی تعریف بھی کرتا ہے۔

۵۔ معلوم ہوتا ہے وہ ابوالحسن کا درباری شاعر تھا۔ وہ جگہ جگہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔

۶۔ طبعؔی شاہ راجو کا معتقد ہے۔ ممکن ہے ان کا مرید ہو۔ اس کو اپنے مرشد سے دلی عقیدت ہے۔

۷۔ طبعؔی اور اس کے پیش رو شعراء امینؔ و دولتؔ کے ہم مضمون اشعار کا تقابلی مطالعہ اہم نتائج فراہم کرتا ہے۔

۸۔ طبعؔی کی مثنوی میں غزلیں بھی ہیں۔

---

[1] قدیم اُردو ۔ شمس اللہ قادری صد ۹۱ (حالانکہ طبعؔی نے اسے امینؔ سبزواری سے اخذ کیا ہے)

(ب) ہاشمی : تنقیدی نظر ص۹۹

۱۔ طبعیؔ ایک کہنہ مشق شاعر اور بلند پایہ مصنف ہے۔

۲۔ قصہؔ کی ترتیب اور تسلسل، طرز بیان کی جدت اور خوبی قابل ستائش ہے۔

۳۔ طبعیؔ کی مثنوی نہ صرف ایک قصہ اور داستان کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ ایک علمی اور سائنٹیفک کتاب معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ (طبعیؔ کی) اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدگی اور ضابطگی اس کی طبیعت میں داخل تھی۔

(کتب خانۂ آصفیہ کے اردو مخطوطات جلد اوّل ص۹۹

۱۔ طبعیؔ گولکنڈہ کا مشہور شاعر تھا۔

(دکن میں اردو ص۱۳۷)

ہاشمیؔ

۱۔ طبعیؔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر ہے۔ اس عہد کے دوسرے شعراء کی طرح ہم اس کے پورے حالات سے باخبر نہیں ہیں۔

۲۔ وہ خاص دکھنی شاعر تھا۔ وہ نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مصنف بھی تھا۔

(ایضاً۔ یورپ میں دکھنی مخطوطات)

از ہاشمی۔

(اُردو شہ پارے) زور

صـ۱۱

۱۔ دکھنی زبان کے بہترین کارناموں میں سے ایک ہے۔

۲۔ مثنوی کی زبان، اسلوب بیان، شاعرانہ نزاکتوں اور ادبی حلاوتوں سے پُر ہے۔

۳۔ طبعیؔ کی تصنیف ظاہر کرتی ہے کہ لکھنے والا نہ صرف ایک شاعر ہے۔ بلکہ ایک سلیقہ مند مصنّف ہے۔

۴۔ طبعیؔ نے اشعار کی تعداد اور عنوانات کی تقسیم اس قدر باضابطہ طریقہ پر کی ہے کہ مثنوی بجائے ایک افسانہ کے ایک علمی اور سائنٹیفک کتاب معلوم ہوتی ہے۔

۵۔ لطف یہ ہے کہ (طبعیؔ نے) ساری کتاب (یعنی ۱۳۴۰ اشعار) صرف چالیس دن میں لکھ ڈالی۔

زور: تنقیدی نظر صـ۱۱۱

۱۔ طبعیؔ قطب شاہی عہد کا آخری بڑا شاعر ہے۔

۲۔ اسے اپنی شاعرانہ خوبیوں کا احساس تھا۔

۳۔ خوشنود اور ابنؔ و دولتؔ کے برخلاف اس نے اپنے "کارنامے" کی تعریف بھی کی ہے۔

۴۔ (مثنوی) میں مخالفین پر سخت چوٹیں کی ہیں۔

۵۔ وہ دیگر شاعروں کی طرح محدود شہرت نہیں رکھتا تھا۔

۶۔ اس کی شہرت پھیل چکی تھی۔ اور طبعیؔ کی شاعری پر لوگوں کی نظریں اٹھتی تھیں۔

۷۔ طبعیؔ کی غزلوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ان نظموں کی خصوصیت یہ ہے کہ غزل کی شکل میں شاعر نے دو مسلسل مضمونوں کو ادا کیا ہے۔ اس قسم کی غزلوں کی اردو میں قابلِ افسوس کمی ہے۔" (صـ۲۴۶)

۸۔ صـ۱۱۲ طبعیؔ میں اظہارِ خود اعتمادی تھا۔

۹۔ دوسرے شاعروں کی عزّت بھی کرتا تھا۔

۱۰۔ وجہی کی مقبولیت کے پیشِ نظر خواب میں اس سے اپنی مثنوی کی داد حاصل کرتا ہے۔

۱۱۔ طبعی اس خواب کو بھی اپنے کلام کے بہتر ہونے کا ایک ثبوت قرار دیتا ہے۔

۱۲۔ زیر نظر مخطوطہ میں بعض مصرعے یا اشعار چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ جن سے مطلب مسلسل سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۳۔ طبعی بادشاہِ وقت ابو الحسن تانا شاہ راجو کا عقیدت مند تھا۔ بادشاہ کا نہایت وفادار تھا۔ نظم کے درمیان وہ بادشاہ پرستی کا ثبوت دیتا تھا۔

جگت کے شہاں سارے اس ماہ کے
میرے ناد مداح تھے شاہ کے صـــ۱۱۲

۱۴۔ اس امر کا اظہار نامناسب نہ ہوگا کہ اس کتاب کے لکھنے سے قبل بادشاہ کے یہاں طبعی کی نمایاں زیادہ قدر نہیں کی گئی تھی۔ جیسا کہ مدح کے آخری اشعار سے ظاہر ہے۔

۱۵۔ طبعی کی غزلیں جو بہرام کی زبان سے اس کے والد کی مدح میں کہی گئی ہیں صفائی بیان کی عمدہ مثال ہیں۔

۱۶۔ طبعی کی طبیعت نہایت باضابطہ تھی۔ (اس نے مدح اور پیر و مرشد کی عقیدت مندی کے علاوہ اپنے باپ کی نصیحتوں کو بالالتزام سات سات شعروں میں ختم کیا ہے)

۱۷۔ طبعی کا قصہ ابنِ نشاطی ودولت کے قصے بہرام (گور) سے اصولی باتوں میں بہت کم مختلف ہے۔

۱۸۔ سب سے بڑا فرق اس بات کا ہے کہ طبعی نے فارسی قصّوں کی غلامانہ تقلید نہیں کی۔

۱۹۔ اس کا (طبعی) مقصد صرف قصہ گوئی ہی نہیں تھا۔ بلکہ وہ صحیح طور پر شاعری کرنا چاہتا تھا۔

۲۰۔ اس کے قصہ میں جگہ جگہ اپج شان نمایاں ہے۔

۲۱۔ زاویہ نگاہ کے اس فرق کے علاوہ دونوں میں زبان اور اسلوب کا بھی بے حد فرق ہے۔ (اشعار)

۲۲۔ طبعی اور ابنِ ودولت کی مثنویوں کے تقابلی جائزہ سے کئی نئی باتیں سامنے آتی ہیں[1]۔

نوٹ: زور صاحب نے انھیں بیانات کو اپنے مضمون "بہرام گور دکن میں" مجلہ مکتبہ ۱۹۲۶ء میں دہرایا ہے[2]

---

[1] اُردو شہ پارے۔ از سید محی الدین قادری زور صـــ۱۱۴

[2] زیر اکس مملوکہ راقم۔

ماحصل :-

ہاشمی مرحوم اور ڈاکٹر زور کے پُرمغز بیانات پر کسی قسم کی حرف گیری کرنا حفظِ مراتب کے دائرے سے باہر ہے۔ تاہم راقم ان بالغ النظر بزرگوں کی خط کشیدہ آراء سے متفق نہیں ہے۔ اور بقول ڈاکٹر اکبرالدّین صدیقی :

"کسی ادبی کارنامہ کی خوبی اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہوسکتی۔ بہتر سے بہتر تنقید بھی اس کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتی ہے۔ یہی حال "پھول بن" کا ہے۔ اس میں جو صنّاعی صرف ہوئی ہے اور ایک مکمل کارنامے کے لحاظ سے اس کا جو پایہ ہے وہ تو اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ظاہر نہیں ہوسکتا۔" ؎۱

لہٰذا ذیل کی سطور میں مثنوی بہرام و گل اندام کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔

قصّہ بہرام و گل اندام اور طبعی

طبعیؔ کی مثنوی کا غائر مطالعہ اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ اس نے اپنے دکنی "فن پارہ" کی اساس کسی حد تک نظامیؔ گنجوی کی "ہفت پیکر" ؎۲ پر اور مجموعی طور پر امین الدّین محمّد امینؔ سبزواری کی "بہرام و گل اندام" پر رکھی ہے۔

۱۔ نظامیؔ گنجوی کی "ہفت پیکر" اور طبعیؔ کی مثنوی کے ابتدائی ابواب یکساں ہیں۔ قصہ کی ابتداء کے بعد نظامیؔ کا ہیرو (بہرام) خاقان چین پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوتا ہے۔ (لشکر کشیدن بر خاقان چین خمسۂ نظامی ص۶۷) جبکہ طبعیؔ کا ہیرو ہفت خواں ؎۳ طے کرتے ہوئے چین کے فغفور کے پاس اپنا مقصود حاصل کرنے کے لئے پہنچتا ہے۔

۲۔ نظامیؔ گنجوی نے "خطبۂ عدل بہرام گور ؎۳" کے عنوان کے تحت چند اشعار کہے ہیں۔ امینؔ سبزواری نے نظامیؔ کے تتبع میں اسی موضوع پر اشعار قلمبند کیے ہیں۔ اور طبعیؔ کے یہاں بھی اس کا

؎۱ مقدمہ "پھول بن"، ۱۹۷۵ء ص۴۴

؎۲ "خمسۂ نظامی"، مرتبہ وحید دستگردی امیر کبیر سن ۱۳۴۴ تیرہ ماہ شمسی۔

؎۳ ایضاً۔ ص۶۶

عکس ''پنداوّل'' کی صورت میں موجود ہے۔

۳۔ نظامی گنجوی کے یہاں سات شکایتیں بعنوان ''شکایتِ مظلوم اوّل تا شکایتِ مظلوم ہفتم'' (خمسۂ نظامی ص۱۴۹ تا ص۱۸۲) درج ہیں۔

محمد امین سبزواری نے ان سات شکایتوں کو بہرام گور کے باپ کی سات نصیحتوں (پندوں) میں بدل دیا۔ طبعی نے امین کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کیا اور یہیں سے نظامی اور امین کی کہانیوں کے ڈانڈے بدل جاتے ہیں۔ حتّیٰ کہ طبعی نے مثنوی کے اختتام تک امین الدین محمد امین سبزواری (۲۶۳ ھ) کے قائم کردہ ڈھانچے اور ترتیب میں بمشکل کوئی تبدیلی کی ہے۔

ذیل میں دونوں متنوں کے مشترک اشعار بطور ثبوت پیش کیے جا رہے ہیں۔ جن میں مضمون کی یکسانیت اور جزوی ترجمہ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ ذیل میں کچھ اشعار ایسے بھی ملیں گے جو صرف فعل کی تبدیلی کے ساتھ دکنی سانچے میں ڈھال لیے گئے ہیں۔

مشترک اشعار

امین سبزواری		طبعی
پنداوّل (دس اشعار)		(سات اشعار) اوّل پند
بجان بشنوا یا فرزانہ فرزند	۱۔	اوّل پند کہتا ہوں فرزند سُن
کہ خواہم گفت اکنوں اولیں پند		محبت سینے میں میرے دلبند سُن
چو من دایم رعیّت پروری کن	۲۔	میرے ناداوّل رعیت کوں پال
پس آنگہ بر ممالک سروری کن		کہ تا گھر میں تیرے جمع ہوئے مال
بعدلت مملکت آرای می باش	۳۔	اگر تجھ سوں بچھڑے رعیّت کپٹ
مدام از عدل صاحب رای می باش		نچلسی تیرا کچھ رعیّت پو ہٹ
رعیّت پروری کن در زمانہ	۴۔	تیرے عدل تے گر رعیّت ہے شاد
کہ تا باشی بعالم خود یگانہ		جگت میں ہے توں آج جیوں کیقباد
اگر گیرد رعیّت از تو کینہ	۵۔	ہر یکس ستے تو میٹھی بات کر
ندارد سود اِملاک و خزینہ		توں شیریں زبانی تے جگ بات کر

۶۔ بخلقاں گر کنی شیریں زبانی
مراد خویش در عالم برانی
۷۔ زعدلت گر رعیّت گشت خشنود
خدایت در دو عالم داد مقصود
۸۔ بترس از آہِ شبگیرِ یتیما
کہ ترسانند از یزدانِ کریماں
۹۔ اگر خواہی کہ باشد ملک معمور
خیالِ ظلم و کیف کن از سرت دور
۱۰ بگفتم با تو انیک پند اوّل
بدیں معنی سخن کردم مسجل

طبعیؔ

۶۔ تو نوشیرواں کے تمن داد دے
توں انصافِ شاہاں کے تئیں داد دے
۷ عدالت تے عالم کوں دل شاد کر
کہ بعد میرے توں مجھے یاد کر

۱ غزل ۱

(۱) بدولت باد جام بادہ ات نوش
عروسِ مملکت دایم در آغوش

(۲) ندیماں و وزیرانت خرد مند
حریفان و ظریفانت قصب پوش

غزل ۱

۱۔ تیرے ہاتھ میں شاہ جم جام اچھو
ہمیشہ بغل میں دلآرام اچھو

۲۔ اچھو سب سلامت عزیزاں تیری
جہاں لگ عدو ہیں سو گم نام اچھو

امینؔ سبزواری

تعریفِ حُسن گل اندام گوید

۱۔ چنیں گفت راوی سخن گوی
که بر واست از خلایق در سخن گوی

۲۔ که شاہی بود در چین چہرہ چوں خور
رخی مانندۂ بدرِ منوّر

۳۔ گرفتہ آں ہمہ روی زمیں را
بعدل آراستہ بستانِ چیں را

۴۔ بہر صورت بدی شمشاد مشہور
جہاں آرای را بہ نام قیصور

۵۔ زملک چیں تا سرحدِ بلغار
زدندی سکّہ برنام جہاندار

۶۔ ور ایک دختری چوں مشتری بود
که مہ را نور بخش انوری بود

طبعیؔ گولکنڈوی

بیانِ حُسنِ گل اندام

کیا قِصّہ روای نے صاحب سُخن
ہر ایک بول جیوں رول موتی رتن
ولایت منے چین کے شاہ تھا
ادھو تیج مقبول جیوں ماہ تھا
بڑا بادشاہ تھا او قیصور نام
کہ ڈرتے تھے اس کو شاہاں تمام
کیا عدل تے چین کوں بوستاں
لیا مار تر دار ترکستاں
کہ سرحد ببلغار تا روم تھا
بڑا تھا سخی او نہیں سوم تھا
اِسے ایک بیٹی تھی جیوں مشتری
نہیں آدمی زاد تھی او پری

آیتن سبزواری

اگر نقش بدیدی چشم فرہاد
برفتی صورتِ شیریں اش از یاد

اگر خسرو بلعلش راہ بردی
ز شکر نام شیریں ہم بردی

○

طبعی گولکنڈوی

اگر دیکھتا اس کوں فرہاد آتال
تو شیریں کا اُو، ندھرتا خیال

جو خسرو اسے دیکھتا انک کھول
نکرتا شکر[1] تے کدہیں بات بول

○

---

[1] شکر، شیریں مراد ہے۔

قصّہ بہرام وگل اندام کی تاریخی حیثیت

قصّہ "بہرام وگل اندام" کی تلخیص پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس قصّہ کی حقیقت و ماہیت اور بتدریج پر مختصر نظر ڈالی جائے۔ فارسی کی ادبی تاریخیں اور تذکرے اس بات پر متفق ہیں کہ فردوسی طوسی نے ساسانی عہد کے پانچویں بادشاہ بہرام بن یزدجرد کو دنیائے ادب سے متعارف کیا۔ بہرام نے ۴۳۹ء میں وفات[1] پائی۔ بقول فردوسی[2] بہرام کی موت طبعی تھی اور بقول عربی مؤرخین (ثعلبی، ابن قتیبہ، الجاحظ، مسعودی) بہرام گور ایک گہری کھائی میں گر کر غائب ہو گیا۔ بہت تلاش کے بعد بھی اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ بعد میں یہ واقعہ ایک پراسرار داستان بن گیا۔ چنانچہ عمر خیام نے گور کی تجنیس سے ایک رباعی نظم کی ہے۔ جس سے بہرام گور کی شکار سے دلچسپی اور گور بمعنی "قبر" میں غائب ہو جانے کا اشارہ ہے۔

رباعی ملاحظہ کیجیے۔

آں قصر کہ بہرام درو جام گرفت
رُوبہ بچّہ کرد و شیر آرام گرفت
بہرام کہ گور می گرفتی دایم
امروز نگر کہ گور بہرام گرفت

In that Palace Behram grasped the wine cup.

---

[1] ایران بہ عہد ساسانیان۔ مصنفہ آرتھر کرسٹن سین۔ (فرانسیسی) ترجمہ ڈاکٹر محمد اقبال دہلی۔ ۱۹۴۱ء صـ ۳۶۲

[2] شاہنامہ فردوسی۔ "در ذکر بہرام گور"

The foxes whelp, and the lions take their rest, Behram who always catching (gur) wild asses. Today behold that the (gur) grave has caught Behram.[1]

ڈاکٹر آرتھر کرسٹن سین نے بہرام گور کے تعارف میں اس قدر تحریر کیا ہے کہ[2] بہرام چال ڈھال اور حرکات وسکنات میں ایرانی نژاد ہوتے ہوئے بھی عرب معلوم ہوتا تھا۔ حیرہ کے بادشاہ نعمان لخمی نے بہرام کے لیے قلعہ خورنق[3] تعمیر کروایا تھا۔ یزدجرد نے نعمان اور منذر کو "رام افزودیزدگرد"[4] اور "مہشت" (اعظم) جیسے خطابات سے نوازا تھا۔ یزدجرد کے انتقال پر "مہران" نامی امیر نے تخت نشینی کے مسئلہ پر بہرام گور کی سخت مخالفت کی تھی۔ (شاید اسی لیے الف لیلوی قصوں میں "مہران" کو خراسانی جادوگر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جو "مازن" (ہیرو) کو دھوکا دے کر پہاڑ کی اونچی چوٹی پر بھیج دیتا ہے۔ جہاں سے خونخوار پرندے اسے اپنے چنگل سے اٹھا کر اڑ جاتے ہیں) منذر کی فوج جو حیرہ (عرب) سے ایرانیوں کے مقابلہ میں بھیجی گئی تھی۔ "تنوخ" کہلاتی تھی۔ یہ فوج نہایت جنگجو اور بہادر تھی۔

بہرام گور ساسانی عہد کا سب سے ہر دلعزیز بادشاہ گزرا ہے۔[5]
ڈاکٹر کرسٹن سین رقم طراز ہیں کہ :-

"بہرام گور بہادر اور انصاف پسند تھا۔ اس طرح اس کے شکار کے کارنامے اور عشق کی داستانیں بھی زبان زد عام ہیں۔"[6]

اس کی مقبولیت کے پیشِ نظر صدیوں تک مصوّروں نے بہرام گور کے کارناموں کو اپنی تصویروں میں دکھایا ہے۔ ڈاکٹر سین نے اس کی عادات اور اطوار پر تبصرہ کرتے

۱۔ رباعیات عمر خیام - مرتبہ - از - ایڈورڈ ہیرن ایلن ۱۸۹۹ء صفحہ ۳۳
۲۔ تاریخ طبری - از بلعمی - صفحہ ۸۸
۳۔ ایضاً صفحہ ۸۵
۴۔ ایران بعہد ساسانیان - ترجمہ ڈاکٹر محمد اقبال صفحہ ۳۵۹
۵۔ ایضاً " " صفحہ ۳۶۲
۶۔ ایضاً " " صفحہ ۳۶۴

ہوئے تحریر کیا ہے کہ :

"بہرام گور اپنی سرکشی اور تیز طبیعت کی بدولت بہرام[1] "گور" کے لقب سے مشہور ہوا۔"

مؤرخین نے بھی بہرام گور پر نکتہ چینی کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ "بہرام گور عیاش اور فضول خرچ تھا۔ چونکہ اس نے سلطنت، اپنے امیروں کے ہاتھوں سونپ دی تھی۔ اس لیے امرا اور موبدوں کی نظر میں محبوب ترین بادشاہ بن گیا تھا۔"[2]

اس کے تخت کے حصول کا واقعہ ایک داستان بن گیا ہے۔

بہرام گور پنجم کی موت کے بعد ساسانی بادشاہ کمزور ہوتے گئے۔ اس کی آل اولاد شکست خوردگی کے بعد چین کے فغفور کے پاس فوجی کمک کے لیے پہنچی تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت بھی ہے۔ اس سے ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ بہرام گور اور فغفور چین کے تعلقات خوشگوار تھے۔ شاید اسی مناسبت سے شعراء نے بہرام گور کا فغفور چین کی دختر سے عشق کا قصہ گھڑ دیا ہے۔ جو دراصل بے بنیاد ہے۔

فردوسی طوسی[3] نے بہرام گور کا ہندوستان[4] پہنچ کر شاہ شنگل کی دختر سے شادی کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ واقعہ بھی تاریخی اعتبار سے بے سروپا معلوم ہوتا ہے۔ بہرکیف بہرام گور کی مختلف داستانوں میں اس کا الگ الگ محبوباؤں (دلآرام، گل اندام اور بانوئے حسن) سے عشق و محبت کا اظہار ملتا ہے۔ اس میں بانوئے حسن پری ہے۔ اور باقی دونوں شہزادیاں۔

بہرام گور کی عشقیہ اور جنگی معرکہ آرائیوں سے لبریز داستانیں سب سے پہلے فردوسی طوسی (متوفی ۴۱۶ھ م ۱۰۲۵ء) کے شاہنامے، نظامی گنجوی کی "ہفت پیکر"، (متوفی ۶۰۶ھ م ۱۲۰۹ء) مولانا شمس الدین محمد کاتبی ترشیزی (متوفی ۸۳۹ھ ۱۴۳۵ء) کی بہرام

۱۔ ایران بعہد ساسانیان۔ ترجمہ ڈاکٹر محمد اقبال۔ ص ۳۶۴

۲۔ ایضاً " " ص ۳۶۴

۳۔ شاہنامہ فردوسی۔ (در ذکر بہرام گور)

۴۔ ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں بہرام گور کے ہندوستان پہنچنے کا ذکر کیا ہے۔ (ہندو دھرم، اکبر کے عہد میں از ابوالفضل: مترجمہ فدا علی ص ۳۰۹۔ لیکن حافظ محمود شیرانی اس امر سے اتفاق نہیں کرتے (مقالاتِ شیرانی)

دگل اندام" کے بعد امین الدین[5۱] محمد امین سبزواری کی "بہرام دگل اندام"، (تاریخ تصنیف ۱۰۶۳ھ م ۱۶۵۲ء) اور بعد کے شعراء میں پائی جاتی ہیں۔

تھامس ولیم بیل نے "این اورنٹیل بایو گرافیکل ڈکشنری" (صنا۲۱) میں مولانا شمس الدین محمد کاتبی ترشیزی سے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے بھی خمسہ تحریر کیا ہے۔ جس میں مثنوی "بہرام دگل اندام" شامل ہے۔ ضیاء الدین نخشبی اور ہاتفی خراسانی بھی اس موضوع کو شعری جامہ پہنا چکے ہیں۔

ہندوستان میں امیر خسرو نے نظامی کی طرز پر خمسہ تحریر کیا ہے۔ انھوں نے "ہشت بہشت" میں بہرام دگل اندام کے رنگ برنگی سات محلوں اور مختلف محبوباؤں کا خوبصورتی سے ذکر کیا ہے ہندوستان میں اس قصّہ کو بہت سراہا گیا۔ گیارھویں صدی ہجری میں اس داستان کے خدوخال قدیم اُردو کی مثنویوں میں نظر آنے لگے۔ ملک خوشنود[5۲] نے امیر خسرو کی "ہشت بہشت" کا دکنی زبان میں ترجمہ "جنّت سنگھار" کے عنوان سے کیا۔

امین ودولت نے ۱۰۵۴ھ م ۱۶۴۴ء میں "بہرام و بانوِ حسن"، لکھی۔ حافظ محمد فاضل سورتی نے ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء میں امین ودولت کے قصہ کو ہوبہو فارسی میں قلم بند کیا۔ اس طرح اس داستان کا عالمی سفر شروع ہوا۔

عارف نوشاہی نے امین سبزواری کی مثنوی "بہرام دگل اندام" کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

---

5۱ امین الدین محمد امین سبزواری کی داستانِ بہرام وگل اندام واقعاتی اعتبار سے افضل الدین خواجو کرمانی (متوفی ۷۴۳ھ م ۱۳۴۲ء) کی داستان "سام نامہ" پر مبنی ہے۔ خواجو کا ہیرو "سام" ہے۔ اور امین کا بہرام۔

نوٹ:۔ "سام نامہ" از خواجو کرمانی میں بہرام گور کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

دو دیدن گور مکن گور گیری چو بہرام گور ‫ ‬ کہ ناگاہ شوی بستہ در دام گور ‫ ‬ ۴۵ھ

5۲ مثنوی جنّت سنگھار۔ مملوکہ راقم (مائیکرو فلم از برٹش میوزیم)

5۳ مثنوی بہرام گور و بانوئے حُسن۔ از۔ امین ودولت۔ مرتبہ راقم۔ برائے ڈی لٹ ناگپور یونیورسٹی ۱۹۸۸ء)

آغاز :-

چوں کردم ایں سخن آغاز و اتمام
نہاد نام، بہرام و گل اندام

" داستان آغاز می شود، پادشاہِ روم از نداشتن فرزند در اندوہ بود۔ تا اینکہ خداوند بہ وی پسری داد " ہمہ ای مردم از شادی او شاد شدند۔ و در جشن شرکت جستند۔ شاہ زندانیان را آزاد کرد۔ و نام او را " بہرام " گذارد۔ چہار سالہ بہ مکتب رفت۔ دہ سالہ خط و صرف و نحو و منطق آموخت و پہلوانی زور مند گشت۔ تا روزی ہمراہِ پدر بہ شہر و کاخِ شاہی آمد۔ در بزم شرکت جست پدر را ورا پند ہای می دہد۔

بخواہم گفت پندت ہفت موزوں
بخوبی ہر یکی دُری است مکنوں
بہ عدل آراستہ شبستانِ چین را
گرفتہ ہیبتش روی زمیں را

پادشاہی بود در چین و وی را دختری بود چنیں و چناں بنام " گلندام " با ہزاراں دلختہ، سخن زیبائی او بگوش " بہرام " می رسد روزی در نخچیر گاہ پس آنکہ ہنر نمائی کردہ و شیر را می کشد خود را از سپاہ جدا می سازد بہ کوہی و کاخی می رسد در آنجا بخواب می رود۔ با پیر مردی روبرو می شود و نشانی ہائی از معشوق بدست می آرد۔ و بہ سوی چین راہ می افتد، پس از گذشت از دشت ہا و دشواری ہا و ستیز با دیوان و غول ہا بہ دلخواہِ خود می رسد۔ و در پایان بہرام شاہ ہمراہِ گلندام بر شہر خود بر می گردد و موردِ استقبال پدر قرار می گیرد و با عدل و داد سالہا شاہی می کند "۔ لہ

طبعی کی مثنوی کے داستانی خدوخال مندرجہ بالا مثنوی کے خلاصہ سے ہم آہنگ ہیں۔ دونوں داستانوں کے عنوانات بھی بڑی حد تک ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ ذیل میں " قصہ بہرام گور و دلآرام " گل اندام اور بانوئے حسن کا زمانی اور مکانی، بتدریج ترقی کا خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

لہ فہرست مشترک۔ نسخہ ہای خطی پاکستان از عارف نوشاہی ص ۱۳۹۵ (مثنوی بہرام و گل اندام) نمبر ۱۷۹۴ بنام باغِ ارم

قصّہ بہرام گور اور دلآرام، گل اندام و بانوئے حسن کا زمانی ومکانی بتدریج ارتقاء

ایران

(۱) شاہنامہ فردوسی — داستان بہرام گور

(۲) <u>ہفت پیکر</u> : نظامی گنجوی — سنہ ۶۰۶ھ م سنہ ۱۲۰۹ء

(۳) سام نامہ۔ خواجوی کرمانی — سنہ ۷۴۲ھ م سنہ ۱۳۴۲ء

[ہاتفی خراسانی — سنہ ۹۲۵ھ م سنہ ۱۵۱۹ء

ضیاء الدین نخشبی کی "گلریز" — سنہ ۷۲۵ھ م سنہ ۱۳۲۵ء]

(۴) ملّا عبد اللہ کاتبی "بہرام و گل اندام" — سنہ ۸۳۹ھ م سنہ ۱۴۳۵ء

(۵) امین الدین امینؔ سبز واری۔ "بہرام و گل اندام" — سنہ ۱۰۶۳ھ م سنہ ۱۶۵۲ء

(۶) امینؔ نامعلوم۔ "بہرام و گل اندام — (برٹش میوزیم لندن)

ہندوستان

(۷) امیر خسروؔ "ہشت بہشت" — سنہ ۷۲۵ھ م سنہ ۱۳۲۵ء

(۸) امینؔ و دولتؔ۔ "بہرام و بانوئے حسن" (دکنی اردو) — سنہ ۱۰۵۰ھ م سنہ ۱۶۴۰ء

(۹) ملک خشنود "جنت سنگھار" خسروؔ کی ہشت بہشت کا اردو ترجمہ (دکنی اردو) — سنہ ۱۰۵۶ھ م سنہ ۱۶۴۶ء

(۱۰) حافظ محمد فاضل سورتی۔ شاہ بہرام و بانوئے حسن (فارسی) — سنہ ۱۰۶۶ھ م سنہ ۱۶۵۵ء

(۱۱) طبعیؔ گولکنڈوی۔ "بہرام و گل اندام" (دکنی اردو) — سنہ ۱۰۸۳ھ م سنہ ۱۶۷۲ء

(۱۲) سعید الدین خاں سعید "بہرام و دلآرام" (دکنی اردو) ملک خشنود کی جنت سنگار کا خلاصہ۔

ان مثنویوں کے قصّے اور ہیروئنیں الگ الگ ہیں۔

۱۔ بہرام و دلآرام

۲۔ بہرام و گل اندام

۳۔ بہرام و بانوئے حسن۔

٭ ٭ ٭

اس کے علاوہ ضیاء نے کردی[1] (Kurd) بولی میں اس قصہ کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں فارسی نثر میں یہ قصہ ایران اور بمبئی سے شائع ہو چکا ہے۔ ۱۲۴۷ھ میں غلام احمد[2] نے امیر خسرو کی "ہشت بہشت" کا فارسی نثر میں خلاصہ تحریر کیا۔

---

[1] فہرستِ مشترک پاکستان کراچی۔ از عارف نوشاہی ص۱۳۹۶ / ص۱۳۹۷

[2] تذکرۂ مخطوطاتِ ادارۂ ادبیاتِ اُردو از زور: جلد دوم، سلسلہ نمبر ۲۶۶۔

ذیل کی مثنویوں میں کرداروں اور عنوانات میں اشتراک و مماثلت

خواجو کرمانی "سام نامہ" ۷۴۲ھ م ۱۳۴۲ء	امین سبزواری "بہرام وگل اندام" ۱۰۶۳ھ م ۱۶۵۲ء	طبعی گولکنڈوی ثم حیدرآبادی "بہرام وگل اندام" ۱۰۸۳ھ م ۱۶۷۲ء
۱۔ آغاز۔ کتاب سام نامہ ص۱۴۱		آغاز۔ مانند قطب مشتری۔ وجہی
۲۔ گفتار۔ درمتولد شدن		داستان بہرام گور
۳۔ سام نریمان		(متولد شدن بہرام گور)
بشکار ودویدنِ گوررا	رفتنِ بہرام بہ شکار	رفتنِ شاہ بہرام بشکارگاہ و
۴۔ رسیدن سام بایوان ودیدن		دور افتادن از لشکر
صورتِ پریدخت	روانہ شدن بہرام بطلب مطلوب	عنوان ندارد ولی در قصۂ
۵۔ رفتنِ سام نریمان	(بعد از دیدنِ نقشِ محبوب)	گنبد بانقش گل اندام است
باقلواد براہِ شہرِ چین	رفتنِ شاہ بہرام	
۶۔ رسیدن سام بکنارِ دریا کشتنِ	شہرِ چین بطلبِ گل اندام	رسیدن شاہ بہرام بآبِ دریا
سام نریمان اژدہارا۔		وجنگ کردن بانہنگ
۷۔ کشتہ شدنِ مکوکال دیو۔	دیو کشتنِ شاہ بہرام از چاہ	کشتنِ بہرام دیو سیاہ را
۸۔ رفتنِ سام بدربار	رفتن بہرام اندرونِ ملک	عنوان ندارد۔ ولی بہرام برای
فغفورِ چین	چین	قصد گل اندام۔ بہ فغفورِ چین
		می رود۔

۹- غزل خواندنِ سام بزیرِ حرم سرایِ پریدخت	غزل گفتنِ شاه بهرام	غزل گفتن شاه بهرام
۱۰ آمدن سام بپای قصر پریدخت		آمدنِ شاه بهرام بپایِ قصرِ گل اندام
۱۱ پنج مناظره ها میانِ سام و پریدخت	ده نامه ها میانِ بهرام و گل اندام	دو مکتوبات میان بهرام و گل اندام
۱۲- جنگ کردن بهرام با فرعین دیو	جنگ کردن بهرام با نوشاد	جنگ کردن شاه بهرام بالشکر بهزاد و باافرا دیو۔
۱۳- مناجات کردن سام	مناجات کردن بهرام	عنوان ندارد۔ ولے بهرام باخدا مناجات می کند

مثنوی بہرام و گل اندام کا خلاصہ

فارسی کی روایتی مثنویوں کی طرح طبعیؔ کی مثنوی بہرام و گل اندام کی ابتدا بھی حمد سے ہوتی ہے۔ طبعیؔ نے فارسی کی مشہور رومانی مثنویوں کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کی ہے۔ اس کے بعد مناجات کا باب ہے۔ جس میں طبعیؔ خدا سے دعا کرتا ہے کہ اس کی مثنوی کے اشعار میں حلاوت پیدا ہو جائے اور وہ غیر ذمہ دار ناقدین کی نکتہ چینی سے محفوظ رہے۔ طبعیؔ حمد کے بعد بارگاہِ نبوّت میں نعت شریف، اور شیعی عقیدے کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شان میں مختصر مگر جامع منقبت پیش کرتا ہے۔ ذیل کے اشعار میں طبعیؔ نے اپنے شیعی عقیدے کی نشاندہی کی ہے۔ ؎

مدد ہو ہر یک کام میں توں مجے
کہ میں پیر[1] کر جانتا ہوں تجے
تری مدح بن کچھ نہ دھرتا ہے کام
یو طبعیؔ ہے بن دام تیرا غلام

منقبت کے بعد طبعیؔ نے اپنے پیر و مرشد کی مدح میں شاندار قصیدہ لکھا ہے۔ اس قصیدہ میں وہ اپنے ممدوح سے روحانی اور ذہنی بالیدگی کے علاوہ صحیح رہنمائی کی خواہش کرتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہِ وقت ابوالحسن تاناشاہ کے گن گاتا ہے۔ ان اشعار میں داخلی شہادت کے طور پر طبعیؔ کہتا ہے کہ وہ ابوالحسن تاناشاہ کے شہر گولکنڈہ تم (حیدرآباد) کا زائیدہ ہے ؎

ترے شہر کا شاہ ہوں زایدا
ولے بخت نیں منج کوں کیا فایدا

---

[1] منقبتِ حضرت علیؓ سے ماخوذ۔

طبعؔی اپنے آپ کو بد قسمت سمجھتا ہے۔ وہ اپنی بد قسمتی اور ناقدری کا رونا روتا ہے۔ اور اپنا مدعا یوں بیان کرتا ہے۔ ؎

دکھا کر قدم اپنے دلشاد کر
یو غم دل تے طبعؔی کے برباد کر

طبعؔی نے اصل داستان کے آغاز سے قبل اپنے حقیقی و معنوی استاد ملک الشعرا "ملاّ وجہیؔ" سے خواب میں اپنی مثنوی پر داد و ستد کی تمنّا کی ہے۔ اور حوالہ کے طور پر وجہیؔ کی "قطب مشتری" سے چند اشعار پیش کیے ہیں۔

طبعؔی نے ملاّ وجہیؔ کے ایک شعر میں تضمین کی بھی جرأت کی ہے۔

طبعؔی — طبعؔی توں یو کام کر اختیار
کر رہے تا قیامت ترا یادگار

وجہیؔ — " آتا قطب کی مدح کر اختیار
جو رہے یو قیامت تلک یادگار " — از قطب مشتری

حکایتِ بہرام گور کے اصل قصہّ کی ابتدا ایک سو ۱۶۰ سولھویں شعر سے شروع ہوتی ہے طبعؔی نے یہ قصہّ ایک بزرگ اور تجربہ کار راوی کی زبانی بیان کیا ہے۔ کہانی اس طرح شروع ہوتی ہے۔

روم کے شہر میں ایک سخی اور شان شوکت والا بادشاہ تھا جو کشورِ روم کہلاتا تھا۔ کشور روم کے تخت و تاج کا کوئی وارث نہیں تھا۔ وہ نہایت مغموم اور دلگیر تھا۔ ؎

اگرچہ وہ شاہ جہانگیر تھا
نہیں ہے کہ فرزند دلگیر تھا

ایک عرصہ بعد اللہ نے اس کے یہاں اولاد بخشی۔ کشور روم نے اپنے بیٹے کا نام نجومیوں کے مشوروں کے مطابق " بہرام "، رکھا جو بعد میں گور "Onager" کے شکار کے شغف میں بہرام گور کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نونہال نے روز افزوں ترقی کی۔ پانچ برس کی عمر میں بہرام کو مکتب میں داخل کیا گیا۔ اس نے قبل از وقت تمام علوم و فنون پر دستگاہ حاصل کر لی۔

یتا علم بہرام کوں یاد تھا
کہ شاگرد تھی عاجز استاد تھا

ایک روز کا ذکر ہے کہ شاہ کشور نہایت خوش و خرم تھا۔ وہ حرم سے دیوان خانہ میں آیا۔ بہرام کو مدعو کیا اور شراب و شباب کی محفل آراستہ کی۔ بہرام نے شاہ کشور کو مست و خرّم دیکھا تو ماحول کے مطابق ایک غزل پڑھی۔ جس کے مقطع میں اس نے بادشاہِ وقت پر عقیدت و نیاز مندی کے پھول برسائے۔ ؎

اچھے لگ گگن ہور زمین پر قرار
تیرے پگ پو قربان بہرام اچھو

شاہ کشور نے بہرام کو خوب داد دی۔ بہرام نے بھی شرابِ دو آتشہ کا جام نوش کیا۔ بہرام کی سعادتمندی سے خوش ہو کر شاہ کشور نے اسے سات پند دیئے[1] تاکہ وہ سلطنت کی باگ ڈور اچھی طرح سنبھال سکے۔ ؎

ہر یک پند میرا سو یک گنج ہے
سُنے گا تو تج کوں نکچ رنج ہے

شاہ کشور بہرام گور کو پہلے پند میں "رعیت پروری"
دوسرے میں "شجاعت و شمشیر زنی"
تیسرے میں "خزانہ اندوزی"
چوتھے میں "دور اندیشی"
پانچویں میں "نیک و بد کی تمیز"
چھٹے میں "سخاوت"
اور ساتویں میں "عفو و ترحم" ——
—— کی ترغیب دیتا ہے۔

بہرام نے نہایت تپاک کے ساتھ باپ کی نصیحتیں سُنیں اور کورنش بجا لایا۔ بادشاہ نے

---

[1] شاہ کشور کے دیے گئے پند "قابوس نامہ" از۔ امیر ابو المعالی بن کیکاؤس وشمگیر کے نصائح کی بازگشت معلوم ہوتے ہیں۔

بہرام کو مرصّع تاج پہنایا۔ ایک سفید اور گہرے نیلے رنگ[1] کا گھوڑا بہرام کو عنایت فرمایا۔ جس کا نام "جہاں روپیا" تھا۔ اسی کے ساتھ بہرام کو سارا ملک، اور دھن دولت بخش دی۔

بوڑھے راوی نے قصّہ کو طول دیا۔ اور چین کے بادشاہ فیصور قیصر کی بیٹی "گل اندام" کے حُسن و جمال کی داستان چھیڑ دی۔ ؎

کہ ہے اس پری کا گل اندام نام
خدا حسن اس کوں دیا تھا تمام

"گل اندام" دستور کے مطابق ہر عید کو جھروکے میں آتی اور اپنے جلوؤں سے ہزاروں کو نیم بسمل کر جاتی۔ اس کے ان گنت عاشقوں نے محبوب کی دید کے لیے اونچے اونچے مینار تعمیر کر ڈالے تھے۔ ؎

جکوئی بہوت عاشق ہوا ہے سو اُو
بندے ایک گنبد جیوں آسماں اُو

حتیٰ کہ گنبدوں کی بہتات کے باعث آسمان پر جنون طاری ہو گیا تھا۔ ؎

ہوئے شہر میں بہوت یو گنبداں
دیوانا ہوا دیک کر آسماں!

گل اندام کے بے مثال حُسن کے سحر طراز بیان نے بہرام گور کو والا و شیدا بنا دیا۔ دوسرے روز "بہرام گور" نے شاہی دربار میں حاضری دی اور بادشاہ سے مرغزاروں میں صید و شکار کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے بڑے چاؤ سے روانہ کیا۔ گھنے جنگلوں میں اچانک ایک وحشت ناک شیر نمودار ہوا۔ بہرام نے بہادری سے اس شیر کا مقابلہ کیا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے جبڑے پکڑ کر دو ٹکڑے کر دئے۔ [تخت کے حصول کی خاطر بہرام نے دو گرسنہ شیروں کو ہاتھوں سے پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا[2]]

جیوں او یاگ اڑ زمین پر پڑیا
گگن کا "اسد" تھر تھرا گر پڑیا

---

[1] کُمیت: سفید گردن اور گہرے نیلے رنگ کا نہایت رفتار گھوڑا۔

[2] تاریخ طبری محمد بن جُریر۔ ترجمہ از بلعمی اور شاہ نامہ ثعلبی۔ از ثعلبی۔

اچانک جنگل میں ایک خوبصورت ہرن نمودار ہوا۔ بہرام نے "جہاں رو پیما" کو ایڑ لگائی۔ وہ ہوا سے باتیں کرتا ہوا لشکر سے دور ہو گیا۔ [بہرام کی داستان میں یہ قصہ ہندو دیو مالاؤں سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ راون کے بھیجے گئے ماریچ نامی دیو نے سونے کا ہرن بن کر اسی طرح سیتا جی کو دھوکا دیا تھا۔]

بہرام گور چھ دنوں تک مارا مارا پھرتا رہا۔ چھٹے روز اسے جنگل میں ایک فلک بوس پہاڑ دکھائی دیا۔ ؎

چھٹے دیس بعد از دیسیا ایک راہ
دیسیا ایک صحرا میں ڈونگر سیاہ

بہرام اس سیاہ کوہِ بے ستون پر فرہاد کی مانند چڑھ گیا۔

فلک اپنے داتاں میں انگلی لڑیا
کہ فرہاد نے بی ستوں پر چڑیا

سیاہ پہاڑ پر بہرام کو ایک اونچا گنبد نظر آیا۔ بہرام نے گنبد میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا۔ جو ایک تراشیدہ بُت کو دیکھنے میں مستغرق تھا۔ بہرام اس مورت کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ ؎

او گنبد منے ایک مورت اتھی
وَلیلیٰ ہمن پاک صورت اتھی
اُسے شاہ بہرام نے دیک کر
پڑیا بھیئں کے اُپر ال ہو بے خبر

گنبد کے بوڑھے عاشق نے بہرام کو سچّا عاشق پایا۔ اور اس پر مہربان ہوا۔ عرقِ گلاب چھڑک کر اسے ہوش میں لایا۔ اور اس ویرانے میں آنے کی وجہ دریافت کی۔ بہرام نے مدعا بیان کیا۔ پھر نہایت عاجزی سے گنبد کے حسن و جمال سے متعلق اُس بوڑھے سے پوچھا۔ بوڑھے نے کہا۔ "یہ ایک طویل قصہ ہے۔"

بوڑھے نے داستان جاری رکھی۔ اس نے کہا کہ ایک معزز اور امیر تاجر ترکستان سے کاروبار کے لیے چین پہنچا۔ اس نے عید کے روز گل اندام کا سحر طراز جلوہ دیکھا۔ پھر وہ تاجر اس پہاڑ پر آ پہنچا۔ تمام مال و زر کی لاگت سے یہ گنبد بنوایا۔ اس میں گل اندام کا بت آویزاں کیا۔

اور آج تک اس کے وصال کی تمنّا میں مجنوں بنا ہوا ہے ۔ یہ بوڑھا وہی عاشقِ دلگیر ہے ۔

میسّر نہیں کچ شہنشہ وصال
خیالی کیا مج کوں اُس کا خیال

بوڑھے سوداگر نے بہرام کو لاکھ سمجھایا کہ کئی شہزادے اس ٹوہ میں جان گنوا چکے ہیں ۔ بہتر ہے کہ وہ اپنے باپ کے پاس جائے اور ایک لشکرِ جرار کے ساتھ شاہِ چین پر حملہ کر کے اپنا مقصد حاصل کر لے ۔ یہ سُن کر بہرام پیچ و تاب کھانے لگا اور اس نے بوڑھے سوداگر کے سامنے قسم کھائی کہ ؎

میں عاشق ہوں سنتا ہے اے پیر مرد
کر لشکر مرا پیچ ہے رنگ زرد
منجے ہے[1] سوں[2] باپ کے سیر[3] کی
منجے سوں ہے خنجر و شمشیر کی
مرے ہات میں اوپری آئے باج
رکھوں تا میں اپنے سر اُپر ال تاج

بوڑھے نے بہرام کو آگاہ کیا کہ ایک سال کے خشکی و دریائی سفر کے بعد وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے گا ۔ بہرام نے شاہی لباس اتار دیا اور دوسرے دن بوڑھے سوداگر کو الوداع کہا ۔ راستہ میں بادصرصر کے ذریعہ بہرام نے اپنے باپ کو یہ پیغام بھیجا ۔ ؎

مرے باپ کوں بول اے باؤ توں
کہ بہرام دیدار خاطر گیا

---

[1] نسخہ: الف = منجے سوں ہے اس باپ کے سِر کی ۔
ب = " " " " پاک " "

[2] قسم ۔ [3] سر ۔ [4] اوپر ۔

؎ سنسکرت زبان کے مشہور شاعر کالیداس نے (میگھ دوت) اپنی محبوبہ کو بادلوں کے ذریعہ محبّت کا پیغام بھیجا تھا ۔ طبعیؔ نے ہندوستانی عنصر میں یہ اضافہ کیا ہے ۔ بادل کی بجائے طبعیؔ نے "بادصرصر" کو پیغامبر بنایا ۔

ایک ماہ کے متواتر سفر کے بعد بہرام دیوؤں کے نرغے میں پھنس گیا۔ بہرام کو ایک بہشت نما محل نظر آیا۔ اتفاق سے وہاں کے چھ دیو ہیکل پریزاد (صیفور۔ شماس، صیغور، قمطال، سام، اور حمیطا) سیر و شکار پر گئے ہوئے تھے۔ بہرام کو اس باغ میں ایک خالی دُکان نظر آئی۔ اس نے "جہاں رد پیما" کو ایک درخت سے باندھا اور تلوار سرہانے رکھ کر دُکان میں آرام کرنے لگا۔ سمن بو جھروکے سے بہرام کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے دلآرا دائی کو بلایا اور اسے بہرام کے پاس بھیجا۔ اور ایسی خطرناک جگہ آنے کا سبب دریافت کیا۔ دائی نے بہرام کو دیو صفت پری زادوں کے خطرے سے آگاہ کیا۔

بہرام نے دلآرا کو سمجھایا کہ وہ بہادر اور طاقتور ہے۔ اسی اثنا میں وہ دیو پیکر بھائی آپہنچے۔ اِن آدم خوروں نے بہرام پر حملہ کر دیا۔ بہرام نے ایک کے بعد ایک اِن دیوؤں کو کمند میں باندھ دیا۔ بہرام انھیں قتل کرنا چاہتا تھا کہ سمن بو نے اُسے شہنشاہ کشور کے پند و نصائح یاد دلائے۔ اور اپنے بھائیوں کے لیے رحم و عفو کی خواستگار ہوئی۔ ؎

سمن بو جھروکے منے مار ہانک | شہنشہ کوں بولی نکو مار بانک
اگر باپ کا پند بسریا نہ تنک | نکو توں بسر شاہ حق نمک
تجے یاد نیں کچ شہہ سربلند | دیا تھا سو دیوان خانہ میں پند
میں اس وقت پر شاہ حاضر اتھی | غلط نیں مری بات جیتسر یتی
کیا رحم کر زیر دستاں اوپر | نصیحت جنے باپ کی یاد کر

صیفور دیو نے تمام بھائیوں کے ساتھ بہرام گور کی تاحیات بندگی قبول کی۔ دیوؤں نے بہرام کے استقبال کے طور پر شاہی ضیافت کا انتظام کیا۔ بہرام نے جام چھلکائے اور مستی کے عالم میں "گل اندام" کو یاد کیا۔ صیفور نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر بہرام سے سیاہ دیو کی شکایت کی۔ بہرام سیاہ دیو کو سزا دینے کنویں میں گیا۔ اسے نیند سے بیدار کیا اور پھر اسے قتل کر دیا۔ ظالم سیاہ دیو کے پنجے سے مُلک شام کی شہزادی جہاں افروز کو بچایا۔ اور اس کی شادی صیفور دیو سے کر دی۔

بہرام نے اپنے اگلے سفر کا آغاز نہایت بیتابی سے کیا۔ اس سے قبل صیفور اور اس کے

ے اسے افزا (افرع) دیو بھی کہا ہے۔ خواجوی کرمانی کے یہاں اس دیو کا نام "زرعبن" ہے۔

بھائیوں نے اپنے سروں کے بال پیش کیے اور وعدہ کیا کہ جب بھی وہ انھیں نذرِ آتش کرے گا۔ وہ بہرام کی مدد کو حاضر ہو جائیں گے ۔ ے

اچھے شہ اگر تج کوں ہمنا تے کام
جلا آگ میں بال او نیک نام
ہمیں آئیں گے غیب تے ترے پاس
ترا بھوت دہر تے اہیں شاہ آس

بہرام نئے سفر پر گامزن ہوا۔ اُسے راستہ میں ایک دلکش باغ نظر آیا۔ اس باغ نے "گل اندام" کی یاد تازہ کر دی ۔ ے

یو جھاڑ ہور چشمہ ہے آرام کا
کہ جاگا ہے خالی "گل اندام کا

بہرام کی آنکھوں سے ساون بھادوں برسنے لگا۔ وہ اپنی بے کیف زندگی پر افسوس کرنے لگا۔ ے

یو کیا زخم ہے اس کوں مرہم نہیں
یو کیا مرگ ہے اس کوں ماتم نہیں

بہرام روتا بیٹتا جہاں روپیا پر سوار ہوا۔ اور رات دن سفر کی زحمتیں اٹھانے لگا۔ آگے چل کر اسے دریا نظر آیا۔ جہاں کشتی اس کی منتظر تھی۔ بہرام تے "جہاں روپیا"، کو بھی ساتھ لے لیا۔ کشتی میں بہرام کی ملاقات مفتاح نامی سوداگر سے ہوئی۔ جو اپنا مال واسباب چین لے جارہا تھا۔ اچانک ایک قوی ہیکل مگر مچھ نے کشتی پر حملہ کر دیا۔ بہرام تے نہایت جواں مردی کے ساتھ اس مگر مچھ جیسی بلا کو ٹھکانے لگایا۔ اور سارے مسافروں کو پریشانی سے نجات دلائی۔ ے

نتھا او مگر تھا عجائب بلا
پسار یا تھا موں او جوں اژدہا

بہرام کا دریائی سفر تین ماہ تک جاری رہا۔ چوتھے مہینہ کشتی لنگر انداز ہوئی۔ بہرام نے جہاں روپیا کو کشتی سے اتارا اور مسافروں کو الوداع کہتے ہوئے آگے چل پڑا۔

⁂ ⁂ ⁂

جہاں پائمالشہ چلانے لگیا
پکڑ چین کی باٹ جانے لگیا

دور دراز سفر کے بعد بہرام چین کی سرحد کے قریب پہنچا۔ ؎

کتک دیس بعد از گیا چین کوں
پشانی کی سب کھول کر چین کوں

بہرام نے چین کی سرحد کے پاس ایک لشکرِ جرّار دیکھا۔ جو چین پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ یہ لشکر بلغار کے بادشاہ بہزاد کا تھا۔ چین کا "قیصور" اپنی بیٹی "گل اندام" کی شادی بہزاد سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا بہزاد نے انتقاماً دھاوا بول دیا تھا۔

بہرام نے اپنی بدبختی کا رونا رویا۔ اور سرحد پار ایک بتخانہ میں اپنے ہتھیار چھپا دیے۔ بتخانے کے "ستّار" نامی بوڑھے نے اس کی پذیرائی کی۔ ؎

اتھا شہر کے باہر بتخانہ ایک
بچارا بڈھا مرد تھا اس میں ایک
اتھا نام ستّار اس پیر کا
او دیوں کی بستی میں کے شیر کا

بہرام نے اپنے تمام ہتھیار "ستّار" کی تحویل میں دیے اور نمد (اونی کمبل) اوڑھ کر دشمن کی فوج میں خفیہ طور سے داخل ہوا۔ تاکہ وہ اس کی طاقت کا اندازہ لگا سکے۔ ؎

لے بہزاد کا بھید بہرام شیر
پھریا، واں سوں دیوں میں آیا دلیر

بہرام نے خود کو ہتھیاروں سے لیس کیا۔ صیفور اور اس کے بھائیوں کے بال جلا کر اپنی مدد کے لیے طلب کیا۔ [بہرام گور داستانِ حُسن بانو میں زلزلہ دیو کے مقابلہ میں سفید دیو اور اس کے تمام بھائیوں سے اسی طرح مدد لیتا ہے۔]

سارے دیو آن کی آن میں جمع ہو گئے۔ اور بہزاد کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ شاہ بلغار شبخوں کی تاب نہ لاسکا۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد بہزاد مارا گیا۔

صیفور دیو نے فتح کی خوشی میں بہرام کی برچھی کا پھل توڑ کر بہزاد کے کٹے ہوئے سر میں پیوست کیا۔ اور قلعہ چین کے صدر دروازہ کی طرف فلاخن کے ذریعہ اچھال دیا۔ تاکہ "قیصور" چین کو

بہرام کی آمد اور فتح کی اطلاع مل جائے ۔

شاہِ چین نے جب قلعہ کا دروازہ کھولا تو اسے لاشوں کے پشتے نظر آئے ۔ شاہِ چین نے وزیرو سے اس بہادر کی تفصیل پوچھی ۔ ؎

کریو کون بہرام ابدال ہے

کہو کون یو رستم زال ہے ؟

وزیروں نے برچھی کا پھل بادشاہ کو پیش کیا ۔ اور کچھ نہ کہہ سکے ۔ بہزاد کے قتل کے فوراً بعد بہرام اس جزیرہ سے روانہ ہو کر سیدھے "گل اندام" کے محل کے قریب پہنچا ۔ جہاں پر گل اندام کا جلوہ دیکھنے کے لیے بھیڑ اکٹھا تھی ــــ تین دن کے صبر و قرار کے بعد گل اندام دریچہ میں جلوہ افروز ہوئی ۔

گل اندام نے تین دن بعد ازاں

دریچہ کوں کھولی کہ ادناگہاں

سورج ناد' دیدار دکھلا دیں گی

جلا کر یو عالم کوں پھر جاویں گی

بہرام، حُسن کی جلوہ طرازیوں کی تاب نہ لا سکا ۔ اور ہوش گنوا بیٹھا ۔ ؎

پڑیا بھئیں پو بہرام نے دیک کر

کہ جیوں چھاتوں بیتاب ہو بے خبر

بہرام تے ایک سال اسی حالت میں گذارا اور "گل اندام" کے محل کے نیچے جبّہ سائی کرتا رہا ۔ البتہ وہ ایک ماہر کمند انداز تھا ۔ وہ ہر رات کمند کے ذریعہ محل کی دیواروں کو پار کر اور اپنے محبوب کے عشوہ و ناز کا لطف اٹھاتا ۔ ؎

محل میں اُدھی رات جاتا اَچھے

ادسی باٹ تے پھر کو' آتا اَچھے

عاشق و معشوق کے اس راز سے صرف اللہ باخبر تھا ۔ بہرام کی دیوانگی دیکھ کر گل اندام اس پر سو جان سے قربان تھی ۔ ؎

گل اندام ہوئی شاہ پر مہربان

اپس پر دیوانا اہے کر چھپان

اسی دوران چین میں نئے سال کا آغاز ہوا ۔ نوروز کی رسومات شروع ہوئیں ۔

احباب نے مٹھائیاں ایک دوسرے کو تحفہ میں بھیجیں۔ ؎

اتھا چین میں رسم نوروز کا
طبق دوستاں بھیجتے جا بجا

گل اندام نے دولت نامی کنیز کے ساتھ مٹھائیوں کے طبق سہیلیوں کو روانہ کیے۔ دولت ایک طبق لے کر بہرام کے پاس گئی۔ بہرام نے اس سے منّت سماجت کی۔ اور ایک قیمتی انگوٹھی[1] مٹھائی کے طبق میں چھپا دی۔ یہ انگوٹھی گل اندام کے ہاتھ آئی۔ گل اندام نے دولت سے استفسار کیا کہ یہ انگوٹھی کس کی ہے۔؟

کہی او دیوانہ گنوا عقل و ہوش
کھڑا ہے سو میدان میں خرقہ پوش

گل اندام دولت کوں کچھ نہ کہی
سنی بات سو مسکرا کر رہی

گل اندام نے ایک مکّار دائی کو بہرام کا حسب نسب دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ اور اس محل تک آنے کی وجہ پوچھی۔ دائی نے دوبارا دولت کنیز کو بہرام کے پاس مزید پوچھ تاچھ کے لیے بھیجا۔ اس پر بہرام نے جواب دیا۔ ؎

منجے نام کچ نیں گم نام ہوں
دیوانا پریشان بد نام ہوں

کیا عشق حیراں گرفتار منج
نہیں کوئی اس ٹھار پر یار منج

بہرام، چالیس قیمتی موتیوں کا ہار دولت کنیز کو نذر کرتے ہوئے استدعا کرتا ہے کہ وہ اس کا "فراق نامہ" گل اندام تک پہنچائے۔ ؎

کیا سو قلم شاہ نے ہات میں
یو دیتاگ نامہ لکھیا سات میں

---

[1] یہ بھی ایک ہندوستانی رسم ہے۔ اسے راس کھیلنا کہتے ہیں۔ آج بھی ہندوؤں کے یہاں بلکہ مہاراشٹر کے دیہاتوں میں شادیوں میں یہ رسم پائی جاتی ہے۔

غزل کے شعر میں بہرام یہ باور کراتا ہے کہ گل اندام کو اس کا امتحان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ؎

منجے کیا دیکھے آزماں گل اندام
پرانا ہوں، نہیں عاشق نوا میں

جواب میں گل اندام بہرام کو شاہ بلغار کے حشر سے آگاہ کرتی ہے۔ اور انجانے طور پر بہرام کی ہمّت وجوانمردی کے گن گاتی ہے۔

گگن پرتے بہرام یک بار اوتر
سراس کا سٹیا تیغ تے کاڑ کر

گل اندام اپنی مجبوری کا اظہار غزل کے شعر میں کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے۔

تیرا دل ہوا پھوڑا دکھوں تے
نہیں اس زخم کا منج پاس مرہم

تقریباً چھ سو اشعار کے بعد بہرام گور کی داستان کا ربط اس سلسلہ سے ملتا ہے جہاں سے اس کا آغاز ہوا تھا۔

ادھر کشور روم کے وزیروں نے بہرام کے گم ہو جانے کی اطلاع دی۔ جو ایک خوب صورت ہرن کے پیچھے جنگلوں میں غائب ہو گیا تھا۔ شاہ کشور نے بہرام کی تلاش پر انعام مقرر کیا۔ ؎

اگر لاوے بہرام کا کوئی خبر
اُسے دیوں یک شہر انعام کر

شاہ کشور کے پاس ایک نہایت چالاک سوار بنام شبرنگ عیّار تھا جو عقلمند اور ہوشیار تھا۔ ؎

ادبھو تیج عاقل خبردار تھا
کہ اس نام شبرنگ عیّار تھا

رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں شبرنگ عیّار راستہ بھٹک کر اسی پہاڑ پر پہنچا جہاں کہ بوڑھا عاشق گل اندام کی مورت کی برسوں سے پرستش کر رہا تھا۔ بوڑھے نے بہرام کی گمشدگی کی خبر سنی اور شبرنگ عیّار کو بتایا کہ اسی حلیہ کا ایک نوجوان چین کی طرف گیا تھا۔ ؎

عجب (نیں) گیا او اچھے چین کوں
اسے شاطر توں بیگی دے جا واں لگوں

شیرنگ بوڑھے عاشق کے ہمراہ شاہ کشور کے پاس پہنچا۔ بوڑھے نے سارا ماجرا شاہ کشور سے بیان کیا۔ ے

حکایت بڈھا بول بہرام کا
کیا رام کانی گل اندام کا
(کہانی)

بُڈے تے سنیا شاہ جب یو بچن
دیا مال لئی ہور مانک رتن

شاہ کشور کے دربار میں ایک دانشور وزیر بنام مہندس[5] تھا۔ بادشاہ نے اسے اپنا سفیر بناکر چین کے قیصور کے پاس بیش قیمت پیش کش کے ساتھ روانہ کیا۔ اور اس کے ہمراہ شاہی مکتوب بھی حوالے کیا۔ ے

کیا نامہ لِک شاہ قیصور کوں
بزرگی ستی چین کے دھور کوں

سفارش بہوت شاہ بہرام کا
بزاں خواستگاری گل اندام کا

لیا حکم تے شہ کے خامہ دبیر
لکھا چین کے شہ کوں نامہ دبیر

خبرنگ عیّار اور مہندس چین کی طرف روانہ ہوئے۔ مہینوں کے سفر کے بعد وہ چین پہنچے۔ حاجب نے قیصور چین کو مہندس کے آنے کی خبر دی۔ قیصور نے دانشور گنجور کو مہندس کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔

کیا جا مہندس کے توں سامنے
تواضع بہوت دے کو، لا گھر منے

---

5. مہندس : انجینئر (فارسی)

شاہ قیصور نے مہندس کو بہرام کی برچھی کا پھل دکھایا۔ اسے دیکھ کر مہندس کو بہرام کے چین میں ہونے کا یقین ہو گیا۔ ؎

مہندس کیا شاہ پایا نشاں
کہ یو شاہ بہرام کا ہے نشاں

چین میں بہرام کے سراغ کے لیے عام اعلان کیا گیا۔ سوئے اتفاق سے شبرنگ عیّار بہرام کی تلاش میں گل اندام کے محل کے نیچے پہنچا اور اسے نمد میں پہچان لیا۔ فوراً یہ خوشخبری قیصور چین کو دی گئی۔

شاہ قیصور نے نہایت تزک و احتشام سے بہرام کو شاہی دربار میں لانے کا حکم دیا۔ بہرام کی حالتِ زار دیکھ کر گل اندام بے ہوش ہو گئی۔

ایس' میں اپی وہیج مدہوش ہوئی
یو پرہ کی گھیری تے بے ہوش ہوئی

ولے حال اپنا کسے نا کہی !
شرم تے لہو گھوٹ کر چپ رہی

مہندس نے بہرام کو شاہی لباس پہنا کر گل اندام کے باغ میں لے گیا۔ بہرام نے تخلیے کا حکم دیا۔ تنہائی میں اس کا ہمراز صرف گل اندام کا تخت تھا۔ بہرام نے اپنی مجبوری کا رونا رویا۔

ہو دلگیر شاہ آپنے بخت تے
لگیا بات کرنے کوں یوں تخت تے

بے جان تخت نے بھی فریادی بن کر کہا۔ ؎

گل اندام کے پانوں پڑتا ہوں میں
قدم کے تلے اُس کے رُلتا ہوں میں

اسی اثنا میں مخبر دار نے بہرام کو شاہ قیصور کے آمد کی خبر دی۔ بہرام اس کے استقبال کے لیے باہر آیا۔ شاہ قیصور اسے شاہی محل میں لے گیا۔ جہاں پر عیش و عشرت کی محفل گرم تھی۔

دوسرے دن بہرام نے اپنی قیام گاہ پر عیش و طرب کی مجلس آراستہ کی۔ اور مہندس کو اپنی وارداتوں سے آگاہ کیا۔ مہندس نے مشورہ دیا کہ دانشور گنجور کو گل اندام کی خواستگاری

کے لیے بھیجا جائے۔

اگر بات سن شاہ بہرام کا
عروسی کرے تو (ں) گل اندام کا
بہوت خوب ہے اے شہہ نامدار
وگرنا کیا تو، کتا ہوں بچار

بہرام اس کے حق میں نہیں تھا کہ وہ اپنے محبوب کے ملک کو تباہ و برباد کرے۔

کیا شاہ نہیں عاشقی میں روا
کہ معشوق پر جا کو ماروں لڑوا

یو بہتر ہے میں دوستداری کروں
گل اندام کی خواستگاری کروں

دانشور گنجور نے بہرام کا پیغام قیصور چین تک پہنچایا۔ شاہ چین نے کچھ توقف کے بعد جواب دیا۔

کہ بہرام میرا سو فرزند ہے
جگر گوشہ ہے ہور دلبند ہے
منجے کوئی بیٹا جواں بخت نئیں
کہ بعد از مرے صاحب تخت تئیں
جگت میں رہتا نئیں کوئی برقرار
بھلا ہے کہ یو تخت دیوؤں یادگار

شاہ چین نے مزید کہا کہ سارا معاملہ اس کی دختر کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ راضی ہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

ولے کام بیٹی کے ہے ہات میں
منجے کام کچ نئیں ہے اس بات میں
اگر او قبولے تو راضی ہوں میں
خبر جا کو بہرام سوں بول تئیں

دانشور گنجور نے بہرام کو مژدۂ جانفزا سنایا۔ بہرام نے صیفور کی بہن سمن بو اور جہاں افروز

پری کو اس کارِ خیر کے لیے طلب کیا۔ دونوں پریاں گل اندام کے پاس عندیہ لینے گئیں۔
گل اندام نے عفت مآب دختر کی طرح اپنی قسمت کا فیصلہ باپ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ ؎

سمن بو، ہوئی تنہائی سوں یار میں
نہیں باپ کی بات سے دور میں

قبولیا اچھنیگا توں قیصور آج
میں راضی ہوں میرا نہیں ہے علاج

سمن بو تیزی سے اُڑی اور بہرام کو گل اندام کا مژدہ سنایا۔ ؎

"گل اندام راضی ہے بہرام کوں"
شہنشاہ کے کان میں جا ہلوں

منجموں نے بہرام و گل اندام کے عقد کا موزوں وقت ڈھونڈ نکالا۔ اور قاضی نے وقت مقررہ پر دونوں کا عقد کر دیا۔ ؎

دیکھیا جیو نکہ قاضی (نے) تشریفِ نقد
بندیا مشتری سات زہرا کوں عقد

مہمانوں کی خاطر تواضع اور طعام و قیام کا نہایت اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا گیا۔ رسم کے مطابق مہندس نے ہزاروں بیل گاڑیاں روانہ کیں۔ اس کے علاوہ ہمہ اقسام کے میوہ جات عود و عنبر[1] سات ہزار اونٹوں پر لاد کر بھیجے گئے۔
قیصور چین نے اپنی بیٹی کو جہیز کے علاوہ ملک چین بھی دے دیا۔ ؎

گل اندام کے جہیز میں چین دیا
ولایت تمام اور ماچین دیا

ایرانیوں کی رسم کے مطابق بہرام نے نوعروس کو گود میں اٹھایا۔ اور نگینہ محل کے حرم تک لے گیا۔ ؎

ادچا گود میں لے کو عاروس کوں
نگینے محل میں لے آئے ہلوں

---

[1] بہرام و گل اندام۔ از طبعی۔ شعر ۱۲۵۵ تا ۱۲۶۵

شبِ عروسی کی خاطر گل اندام کا سولہ سنگھار کیا گیا۔ گنجور عاقل نے بارات کا اہتمام کیا ہے

گیا بیگ گنجور بہرام پاس
بڑے مول کا پین کر یک لباس

کیا شاہ بہرام سر گشت ہے
نگینے محل میں چلو گشت ہے

بڑی رات ہے آج کی رات یو
مٹھی جیونکہ البوچ بانات یو

چاروں طرف قوالوں اور کسبنوں کے گیتوں نے ماحول کو خوشگوار بنا دیا۔ آتشبازی سے آسمان روشن ہو گیا۔ شب گشت کے خاتمہ پر دلہن کی سہیلیوں نے جلوہ کی رسم ادا کی ہے

مشاطہ کھڑا ہو کو پردا پکڑ
ہوئے نیں تلک دور، جلوا دے کر

او عاشق اوّل دور پردا کیا
او پھولاں کی ڈیری اٹھا کر گیا

اس کے بعد شب زفاف کا تمثیلی بیان ہے۔

اس میں استعارے اور کنایہ کا نہایت اچھوتا استعمال ہے۔ بالآخر بقول طبعیؔ بہرام نے وصال یار کا گوہرِ مقصود حاصل کیا۔ ساری مخلوق نے اس کی شجاعت اور ثابت قدمی کی تعریف کی ہے

لیا شاہ بہرام نے کوٹ تو
(قلعہ)
سنیا سو کیا خلق شاباس سو

بہرام نے غربت میں بادشاہت حاصل کی۔ اسے وطن چھوڑے عرصہ ہو چکا تھا مقاصد کی حصولیابی کے بعد اسے ایک سچّے وطن پرست کی طرح اپنے ملک و والدین کی یاد ستانے لگی۔ اس نے خواب میں اپنے ضعیف باپ کو بیمار دیکھا۔ ہے

دیکھیا خواب میں باپ بیمار ہے
ضعیف ہور باریک جوں تار ہے

بہرام نے قیصور چین سے مراجعت کی اجازت طلب کی۔ اور گل اندام کو ساتھ لے کر بادِ صبا کے دوش پر وطن (روم) پہنچا۔ اور والدین کی قدمبوسی کی سعادت حاصل کی۔ ہے

پڑیا ماں ہور باپ کے پاؤں جا
گل اندام کوں لاکو قدماں پوجا
دیکھے جیوں کہ ماں باپ فرزند کوں
سینے سوں لگائے اُچا چیوں تیوں

شاہِ روم کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوا۔ اور بہرام گور تاج اور ملک کا وارث بنا۔

کتک دیس بعد ازاو کشور موا
ہوا شاہ بہرام نے بادشا

خاتمہ کے طور پر طبعی نے سات اشعار نظم کیے ہیں۔ جن میں تاریخِ تصنیف، تعداد اشعار کے ذکر کے علاوہ اس بات کا اعلان ہے کہ اس نے یہ مثنوی فقط چالیس دنوں میں منظوم کی۔

دعائیہ اشعار پر مثنوی کا اختتام ہوتا ہے۔ ؎

یو نامہ پڑیں گے تو بہر خدا
پڑو فاتحہ نام لے کر مرا

یو نامہ کوں طبعی کیا ہے تمام
بحقّ محمد علیہ السّلام

(نوٹ) دراصل بہرام کی کارگزاریاں اس کے باپ کی سات نصیحتوں کو منشرح کرتی ہیں۔ اس مثنوی میں کل ۱۳۳۹ اشعار ہیں۔

مثنوی بہرام وگل اندام کا تنقیدی مطالعہ

طبعی کی "مثنوی بہرام وگل اندام" کو دُنیائے ادب سے پہلی بار متعارف کرانے کا سہرا دکنی ادب کے بے لوث خادم ڈاکٹر محمد اکبر الدّین صدیقی (حیدرآباد) کے سر ہے۔ مفصّل مقدمے اور تقابلی متن کے ساتھ راقم اس مثنوی کو ناقدینِ ادب کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔ دکنی ادب کے نامور محققین نے اس قدر نشاندہی کی تھی کہ طبعی کا یہ شعری کارنامہ کسی فارسی مثنوی کے زیر اثر لکھا گیا ہے۔ راقم نے تحقیق و تدقیق کے بعد اس فارسی مثنوی کا سُراغ لگالیا ہے۔ گذشتہ ابواب میں اس کے تعلق سے سیر حاصل بحث ہوچکی ہے۔ فی الوقت اس مثنوی کے دو قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ ایک نسخہ برٹش میوزیم لائبریری لندن کی ملکیت ہے۔ اور دوسرا آندھرا پردیش گورنمنٹ اورینٹل مینسکرپٹ لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، عابد، حیدرآباد کا مخزونہ ہے۔ راقم نے دونوں مخطوطات کی مدد سے مثنوی کا مصحح متن تیار کیا۔ مقدمہ کے ساتھ ضروری حاشیئے تیار کیے۔ اور فرہنگ تیار کی۔ مثنوی کے اشعار کی تعداد متعین کی۔ طبعی کی مثنوی صرف ۱۳۴۰ اشعار پر مشتمل تھی۔ اس مثنوی کا ایک شعر کاتبوں کی لاپرواہی اور دست برد زمانہ کا شکار ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں مرتب متن کے چند اشعار کی صحیح قرأت نہ ہوپائی۔ ایسے اشعار کے نیچے "کذا" لکھ دیا گیا ہے۔ بعض جگہ غلط اِملا درست کر دیا گیا ہے۔ اور مخلوط الفاظ کو جدا کر دیا گیا ہے۔ (مثلاً نکھوٹ۔ نہ کھوٹ وغیرہ)

طبعی کی مثنوی "بہرام وگل اندام" دکنی مثنویوں میں سنگِ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ اس مثنوی میں طبعی کی تخلیقی طبع کے تجدیدی عناصر جابجا کار فرما ہیں۔ اجزائے مثنوی اور معیارِ تنقید کے اصولوں کے مطابق طبعی کی مثنوی ایک اہم کارنامہ سے کم نہیں ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ مثنوی قطب شاہی عہد کے آخری لمحات کی تعبیر ہے۔ اس مثنوی میں ہم عصر تہذیب کی بھرپور مرقع کشی کی گئی ہے۔ چنانچہ مثنوی بہرام وگل اندام میں لوک ادب کے عناصر کے ساتھ ساتھ ابوالحسن تاناشاہ کے دور کی سچّی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ اسی بنا پر اس کی زبان عام فہم ہے۔ اس میں عوامی روزمرّہ، اور محاوروں کا صاف ستھرا استعمال موجود ہے۔ جو اپنے وقت کے لحاظ سے صحیح اور قبولِ عام کی سند رکھتے ہیں۔

عصری، ادبی، ثقافتی، لسانی اور محاکاتی عناصر کی وجہ سے طبعیؔ کا ادب پارہ ایک تاریخی دستاویز بن گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس مثنوی میں مواد کے اعتبار سے اظہار کا طریقہ بڑا مناسب، سنجیدہ اور معتبر ہے۔ اسی سے میل کھاتی ہوئی رواں دواں اور شستہ زبان طرزِ ادا کے جمالیاتی پہلوؤں کو مدِ نظر رکھ کر استعمال کی گئی ہے۔ ساتھ ساتھ موضوع کے اعتبار سے لہجہ میں تبدیلی کا احساس موجود ہے۔ البتہ اس کا کمزور پہلو مافوق الفطرت عنصر اور مبالغہ آرائی ہے۔ ڈاکٹر علی جوادؔ زیدی کے نزدیک اردو کی عام داستانی مثنویوں کا یہ اہم جزو ہے۔ چنانچہ وہ اپنے جواز میں رقمطراز ہیں۔

"اگر مزید غور کیا جائے تو اس مافوق الفطرت عنصر میں بھی گرد وپیش کا ماحول، جیتا جاگتا سماج، کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی شکل میں چھپا ہوا نظر آجائے گا۔ دیوؤں اور پریوں کے روپ میں انسانی چہروں کی جھلک نظر آجائے گی۔" لہ

ممکن ہے طبعیؔ نے قطب شاہوں پر مغلوں کی پے در پے یلغاروں کے خلاف مہم جوئی قسمت آزمائی اور بہادری کے جوہر دکھانے کی غرض سے ان غیر فطری عناصر اور مبالغہ آرائی کو مثنوی میں شامل کیا ہو۔ کیونکہ قطب شاہی سلطنت مغلوں کی باجگزار بن گئی تھی۔ اور پورا دکن فعالیت سے محروم زوال آشنا معاشرہ کی طرح بے حس وحرکت ہو کر آخر سانسیں لے رہا تھا۔ کیا بعید ہے کہ طبعیؔ نے ابوالحسن تانا شاہ کو بہرام گور جیسی صفات سے مزین کرنا چاہا ہو۔ تاکہ وہ مغلوں کے امڈتے ہوئے طوفان کو روک سکے تاکہ دکن کی عظمت برقرار رہ سکے۔

بہرکیف طبعیؔ کا یہ شعری تجربہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے قبولِ عام کی سند رکھتا ہے۔ اس میں ایک عظیم الشان معاشرے اور تہذیب کی جھلکیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس میں شادی بیاہ کی رسومات، ملبوسات اور روایات کی تفصیل سے متعلق توضیحی بیانات موجود ہیں۔ جزئیات نگاری کا محاکمہ کرتے ہوئے طبعیؔ نے بارات، شہر گشت، ساز و سازندے، پاتراؤں کے رقص اور جھلملاتی ہوئی مختلف روشنیوں کو اصلیت کا رنگ دے کر پیش کیا ہے۔ بزم کے ساتھ ساتھ رزم کے سارے واقعات یوں نظم کیے گئے ہیں جیسے ہماری آنکھوں کے سامنے دو دشمن نبرد آزما ہوں۔ آلات حرب کی گھن گرج، تیروں کی سنسناہٹ، تلواروں کی جھنکار اور گرزوں کی

لہ مثنوی نگاری۔ از۔ علی جواد زیدی۔ ص ۶۸

گونج طبعی کی مثنوی سے صدائے بازگشت بن کر قاری کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ یہ خصوصیات اس بات کی دلیل ہیں کہ طبعی اپنے فن پر حاوی ہے۔ پُرکشش طرزادا اور رواں دواں اشعار قاری پر سحر طرازی اور طبعی کی فنی لیاقت کا سکّہ بٹھا دیتے ہیں

مثنوی کا تنقیدی مطالعہ ان حقائق کے ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ طبعی دربار اور سرکار کے تمام آداب و لوازمات سے آگاہ ہے۔ اس کا عینی مشاہدہ نہایت وسیع ہے۔ لہٰذا جب وہ ایک عاشق مزاج نمد پوش شہزادے کو اس کی محبوبہ "گل اندام"، کے قصر سے نکال کر چین کے بادشاہ کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس بیان میں شاہی آداب کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ شاہِ روم کے مشیرِ خاص "مہندس" بہرام کو گل اندام کے قصر سے شاہی مرکب پر سوار کر کے حمّام لے جاتا ہے۔ یہ ایرانی حمّام ہے۔ اس میں کیسہ مال بہرام کو مخصوص انداز میں غسل دیتے ہیں۔ خوشبودار اشیاء اور سامانِ آرائش سے بہرام کی مشاطگی کرتے ہیں۔ اس کے جسم پر عنبر، صندل، مشک، ارگجا، چکسا اور چوا ملا جاتا ہے۔ چین کے بادشاہ کی جانب سے شاہی پیش کش کے طور پر شہزادے کے لیے ملبوسات، جنگی آلات، شال دوشالے، رومال اور شاہی مراتب کا علم روانہ کیا جاتا ہے۔ طبعی کے اس بیان میں بیک وقت کئی چیزوں کا ذکر آگیا ہے۔ دراصل طبعی کے یہ اشعار اس کی شاعرانہ صلاحیت اور امیجری کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے۔

مہندس ترنگ لاکو یک رہوار — شہنشاہ بہرام کوں کر سوار
وہاں تے لیجایا اد بڈ نام کوں — چلیا دیخ بیگی دے حمّام کوں
قدم جوں پڑیا شاہ بہرام کا — چُھپیا نُور حمّام میں جام کا
کھڑے ہو کو خدمت منے کیسہ مال — کیے پاک سب حوض خانے کنہال
ل انگ صندل لگا کر دُھلائے — پچھیں مشک و عنبر کا چکسا لگائے
شہنشاہ قیصور لئی دھات ستے — کھڑے کر کو گنجور کے ہات تے
شوانے دیا بھیج تشریف لال — دوشالا نچھل زر زری ہور رومال
ترنگ ہور فرنگ ہور جرئت کا خنجر — نشاں ہور مرزیا پان رنگین چھتر
چھتر کے تھے چوگرد موتی جھملم — بڑے مول کے سب نہ تھے کوئی کم

طبعی کے فنی کمال کی معراج اس وقت اپنے پورے شباب پر پہنچ جاتی ہے۔ جب

وہ غیر ذی روح اشیاء سے عشق مجازی کا اظہار کرواتا ہے۔ بہرام جب گل اندام کے تخت سے اپنی حرماں نصیبی کی شکایت کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے تخت تیرا شرف اور سعادت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ اُسے محبوب کا وصال و قربت نصیب ہے۔ لہٰذا بہرام بیجان تخت کی خوش قسمتی پر حسد کرتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ شرف طوبیٰ، نخلِ خرما اور سرو کو بھی میسّر نہیں ہے چنانچہ مندرجہ ذیل اشعار طبعی کے محاکاتی طرز ادا کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہیں۔؟

ارے تخت تیری بڑی بخت ہے	کہ میرے گل اندام کا تخت ہے
شرف جے تجے ہے سو طوبیٰ کو نیں	سرو ہور کوئی نخلِ حرماں کو نیں
نجانوں سعادت یو کیوں پائیا	کہ بے رنج قدماں تلے آئیا
دیوانا، پریشان بد بخت میں	حسد تیری کہتا ہوں اے تخت میں
کہ دن رات بیٹھا ہے گُڑگے سوتیوں	میں دروازے کے بھارجُوں خاک ہوں
تجے میرے دلدار تے ہے وصال	جلاتا ہے فانوس تیوں مجہ خیال
کیا شاہ بہرام جوں یوں خطاب	دیا تخت قدرت ستے یوں جواب

مندرجہ بالا اثر انگیز بیان کے بعد قدرتِ حق سے بے جان تخت کی زبان گویا ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے سینے میں پوشیدہ عشق کے راز ہائے سربستہ کو درد انگیز پیرایہ میں ادا کرتا ہے۔ قلبی جذبات کا یہ خوبصورت فریم صحیح معنوں میں طبعی کے معراجِ فن کی دلیل ہے۔ گل اندام کا تخت اپنی آزادانہ زندگی سے لے کر عشق میں گرفتاری اور پامالی کا تذکرہ درد بھری لَے میں کرتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ مثالی عاشق کا کردار ادا کر رہا ہو۔ تخت کی روئداد کا آخری شعر، عاشق صادق کی قربانی ہی کو وصالِ محبوب کی آخری منزل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اشعار، فن شعر پر طبعی کی دسترس کی داد دے رہے ہیں۔
اشعار ملاحظہ کیجیے:۔

اگر درد اپنا تجے میں کہوں	ہوئے گا سینا پھوٹ حیران توں
بڑا جھاڑ میں ایک شمشاد تھا	کہ جیوں سرو تیوں غم تے آزاد تھا
میری چھانوں تل بادشاہاں اتھے	حشم ہور گھوڑے ہتی تھے اوٹے
لگیا تھا میرا سر آسمان کو ں	قضا تے کیا عشق مُنج سر نگوں
اوّل مار میرے کمر میں تبر	سٹیا بھئیں پو منج کوں کمر توڑ کر

لے آرے سوں دو پھانک سینا کیا — میری کھال زیدن سوں سب چلیا
میرے بندکر تیشے سوں شاخ شاخ — کیا دل میں کیتک اس سوں سوراخ
جلا میرے ہاڑاں کوں مطبخ میں سخت — کیا میرے سینے کے تختے کوں تخت
اسی پر ہوں دل شاد ہر سال منجہ — گل اندام کرتی ہے پا مال منجہ
گل اندام کے پانوں پڑتا ہوں میں — قدم کے تلے اس کے لڑتا ہوں میں
سر اپنا مجکوئی عاشق میں گنو ائے — اپس کے بغل میں دلا رام آئے

طبعی کی مثنوی میں قطب شاہوں کی رُو بہ زوال تہذیب و تمدن کے آثار نمایاں ہیں۔ درباروں کی شان و شوکت، شاہی خلوت و جلوت، شاہی مجلسوں کی جلوہ سامانیاں اور رقص و سرود کی جلوہ طرازیاں جو اپنے محبوب بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے ساتھ دم توڑنے پر آمادہ تھیں۔ بجھتے چراغوں کی طرح آخری مرتبہ بھڑک کر سیاہ پوش اندھیروں میں گم ہونے جا رہی تھیں۔ طبعی نے ان شراروں کو ایک ایک کر کے اپنی مثنوی میں محفوظ کرلیا۔ مافوق الفطرت واقعات سے اس میں اہتزاز پیدا کیا۔ تاکہ قارئین جدوجہد اور مہم پسندی کا سبق حاصل کر سکیں۔ اور ان میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات سے نپٹنے کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ بہرکیف طبعی کی مثنوی قطب شاہی کلچر اور ثقافتی میلانات کا آئینہ ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

دونوں یوں دسیں تخت پر میل کر — کہ جوں ایک انگوٹھی پر دو ہے کنکر
کیا شاہ تیصور گنجور کوں — اشارت سوں لا آب انگور کوں
گئے چار سُو ترک خو ماہتاب — کئے لاکو حاضر شراب ہور کباب
بھریا لعل الماس کے جام میں — دیا بیگ ساقی نیکو نام نیں
دونوں شاہ پینے لگے جوں شراب — گلے چاند رشکوں جلے آفتاب
ٹُلا چاشنی گیر تیصور شاہ — کیا بیگ دے لا کو سفرا بچھا
جرٹت کے لے طشت آفتاوے فراش — تلے اس کے زربفت کی دھر قماش
کھڑے ہو کو شاہاں کے ہاتاں دھلائے — کہ جوں باغ رنگیں سفرا بچھائے
چنے روغنی لاکو روٹیاں قطار — مُزعفر کی چینیاں رکھے بے شمار
رکھے لنگریاں لاکو دم پخت کے — تمام اس میں گل کو مرغیاں بچے

رکھے لاکے خشکے کے چنیاں بھرے — اُپر قاض کے اس کے بریاں دھرے
سموسے بھرے مشک ہور قند کے — سہیلیاں اُپر ساق عروساں رکھے
گلاب ہور کھیسر تے حلوا پکا — تمام اس منے مغز بادام بھا
رکابیاں میں بھر کو رکھے جا بجا — کندوری میں کئی جنس کا ترمیوا
انناس ہور رائے کھیلے میٹھے — شکر نیمبو ہور خمر کان تھے کھٹے
کہوں کیا کندوری میں سب کوچ تھا — کسی کوں دہاں کوئی نئیں پوچھتا
یتا کھان سب شہر کی خلق کھائی — سنگات اپنے بند کو موٹاں لیجائی ۱۱۴۶

مندرجہ بالا بیانات دیکھیے جس میں طبعیؔ نے قیصر چین اور شاہ بہرام کی ملاقات کا نقشہ کھینچا ہے۔ طبعیؔ دونوں بادشاہوں کی مسند (تخت) کو بیش بہا انگوٹھی اور اس پر بیٹھے ہوئے حاکموں کو لاقیمت نگینوں (کنکروں) سے تشبیہہ دیتا ہے۔ قیصرِ چین شاہی قاصد کو انگوری شراب حاضر کرنے کا اشارہ کرتا ہے۔ آن کی آن میں ترک خو ماہتابی حسینائیں ساغر و مینا کے طشت لیے ہوئے مجرا بجالاتی ہیں۔ گزک کے طور پر کباب بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر لعل و الماس کے ساغروں میں ساقی گلفام مشروب پیش کرتا ہے۔ دونوں سرتاج مے ناب ہونٹوں سے لگاتے ہیں تو رشک و حسد کے مارے چاند پگھلنے اور سورج جلنے لگتا ہے۔ شراب کا خمار اپنا رنگ دکھانے لگتا ہے۔ شاہ قیصر چاشنی گیروں سے شاہی دسترخوان بچھانے کا حکم دیتا ہے۔ فراش جڑاؤ کام کے طشت اور آفتابے لے کر دوڑتے ہیں۔ پہلے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں۔ شاہی باغ میں سفرہ بچھایا جاتا ہے۔ اس پر انواع و اقسام کے کھانے چنے جاتے ہیں۔ ان نعمتوں میں روغنی روٹیاں، مزعفر، دُم پخت، خشکہ، قازکی بریانی، ساقِ عروساں طرح طرح کے ظروف میں زربفت اور قماش کے سرپوشوں میں ڈھانک کر رکھے جاتے ہیں۔ ان نعمتوں کے علاوہ مشک اور قند کے سموسے، گلاب اور زعفران سے بنا حلوا اور برتنوں میں ہمہ اقسام کے خشک میوے سجا کر رکھے جاتے ہیں۔ لذیذ اور عمدہ پکوانوں میں پھلوں کا اضافہ دیکھیے:۔

انناس، رائے کھیلے (کیلے) شکر لیمو (موسمبی) اور خمرک کے ڈھیر مہمانوں کی ضیافت کے لیے رکھے گئے ہیں۔ تمام لوگ نہ صرف دعوت کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ بلکہ جاتے جاتے اپنی تھیلیاں بھر کرلے جاتے ہیں۔ چنانچہ طبعیؔ کی زبانی اس محفل خورد و نوش کے محاکاتی نظارے ہمارے لیے قدیم کلچر اور سوسائٹی کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ شاہی دعوت کے انتظام اور دلہن کے سولہ سنگھار

کی جھلک دیکھیے۔

فراشاں کوں غالیاں لیجاؤ کیا ۔ نگینے محل میں بچھاؤ کیا
بندے دوڑ، اسماں گیریاں فراش ۔ تواسیاں بچھانے نمد خوش قماش
رکھے گاؤ تکیے ہر یک ٹھار پر ۔ رکھے تخت لا کر سنوارے صدر
جڑے تھے کنکر تخت کوں یک ہزار ۔ رتن ہور مانیک پاچ آبدار
مڑے تھا تب محمل میں سارے تمام ۔ ہر ایک طاق میں آرسی جیوں رخام
ہر یک ٹھار قندیل روشن کیے ۔ ہلا لاں کھڑے کر لگائے دیوے
گو یئے خوش آواز گانے لگے ۔ لے کر ساز ڈومنیاں بجانے لگے
ادچا گود میں لے کو عاروس کوں ۔ نگینے محل میں لے آئے ہلوں
مشاطہ کھڑیاں بیٹھیں اِدھر یو اُدھر ۔ گل اندام کو بیلا تخت پر
کرے ایک یالاں کوں سر کی کنگوئی ۔ لے رومال پونچے یکن موں کی خوئی
پٹیاں لے کو یکن انگوٹیاں گندی ۔ یکن لے کو چوٹی میں منہ بند بندی
سفید ایکن موں کوں لاتی اتھی ۔ یکن بھوں کوں وسمہ لگاتی اتھی
یکن تیل کھینچے پیشانی اوپر ۔ کسی کا نظر نہ لگے تیوں کر
تھڈی میں یکن مشک کا خال لائی ۔ سینے کوں یکن ارگجا لے لگائی
یکن تیل لا زلفِ پیچاں بھرائے ۔ جگت کے دلاں کوں دیوانہ کرے
یکن لاں پہنچیاں کوں مہندی لگائے ۔ کھڑے قد پوتے یک بلا دور جائے
سنوارے گل اندام کوں جو تمام ۔ کھڑیاں ہو مشاطہ کیاں سب سلام

محمد قلی قطب شاہ کے ضخیم کلیات کی طرح مثنوی "بہرام و گل اندام" سے بھی عہدِ پارینہ کی روزمرّہ زندگی سے متعلق کئی تفصیلات کا علم ہوتا ہے۔ اس سے شاہی بود و باش اور عوام کے رہن سہن اور گھریلو ضروریاتِ زندگی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ شاہی محلات کی سجاوٹ کا منظر پیش کرتے ہوئے طبعیؔ کہتے ہیں کہ یہاں چاروں طرف صُفّے (صوفے) بچھے ہوئے ہیں۔ ہر طرف لاقیمت دبیز قالین ہی قالین ہیں۔ خوشنما آسمان گیریاں لگی ہوئی ہیں۔ فرّاش زرّیں کمر بند لگائے گھوم رہے ہیں۔ عمدہ اقسام کی نمد اور تواسیوں (طواسی۔ فارسی) سے رونق بڑھائی جا رہی ہے۔ جا بجا گاؤ تکیے (لوڑ) رکھے ہوئے ہیں۔ ہیرے جواہرات سے

جڑے ہوئے تخت اور ایوانوں میں شہ نشین بھی ہوئی ہیں۔ شہتیروں کو مخمل سے گوندھا گیا ہے۔ رخام (سنگ مرمر کی قسم کا پتھر) سے طاق و محراب آئینوں کی طرح چمک رہے ہیں۔ چپہ چپہ پر قندیلیں آویزاں ہیں۔ ہلالوں کے چراغوں سے روشنیں جگمگا رہی ہیں۔ گویئے، قوال اور ڈومنیاں اپنا اپنا جوہر دکھا رہے ہیں۔ سازوں کی دھنوں پر پاترائیں ٹھمک ٹھمک کر ناچ رہی ہیں۔ دُلہن (گل اندام) کے سولہ سنگھار کی تصویر یوں پیش کی جاتی ہے۔ دکن کی رسم کے مطابق دلہن کو گود میں اٹھا کر نگینہ محل میں لایا جاتا ہے۔ (یہاں پر طبعی نے نگینہ محل کا ذکر کرتے ہوئے ابوالحسن تاناشاہ کے اس نگینہ باغ کی یاد تازہ کر دی ہے جس میں دکنی سورما عبدالرزاق لاری قلعہ گولکنڈہ کی مدافعت میں زخموں سے چور پایا گیا تھا۔ اسی باغ میں ابوالحسن تاناشاہ نے اس کا آخری دیدار کیا تھا۔ غالباً اسی باغ سے متصل محل کا نام نگینہ محل ہوگا۔ اور اغلب ہے کہ شاہی دعوت کے پس منظر میں اسی باغ کی تعریف کی گئی ہو۔)

طبعی کے بیان کے مطابق مشاطائیں دلہن کا احاطہ کئے ہوئے سولہ سنگھار کی منتظر ہیں فوراً دلہن کو ایک خوبصورت تخت پر بٹھایا جاتا ہے۔ اس کے بالوں کی مشاطگی کی جارہی ہے دلہن کے چہرے سے پسینہ پونچھا جارہا ہے۔ زلفوں کو گوندھا جارہا ہے۔ موباف باندھا جارہا ہے۔ چہرے پر سفیدہ اور بھوؤں کو قاتل بنانے کے لیے (وسمہ) خضاب لگایا جارہا ہے۔ ارگجا چوا، چندن، صندل مشک عنبر و عبیر وغیرہ میں دلہن کو بسایا جارہا ہے۔ دلہن کی ٹھڈی پر مشک کا تل لگایا جارہا ہے تاکہ وہ نظر بد سے محفوظ رہے۔ مہندی سے ہاتھوں کو رشک جناں بنایا جارہا ہے۔ نگینہ محل کے باہر شہر گشت کی تیاری ہو رہی ہے۔ بہرام بیش قیمت ملبوسات میں پرستان کا شہزادہ معلوم ہو رہا ہے۔ اس کے سر پر زرتار کا تاج ہے۔ پیشانی پر جڑاؤ سہرا بندھا ہوا ہے سہرے کے پھول بہرام کے قدم چوم رہے ہیں۔ بہرام کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی خشک و عود کے غبار سے فضا معطر ہوگئی ہے۔ رعایا خوشی سے جھوم اٹھی ہے۔ دماموں کی ڈھاڈھم میں قوالوں نے گانا شروع کر دیا ہے اور رنگ برنگے رومال فضا میں اڑانے لگے ہیں۔ پاترائیں ناچتے گاتے بارات کے ساتھ ساتھ اٹھلا رہی ہیں۔ موم بتیاں جلائے ہوئے باراتی قطار در قطار پریوں اور پریزادوں کی بھیڑ میں چل رہے ہیں۔

طبعی کی مندرجہ بالا دلآویز منظرکشی حکمرانِ وقت کے عہد میں منائی جانے والی تقاریب کی جھلکیاں پیش کرتی ہیں۔ ۵

گیا بیگ گنجور بہرام پاس | بڑے موں کا بین کریک لباس
کیا شاہ بہرام سرگشت ہے | نگینے محل میں چلو گشت ہے
بڑی رات ہے آج کی رات یو | مٹھی جیو کہ ابلوج نا بات یو
شوانی قبا میں بہرام نر | مُنڈا سے پو زرتار کا تاج دھر
پیشانی کوں سیرا جرئت کا بندیا | نچھل پھول کا گیندے کر لونڈیا
جہاں پائما پر ہوا جیوں سوار | اٹھیا مشک ہور عود کا دھندکار
دملے بجانے لگے ہور قوّال | اڑانے لگے دو طرف تے رومال
چلیاں ناچتاں پاتراں جو کدن | سینے سو لگا کر جوا ہور چندن
پھرے گھول ہور گیت گانے لگے | ہر یک تال منڈل بجانے لگے
چلے شہ کے سنگات لوگاں قطار | جلاتے بتیاں موم کے کئی ہزار
ہر ایک ٹھار جلتے اتھے بھئیں نلے | پکڑ باٹ کھن کی ہوایاں چلے
بہوت موں پہ سنگات تھا آگ کا | کروں کیا میں تعریف رنگ راگ کا
توں شاہ بہرام پر جوں چھتر | پریاں سر پو اڑتیاں اتھیاں کھول پر
نظر میں جرئت کے پریاں کے پَراں | معلّق ہو دوسرا دِسے آسماں

طبعؔی کی مصوّری اور توضیحی شاعری اس کے مشاہدے کی عکاس ہے۔ اس کے رسومات کی مناسبت سے تمام جزئیات کو شعری جامہ پہنایا ہے۔ اس کی محاکاتی کاوشیں قابل ستائش ہیں۔ طبعؔی نے بارہا یہی کوشش کی ہے کہ وہ اپنے عہد کی بھرپور عکاسی میں کامیاب رہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ فطری طور پر ایک مصوّر اور اعلیٰ پائے کا نقاش تھا۔ ورنہ وہ محلوں، باغوں، رنگین محفلوں اور جنگی مہموں کے حقیقی نقوش کیونکر ابھار سکتا تھا۔

طبعؔی کے ادبی شاہکار کو منظرِ عام پر آئے ہوئے تین صدیاں گذر گئی ہیں۔ تاہم اس کے رنگ و روغن میں تر و تازگی باقی ہے۔ مثنوی میں موجود تہذیبی اور ثقافتی رنگ اب تک ماند نہیں ہوئے ہیں۔ عود و عنبر، مشک و حنا، چندن اور صندل کی عطر بیزی اس کی مثنوی میں آج بھی رچی ہوئی ہے۔ نگینہ محل کے باغوں میں کھلے ہوئے پھولوں کی مہک اس کے رواں دواں اشعار میں سونگھی جا سکتی ہے۔ طبعؔی کا یہی طرزِ نگارش اُس کا طرۂ امتیاز ہے۔ اور اس کی ادبی کاوش کا ضامن و محافظ بھی۔ طبعؔی کی مثنوی دکنی اردو کی آخری کڑی

سہی تاہم اس کی ادبی حیثیت کو بقائے دوام حاصل ہے۔
چنانچہ بقول ڈاکٹر غلام عمر خاں:۔

"طبعی گولکنڈہ کا آخری بڑا شاعر ہے۔ اس کے بعد مثنوی نگاروں میں اس پایہ کا شاعر پیدا نہ ہو سکا۔" [1]

کردار نگاری

طبعی کی کردار نگاری کا آغاز، روم کے بادشاہ کے تعارف سے شروع ہوتا ہے۔ (تاریخی اعتبار سے بہرام گور پنجم ایران کے بادشاہ یزدجرد ظالم کا بیٹا تھا) اس کے بعد شاہ روم کے سعادتمند بیٹے "بہرام گور" کو قصہ کا ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے۔ 'بہرام' اس داستان کا مرکزی کردار ہے۔ داستان کے سارے واقعات اس کردار کے تابع ہیں۔ بہرام گور کی حرکت وعمل سے واقعات رونما ہوتے ہیں، طبعی نے ماقبل ایرانی و ہندوستانی شعراء کے تتبع میں مرکزی کردار پر زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ اس کو Super human بنا کر پیش کیا ہے۔ اس لیے یہ کردار ہماری دُنیا کا نہیں معلوم ہوتا۔

دراصل کردار نگاری کی شان یہ ہے شاعر ایک چابکدست مصوّر کی طرح اپنے تخیل کے کینوس پر کردار میں زندگی کے حقائق کی ایسی رنگ آمیزی کرے کہ پڑھنے والے کو اصل کا گمان ہو۔ طبعی نے بہرام گور کے کردار میں یہ التزام برتا ہے۔ گو کہ قصہ کی مناسبت سے اس میں مبالغہ آرائی کا عنصر کارفرما ہے،

قدیم عشقیہ مثنویوں میں باعظمت کردار، شہزادے یا سوداگرزادے ہوتے ہیں۔ اور بقول گیان چند جین۔ "ہیرو کی ذات میں چند فلک بوس خوبیاں جمع ہوتی ہیں" [2]
طبعی کی مثنوی کا ہیرو 'بہرام گور' بھی، ایک شہزادہ ہے اور وہ گوناگوں خوبیوں کا مالک ہے۔

---

[1] دبستان گولکنڈہ (ادب اور کلچر) مرتبہ ڈاکٹر محمد علی اثر۔ ص۱۰۱
[2] اردو کی نثری داستانیں۔ از گیان چند جین۔ ص۴۳

وہ مردانہ حسن اور بہادری کا پیکر ہے۔ اس کا دل عشق کے جذبہ سے لبریز ہے۔ و
بیک وقت کئی معرکے انجام دے سکتا ہے، اس کے سامنے دریا، پہاڑ، آسیب،
دیو اور خونخوار جانور کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ساری کہانی عزم و استقلال (ہٹ
دھرمی) کا نتیجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ساسانی عہد کا پانچواں بادشاہ "بہرام گور" ہندوستان
کی فضا میں مثالی کردار ہونے کے کئی ثبوت فراہم کرتا ہے۔

ذیل کے اشعار "بہرام گور" کے کردار کی متعدد خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں بہرام گور
کا عزم و استقلال :۔

کیا یوں کہ اے مرد دانا ہے توں
مجے عشق میں آزماتا ہے توں

بغل میں گل اندام کوں تا نہ لیوں
خدا جانتا پھر پانی نہ پیوں

۲۔ ہمت و جواں مردی کا اعلان :

سمن بو کی تنبیہہ پر بہرام گور کا جواب ملاحظہ کیجیے۔

میں نہنواد ہوں کر نکو دیک یاں
یو چھے بھائی کوں مارتا ہوں جواں

۳۔ دستگیری کا جذبہ :

جہاں افروز پری کو افرع دیو کے شکنجوں سے چھڑانے کا عزم دیکھیے :۔

اچھے اُس کوں فولاد کا گر بدن
کروں تیغ سیتے جدا سر سوں تن

۴۔ خود اعتمادی :

دشمن پر غفلت میں نہیں بلکہ بیدار کر کے حملہ کرنا خود اعتمادی کا مظاہرہ ہے :۔

٭ ٭ ٭

چوباس کے تلویانمیں اپنا خنجر
کیا دیو کوں شاہ اُٹھ بے خبر

۵۔ فرائض کی ادائیگی :

ہیرو کی شان ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے لیے اپنی جان کی بازی لگادے۔ بہرام گور بھی چین کے بادشاہ کو دشمن، بہزاد کے ظلم سے نجات دلانے کے لیے جان پر کھیل جاتا ہے۔

کہا شاہ یہی پھر یو بہزاد ہے
اگر آدمی یا پری زاد ہے
یو تروار تے مار ٹکڑے کروں
یو لشکر تے بہزاد کے نا ڈروں

۶۔ عشق میں خود سپردگی اور انکساری۔

گل اندام کے عالیشان محل کے سامنے عاشقوں اور حسن پرستوں کا ہجوم تھا۔ ان میں عاشقِ دلگیر بہرام گور کی فقیرانہ لباس میں بھی نرالی شان تھی۔

اتھا ایک بہرام بے خانو ماں
دیوانا گل اندام کا ہوں وہاں

دِسے شاہ بہرام جیوں بادشاہ
اُدعشّاق سارے دِسے جیوں گدا

۷۔ معشوق سے سختی کی بجائے دوستداری :۔

کیا شاہ نیں عاشقی میں روا
کہ معشوق پر جا کو ماروں ٹھوا

عاشق ہمیشہ اپنے معشوق کے حق میں وفادار ہوتا ہے۔ بہرام بھی اپنے معشوق کے تئیں وفادار رہے۔

یو بہتر ہے میں دوستداری کروں
گل اندام کی خواستگاری کروں

۸۔ وطن پرستی

اپنا وطن سب کو عزیز ہوتا ہے۔ اہلِ دل کی نظر میں وطن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ بہرام بھی وطن پرستی کا ثبوت دیتا ہے۔

وطن سب کو دنیا میں پیارا ہے
سفر ہے جیوں باد باراں آ ہے

۹۔ والدین کی محبت و خدمت گذاری

کہتے ہیں کہ عشق میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ اسے اپنا بھی ہوش نہیں رہتا۔ لیکن یہاں بہرام کا کردار سب سے جدا ہے۔ وہ ایک سچّا عاشق ہونے کے باوجود ذی ہوش اور سعادتمند فرزند بھی ہے اور اپنے والدین کا اطاعت گذار ہے

دیکھیا خواب میں باپ بیمار ہے
ضعیف ہور باریک جوں تار ہے

پڑیا ماں ہور باپ کے پاؤں جا
گل اندام کوں لاکو قدماں پو بھا

ہیروئن :۔ "گل اندام"

روایتی مثنویوں کی ہیروئنوں کی طرح گل اندام بھی ایک خوبصورت شہزادی ہے۔ جو اس مثنوی کی ہیروئن ہے۔ وہ جشنِ نوروز کے موقع پر جھروکے میں آ کر اپنے قاتلانہ حسن کا جلوہ عوام کو دکھا جاتی ہے۔

جشنِ نوروز کے موقع پر اس کے حسن کے شیدائی سیکڑوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔ ان میں بہرام بھی شامل

ہو جاتا ہے۔ البتّہ وہ ''بہرام'' کی ہمّت وجوانمردی کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ تاہم اپنی طرف سے وہ عشق کا اظہار نہیں کرتی اور نہ ہی عشق کا راز فاش کرتی ہے۔

سمن بوپری جب بہرام گور کا پیغام لے کر حاضر ہوتی ہے تو ''گل اندام'' شرم وحیا کا پیکر بن جاتی ہے۔

۱۔ گل اندام ناری سنی بات جیوں
گلی لاج تے جوں کہ نابات جیوں
منڈی پھول ڈالی کی نمنے نوائی
شرم تے تن اپنا عرق میں ڈوبائی
اتھا جیو لئی شاہ بہرام پر
دلے جیب سوں ناکہی کھول کر

فرماں بردار دختر

''گل اندام'' بہرام گور کو دل سے چاہتی ہے۔ لیکن وہ خود اقرار نہیں کرتی۔ بلکہ کہتی ہے کہ جہاں اس کا باپ راضی ہے۔ وہیں وہ بھی رضامند ہے۔ گل اندام کے الفاظ ملاحظہ کیجیے۔

کہی یوں گل اندام موں کھول کر
بچن ڈھال موتی نمن رول کر
سمن بو ہوں تنہائی سوں یار میں
نہیں باپ کی بات تے دور میں
قبولیا اچھیگا تو قیصور آج
میں راضی ہوں میرا نہیں ہے علاج

دائی کا کردار

کہانی میں ہیرو اور ہیروئن کے ساتھ ویلن کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح ہیرو خوبیوں سے مزین ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ویلن برائیوں اور خرابیوں کا انبار ہوتا ہے۔ فارسی اور اُردو کی رومانی مثنویوں میں اس قسم کے کردار ضروری ہیں۔ ان سے کہانیاں آگے بڑھتی ہیں۔

یہ کردار رخنہ پیدا کرتے ہیں اور ان کی پیدا کردہ رکاوٹوں کا ہیرو اور ہیروئن ازالہ کرتے ہیں۔

بدکردار ویلن پوشیدہ راز والدین تک پہنچا دیتے ہیں۔ جادو ٹونے کے ذریعہ مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ طبعیؔ نے "گل اندام" کی دائی کو ایک بدطینت مکار عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔ جس سے دیو اور شیطان بھی عاجز آجاتے ہیں۔ ذیل میں بدکردار دایہ کا خاکہ ملاحظہ کیجیے:۔

او دائی سنی بات جیوں کان تے
گل اندام کے باپ کی بھان تے
اتھی بہوت پُرفن او مکراں بھری
اتھی او لکھن رانڈ بہو تیج بُری
سبق مکر کا دیوے ابلیس کوں
کرے مکر تے خون دس بیس کوں
گل اندام کوں کئی انکھیاں پھاڑ کر
اپس کے دونوں ہات کوں جھاڑ کر
نہیں شرم کچ تج کوں اے بے شرم
یکایک ستی پھاڑ اپنا بھرم
توں عاشق ہوئی مرد اوباش کی
قلندر گدا ہے سو قلاّش کی
منجے ہے سُوں (تیرے) باپ کے سر کی
منجے سوں ہے خنجر و شمشیر کی
دیوانے کوں میں بھار بھاتی ہے یوں
عبس جیو تے اپنے جاتی ہے توں
کتی ہوں تیرے باپ کوں میں آتال
گھڑی میں تجے مارتا ہے چھنال
گل اندام ڈرتے لگی کانپنے ؛ او شیطان آئی گلا چانپنے

۱؎ زاید۔

منظر نگاری

اردو شاعری میں منظر نگاری کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے حالانکہ بعض ناقدین کے یہاں منظر نگاری کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کے یہاں منظر نگاری کی حیثیت منفی پہلو کی سی ہے۔ طبعیؔ نے اس معاملے میں مثبت پہلو اختیار کیا ہے۔ اس کے یہاں تخیل کی بلند پردازی اور زورِ بیان کی چنگاریاں موجود ہیں جس کی وجہ سے منظر نگاری میں سحر آفریں جلوہ طرازیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ طبعیؔ کی منظر نگاری چشم دید واقعات کی عکاسی معلوم ہوتی ہے۔ وہ مناظرِ قدرت اور شادی بیاہ کے مناظر کی ہو بہو تصویر پیش کرتا ہے۔

منظر نگاری شاعر کے لیے نازک مرحلہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر اسے شاعری کے تمام جوہر دکھانے ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر شاعر باغ کا منظر پیش کر رہا ہو تو اسے ایسا اندازِ بیان اختیار کرنا پڑے گا کہ پڑھنے والے کو گماں ہو کہ وہ خود باغ میں موجود ہے اور باغ کے منظر سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

طبعیؔ کو اس فن میں کمال حاصل ہے۔ وہ منظر نگاری عمدہ پیرایہ میں کر سکتا ہے۔ ذیل میں باغ کا منظر اور دولھے کی جانب سے بھیجی جانے والی بری کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں استعارات اور تشبیہات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ ان کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ طبعیؔ بذاتِ خود باغ میں حاضر تھا۔ گویا بری کا انتظام اس کی نگرانی میں کیا گیا تھا:

باغ کی منظر کشی ملاحظہ کیجئے۔

اتھا چین کے شہر میں باغ ایک
کہ فردوس تھا داغ اُسے دیک دیک

گل اندام نے عیدِ نو روز کوں
وہاں رات کرتی اچھیں روز کوں

اتھے تو چمن باغ میں ہر طرف

قطاراں کھڑے سرو کے باندصف
اتھے جھاڑ انگور و انجیر کے
بہتے کالوے تھے بہوت نیر کے
ہراک ٹھار پر پھول تھے سب کھلے
پکارے وہاں بلبلاں تل ملے
نچھل حوض خانے اتھے جاں تہاں
فوارے اچھلتے تھے جوں شاطراں
عمارت اتھا باغ کے درمیاں
بلندی میں مشہور جیوں آسماں
جڑت کا اتھا تخت صُفّے میں ایک
جڑے تھے سورج ناد کنکر ہر ایک
شہنشاہ بہرام جا تخت پر!
سورج ناد بیٹھا او جوں بخت ور

۲- بری کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے جو تیرہ ہزار اونٹوں پر شاہ قیصور چین کے محل میں بھیجی گئی تھی۔ ذیل کے اشعار منظر کشی کی عمدہ مثال پیش کرتے ہیں:-

ملاحظہ کیجیے:-

ہندس دیا بھیج بیگی بری	سنگات اپنے لا سو ایک بل گڑی
ہزار اونٹ کھیر، گلاب ارگجا	ہزار اونٹ صندل اگر ہور چوا
ہزار اونٹ صندوق بھر کر قطار	تمام اس میں یاقوت لعل آبدار
ہزار اونٹ بستے سو زربفت کے	ہزار اونٹ غالی، نمد تکت کے
ہزار اونٹ تکٹی قماش اور لال	ہزار اونٹ صندوق میں بھر کو شال
ہزار اونٹ بادام پستے سوں بھر	ہزار اونٹ گونی بنگالی شکر
ہزار اونٹ البوچ باتات کے	ہزار اونٹ گانڈے مٹھے شان کے

۵ے ایک سو ایک بیل گاڑیاں۔

ہزار اونٹ چکنی سپاری رکھے ۱۲ ہزار اونٹ انڈگے بیچے پان کے
گل اندام کے گھر میں یو سب لیجائے [۱۳]
ڈگی ڈگ گنی پاتراں کوں نچائے

۱۳- ہزار اونٹوں پر بھیجی گئی بری۔

سراپانگاری

سراپا نگاری خاص طور سے فارسی مثنویوں کی روایت رہی ہے۔ ہندوستان میں اس روایت کو امیر خسرو نے مقبول اور معروف کیا۔ حتیٰ کہ سراپا نگاری عشقیہ مثنویوں کا لازمی جز وبن گیا۔ طبعیؔ نے فارسی مثنویوں کی پیروی میں گل اندام کے حسن و جمال کا گنگا جمنی سراپا کھینچا ہے۔ طبعیؔ نے اس موقع پر امین سبزواری کی روش سے ہٹ کر اشعار کہے ہیں۔ ان تخلیقی اشعار میں ہندوستانی حسن و جمال کی بھرپور عکاسی نمایاں ہے۔

مختلف صنائع و بدائع کے استعمال نے طبعیؔ کے سراپے کو لاثانی بنادیا ہے۔ وجہیؔ نے بھی "قطب مشتری" کا سراپا قلمبند کیا ہے۔ لیکن طبعیؔ کا سراپا انوکھی شان اور آب و تاب کا آئینہ دار ہے۔ اس وجہ سے "گل اندام" کی شخصیت ہر کس و ناکس کے لیے پُر کشش بن گئی ہے۔ ذیل میں طبعیؔ کی چابکدستی کے فنّی جوہر ملاحظہ کیجیے:-

گل اندام کا سراپا:-

اسے یک بیٹی تھی جیوں مشتری — نہیں آدمی زاد تھی او پری
ادمورت کوں مجنوں اگر پوجتا — توں لیلٰی کی صورت کوں نا پوچتا
اگر دیکتا اس کوں فرہاد اتال — تو شیریں کا اوندھرتا خیال
جو خسرو اسے دیکتا انک کھول — نکرتا شکر[۱۵] تے کدہیں بات بول
گگن پر او صورت کے ہے آج سور — اسے دیک کر چاند ہوتا چکور
او زلفاں دلاں کے ہنڈولے اہیں — غلط نیں کیا دو سنپولے اہیں
بھواں بانگ نکہ ہور انکھیاں ہرن — کہ او موہنی ہے عجب من ہرن

---

۱۵ بمراد "شیریں" ہے۔

اد گالاں کی سُرخی سولاے میں نیں — او بالاں کی خوشبو سو باے میں نیں
دِسے پھول دو سیوتی کی دوکاں — چنپے کی کلی ناک ہے درمیاں
اَدھر دو میٹھے جو نکہ جِب او نبات — پچھرتا ہے اس میں تے آبِ حیات
جھمکتی ہیں جیوں بجلیاں ہو دِ سن — کہ جیوں پھول جھڑتے ہیں مک تے بچن
عجائب او چاہِ زنخداں ہے — کہ غرق اس منے دین و ایمان ہے
او گردن سو جیئوں صاف شمشاد سی — جکوئی اس کوں دیکھے سو روئے ہنسی
او جوبن سو چولی کے دو ہات میں — جو امریت پھل چھُپ رہے پات میں
دسے پان نازوک پھل ڈال تے — کمر اس کی باریک ہے بال تے
اتھا پیٹ جوں آرسی نا د صاف — کہوں کیا جھمکتا اتھا جیوں شفاف
او یو بنی سو مد کا پیالا دِسے — کہ خوش رنگ جوں پھول لالا دِسے
کروں کیا میں تعریف اندام کا — گوہر تے ہے نادر "گل" اندام کا
او دھکڑا رُوپے کا سوڈونگر ہے جیوں — سفید او رگھٹا سنگ مرمر ہے جیوں
دو کیلی کے کابی (رکابے) سو دو ران ہے — کہ عشاق اس پر تے قربان ہے
چلے باٹ تو پنڈریاں یو ہلیں — کہ بن نیر تے مین جوں تلملے
کنوں تے بی نازک ہے اس کے چرن — اسے عاشقاں دیک کرتے شرن
کروں کیا میں تعریف اس سور کا — کیا نیں ہے تعریف کوئی حور کا
کہے اس پری کا "گل اندام" نام — خدا حسن اس کوں دیا تھا تمام

ملبیؔ نے نسوانی کرداروں کے علاوہ مافوق الفطرت کرداروں کے سراپے بھی کھینچے ہیں اِن سراپوں میں اس نے موزوں الفاظ کے ذریعہ دہشت ناک دیوؤں کا مرقع کھینچا ہے۔ ذیل میں افرا(ع) دیو کا خوفناک حلیہ ملاحظہ کیجیے۔

افرا(ع) دیو کا حلیہ:

بڑا جوں منارے کے او قد دِسے — سر اُس کا سو جیوں ایک گنبد دِسے
ہتی سوں بڑے دانت اس کے رہے — جو کوئی اس کوں دیکھے سو راکشس کہے
چکی کا سو جیوں پاٹ ہر ہونٹ تھا — او جبڑا سو جھُرلیاں بھریا سونٹ تھا

ڈلیاں ہات انگلیاں سوہانٹے اتھے   بھواں اس کیکر کے کانٹے اتھے
ادبد شکل غولِ بیہابان جیوں
دِ بلگے ہر یکس کوں شیطاں جیوں

ہندوستانی عناصر اور ماحول

طبعیؔ نے جزوی ترجمہ میں جا بجا تخلیقی اشعار کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ غیر ملکی عناصر کی بجائے ہندوستانی عناصر کو ترجیح دی ہے۔ قدیم فارسی مثنویوں میں قرآنی اور تاریخی تلمیحات کی بہتات ہے۔ ہندوستانی ماحول میں لکھی جانے والی مثنویوں میں ہندوستانی عناصر کے اضافوں نے اِن ادبی کارناموں کی ادبیت اور جاذبیت میں کشش پیدا کردی ہے۔

طبعیؔ نے جس انداز سے ہندوستانی اثرات کو مثنوی میں سمویا ہے۔ وہ قابلِ ستائش ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔ ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے پسِ پردہ طبعیؔ کا ہندوستانی ذہن کارفرما ہے۔ علاوہ ازیں یہ عناصر ہماری گنگا جمنی تہذیب کا نہ صرف بیش بہا سرمایہ ہیں بلکہ مرقع بھی :۔

مثالیں: ۱: گرڑو:۔ گرڑ (گدھ کی طرح ایک پرندہ وشنو کی سواری ہے۔) (۲) گرو۔ گو + رُو (اندھیرے سے روشنی میں لانے والا) سنسکرت

۲۔ ہرن کا اچانک غائب ہوجانا

یکایک پیدا ہُوا ایک ہرن
اد جنگل میں مقبول ہور مَن ہرن
ہوا غیب یکبارگی اُد ہرن
رہیا شاہ جنگل منے ایک تن

تلمیح :۔ (ہندو دیومالا میں راون نے ماریچ نامی دیو کو سنہرا ہرن بنا کر سیتاجی کو رجھانے

بھیجا تھا۔ اور ان کا اغوا کر لیا تھا۔)

۳۔ ع کہ جیئوں آگ میں آ کو پڑتی ستی

ہندوستان میں ستی کی رسم کی طرف اشارہ۔

۴۔ پَری شاد ہو کر کہی بیگ مار

کہ او نیند تے ناگہ ہووئے ہشیار

(ہندو دیومالا میں کنبھ کرن نامی دیو کا حلیہ سیاہ دیو سے ملتا ہے۔ اس کی گہری نیند اور خراٹے بھی مشہور ہیں۔) (۱) مثال: "او دیوں میں بہرام اتر کر ترنگ۔"

۵۔ بت خانہ اور دیوں کا ذکر۔ ع (۲) بندیا بیگ دیوں میں ادیارنے۔

۶۔ سنسکرت کے مشہور زمانہ شاعر کالی داس[1] نے اپنی محبوبہ کو ابر کے قاصد کے ذریعہ محبت کا پیغام بھیجا تھا۔

طبعی نے "باؤ" کو اپنا پیغامبر بنایا ہے..... اور... گل اندام کو کس خوب صورتی سے "موہن" کہا ہے۔ یہ طبعی کے ہندوستانی ذہن کی اپچ شان کا نمونہ ہے۔ ہ

اری باؤ جا توں گل اندام پاس

مرے پاس لا اس کے بالاں کی باس

اری باد کہہ یوں گل اندام کوں

او موہن پیاری دلآرام کوں

صنم تیرے بدل ہو کر برہمن

گلے میں اپنے بھایا جانوا میں

(صنم۔ برہمن۔ جانوا: زنّار)

۸۔ ہندوستان میں کسی بھی اچھے کام کے آغاز سے قبل شگون نکالنے کی رسم ہے۔ اسے مہورت[2] نکالنا بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ بہرام اور گل اندام کے عقد سے قبل نیک ساعت کے لیے منجّموں نے نیک ساعت کی جستجو کی۔ اور شادی کے وقت کا تعیّن کیا۔ ہ

---

[1] میگھ دوت از کالیداس۔

[2] قدیم ایرانی رسم۔

موافق ستارے سوں بہرام کا
پڑیا جیوں کہ تارا گل اندام کا

۹۔ ہندوستان میں شادی بیاہ کے رسومات میں شب گشت (برات) کی بڑی اہمیت ہے۔ طبعی نے ہندوستانی عناصر و عوامل کے ساتھ یہ منظر کشی ذیل کے شعر میں پیش کی ہے ؎

چلیاں تا چتیاں پاتراں چو کدن
سِنے سوں لگا کر چوا ہور چندن

۱۰۔ ہندوستانی الفاظ کو استعارتاً استعمال کر کے طبعی نے شبِ زفاف کی توضیح جس انداز میں کی ہے۔ وہ اس کے کمالِ فن پر دال ہے۔
ملاحظہ کیجیے۔ ؎

یکایک ہتی مست بہرام کا
اُچا سونڈ دوڑیا سو ہو کر متا

ڈڈے کوٹ کے پھوڑ بھڑ کل گیا
اَدھی رات اُٹ کر جو سوندل کیا[1]

طبعی کے کلام پر ہندوستانی کلچر کی گہری چھاپ دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ماحول میں پوری طرح جذب ہونے کی کوشش کی۔ ہندوستانیت کو اپنے کلام میں سمونے میں کوشاں رہا۔ لہٰذا راقم کی نظر میں طبعی کی مثنوی پر خصوصاً جنوبی ہند کی معاشرت کے اثرات زیادہ ہیں۔ چنانچہ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی طبعی کی مثنوی شمال اور جنوب کے بدلتے ہوئے دھاروں کا سنگم ہی نہیں بلکہ :۔

"طبعی کی مثنوی شمال کی زبان کے گہرے اثرات کے تحت بدلتی ہوئی زبان کا ترجمان ہے۔"[2]

---

[1] سوندل۔ جنگ۔ دنگل —
[2] تاریخِ ادبِ اُردو: ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ص۱۵ ۔

لفظی و معنوی خوبیاں

طبعیؔ نے مثنوی میں صنائع و بدائع کا استعمال بڑی پرکاری سے کیا ہے۔ ساری مثنوی لفظی اور معنوی خوبیوں سے سجی ہوئی ہے۔ ان خوبیوں سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بیش بہا اضافہ ہوگیا ہے۔ ذیل میں طبعیؔ کی ادبی صنعت گری کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱۔ تلمیح:- ۱۔ اشارت سیتی چاند کوں شق کیا
چلکچ توں کیا ہے سو برحق کیا

۲۔ کہ اس شاہ کا نام بہزاد ہے
یو شیریں کی خاطر فرہاد ہے

۲۔ تشبیہہ: ۱۔ نہیں کوئی جوڑا تیرا توں ہے طاق
گیا آسماں کے اوپر جوں براق

۲۔ نمد میں دِسے شاہ بہرام یوں
کہ بادل میں اوجھل دسے چاند جیوں

۳۔ اچھل کر چڑیا شاہ بہرام گور
چڑے جوں گگن کے جو نیلے پو سور

او زلفاں دِلاں کے ہنڈولے اہیں
غلط نیں کیا دو سنپولے اہیں

مندرجہ بالا شعر قاآنی کے شعر کی جھلک پیش کرتا ہے:-

دو زلفِ مشکبارِ او بچشمِ اشکبارِ من
چو چشمہ کہ اندر دستا کنند مار ہا

۳۔ حسن التعلیل: لگی سُم کی ٹھوکی سو سب جاں تہاں
اسی تی ہوا یو کبود آسماں

۴۔ ایہام:

سفر کیا ساز بے تاب ہو
لگیا کاٹنے برّہ قصّاب ہو

۵۔ کنایہ:

یو نامہ میرا پڑ کو ادلبِ شکر
کرے کچ مُرتی رحم میرے اوپر

۶۔ سیاقتہ الاعداد:

۱۔ ہزاراں تے لاکھاں کروراں تے بھار
بنیاں جگ میں یک لاک اسّی ہزار

۷۔ تضاد: ع

نہنا ہور، بڑا ہور، بڈھا ہور جواں

۸۔ تکرارِ لفظی:

ع ۱۔ پکڑ ہات میں تو لیتا دیک دیک
ع ۲۔ دُکھن تھیں جیوں مارتے آہ آہ
ع ۳۔ دکاناں میں بازار میں ٹھار ٹھار
ع ۴۔ دیوانے ہوا کی؟ توں چپ بک بک
ع ۵۔ جھمکتا سورج کے نمن جھل اجھل

۹۔ مبالغہ:

ع ۱۔ گلے چاند رشکوں جلے آفتاب
ع ۲۔ جلاتا ہے فانوس تیوں مجہ خیال
ع ۳۔ دیا شاہ کے ہات میں آفتاب
ع ۴۔ گگن کا اسد تھر تھرا گر پڑیا
۵۔ سورج نے اوتر دار دیکھے اگر
سراپا پراں کھینچے گگن کا سپر

۱۰۔ تجنیس:

ع کیا مست تیوں کو پیالا پیلا

تجنیس تام:

اڑیا جھاڑ پنکھاں سورج کا جو ہنس
پڑیا صبح جوں پھول ہنس ہنس

۱۱۔ استعارہ:

گگن پر او صورت کہ ہے آج سور
اسے دیک کر چاند ہوتا چکور

۱۲۔ مراعات النظیر:

یو خنجر میرا ہور شمشیر فرنگ
زرہ ہور گرز ہو ترنگ

سوال وجواب

طبعی کی مثنوی میں دو غزلیں "سوال وجواب" کی شکل میں ملتی ہیں۔ ان میں شاعر نے دو مسلسل مضامین شعر کے قالب میں ڈھالے ہیں۔

بقول ڈاکٹر زور

"اس قسم کی غزلوں کی اُردو میں قابلِ افسوس کمی ہے۔" [1]

مثال کے طور پر

غزل

سوال بہرام :۔

ہوا مجنوں برہ تے سُدہ گنوایں
پُرانا ہوں نہیں عاشق نوا یں

جواب گل اندام :۔

تجھے حاصل نہیں ہے مجہ تے بن غم
ہوا کوتاہ سخن واللہ اعلم

---

[1] اردو شہ پارے۔ از۔ زورؔ۔ ص ۲۴۶

اچھوتی ضرب الامثال

۱۔ جہاں کیوڑا پھول وہاں باس بھوت[1]

۲۔ کہ دایم ڈرے تجکوں کولا ہو شیر۔

۳۔ جیوں امریت پھل چھپ رہے پات میں

۴۔ کہ بن نیر تے ماہی جیوں تلملے

۵۔ جو کوئی رنج کھینچے اسے گنج ہے
کہ دنیا میں کاں گنج بے رنج ہے

---

[1] بجھتے چراغ۔ از۔ اکبرالدین صدیقی۔ ص ۱۲۵۔۱۲۴

متروک اور رائج الوقت ضرب الامثال اور محاورے

۱۔ کرے باد سوں بات تیرا تزنگ [1]	ہوا سے باتیں کرنا
۲۔ ستاریاں کے بکریاں بارا باٹ کرنا۔	منتشر کرنا شیرازہ بکھرنا۔
۳۔ نکو دے تو مجلس میں ناکس کوں راہ	راہ دینا۔
۴۔ چلا جائے ڈونگر پوتے باؤ تیوں	ہوا کی طرح تیز جانا۔
۵۔ فلک اپنے داتاں میں انگلی گڑیا	دانتوں تلے انگلی دبانا۔
۶۔ دیکھا دورتے اِن کوں کوری نظر	کنکھیوں سے دیکھنا
۷۔ نہیں شرم کچھ تج کوا سے بے شرم یکایک سٹی بھار اپنا بھرم	بھرم کھولنا
۸۔ نھنّا منہ ہور بڑا نوالہ	چھوٹا منہ بڑی بات

---

[1] ابتاء ۷۔ ساتبجھتے چراغ۔ از اکبرالدین صدیقی۔ ص ۱۲۳

مثنوی بہرام و گل اندام اور ہندوستانی زبانیں

طبعیؔ کی شاعری کی فضا سرتاسر ہندوستانی ہے۔ لہٰذا اس کی مثنوی میں ہندوستان کی بیشتر زبانوں کے خصوصاً شمالی اور جنوبی الفاظ، تراکیب، محاورے وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ لسانی نقطۂ نظر سے طبعیؔ کی مثنوی پر سنسکرت، برج بھاشا، پنجابی، گجراتی، تلگو اور بالخصوص مراٹھی زبان کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ عربی کے دو فقرے بھی ملتے ہیں۔

۱۔ قدم رکھ مجھ انکھیاں پو ظل اللہ

۲۔ رہوا کوتاہ سخن واللہ اعلم

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ طبعیؔ عربی سے نابلد تھا۔ اس نے مثنوی میں عربی الفاظ عربی معنوں ہی میں استعمال کیے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے عربی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ مثلاً۔

۱۔ "بلا" بمعنی امتحان، آزمائش (فارسی معنی آسیب۔ مصیبت)

۲۔ مشّاطہ (عربی معنی کنگھی چوٹی کرنے والی۔)

۳۔ طُرّہ (عربی معنی پیشانی) کلغی۔

۴۔ تشریف (عربی معنی۔ تعظیم، عزّت)

۵۔ جہاز (عربی معنی جہز (جہیز) رختِ عروس)

اشعار:۔ ۱۔ ع کھڑے قد پو تے یک بلا دور جائے

۲۔ ع مشاطہ کھڑیاں بھینس ادھر ہور اُدھر

۳۔ ع شوانے دیا بھیج تشریف لال

۴۔ ع کمر میں نوَذ زنگ نو گز طرّا

۵۔ ع تیرے پر تے شاہاں بلا دور ہے

۶۔ ع گل اندام کے جہز میں چین دیا۔

پنجابی: پنجابی میں فعل کے مستقبل کے لیے "سی"، مختص ہے۔ طبعیؔ نے بھی "زہسی" اور

"نچلسی" جیسے افعال کے استعمال سے مستقبل کا صیغہ بنایا ہے۔

۱۔ نچلسی تیرا کچھ رعیّت پو ہٹ

۲۔ نہ رہسئی سپاہی اگر نیں تومال

امدادی طور پر فعل کا استعمال جو پنجابی زبان کی خاصیت ہے۔ طبعی کے یہاں پایا جاتا ہے۔ مثلاً۔

سٹنا۔ رک سٹنا (سٹیا کئی طبق لعل موتی کنکر)

انپڑنا۔ بمعنی پہنچنا۔

سنسکرت:

طبعی کے یہاں سنسکرت الفاظ اور اس کے مادوں سے بنائے ہوئے الفاظ کی کمی نہیں ہے۔

سنسکرت الاصل الفاظ:

مد (مدیرا۔ شراب)۔ کمیت (کبت: گھوڑا)

بھار (بہتر) بمعنی باہر)۔ اور گانڈا= سنسکرت کانڈا بمعنی گنا۔

یاج بمعنی "کے"، سنسکرت واج سے بنا ہے۔ کد۔/ کدھیں۔ جد/ جد ہاں۔ سنسکرت الاصل الفاظ "کدا"، اور "یدا"، کی متبادل صورتیں ہیں۔

برج بھاشا:

افعال، ضمائر اور جمع بنانے کے قاعدوں سے برج بھاشا کی اثر پذیری ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً کھیلن، بچارن، دیکھن، مارن، اور پوجن وغیرہ۔

(۱) گیا جو نکہ بہرام کھیلن شکار

گجراتی:

پچھیں (بمعنی۔ بعد میں) گجراتی زبان کا عام لفظ ہے۔ یہ دکنی میں مستعمل ہے۔ طبعی کے

یہاں اُس لفظ کے علاوہ "انجو" (آنسو) ناد (کی طرح) ہیر (دکھ + ہیر (دکھیر) جیسے گجراتی الاصل الفاظ کا استعمال پایا جاتا ہے۔

۱۔ ع پچھیں مشک و عنبر کا چکسا لگائے

۲۔ ع اے دولت پَون ناد جا کر تمیں

۳۔ ع انجو کے سو موتیاں پرونے لگیا

گجراتی کے حروفِ تشبیہہ (جیم / تیم) سے ماخوذ دکنی حروفِ ربط، یوں، تیوں، جوں، جیوں۔ بھی طبعی نے استعمال کیے ہیں۔

تلگو / کنڑ:

دکنی مثنویوں میں لفظ "کوٹ" قلعہ یا حصار کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ تامل مادّہ کٹ۔ کوٹ نے۔ کنڑی، کوٹے اور تلگو کوٹ کی شکل ہے۔ طبعی نے ایک نیا لفظ "انڈگے" بمعنی "ڈالے" (ڈھوکرے) کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

(۱) کوٹ:۔ کئے کوٹ کے بُرج تے نظر

(۲) انڈگے:۔ ہزار اونٹ انڈگے پکے پان کے

حرفِ تخصیص۔ "چ" یہ مراٹھی زبان کا مخصوص حرف ہے۔ جس کا تلفظ بھی آسان نہیں ہے۔ زبان کو اندرونی مسوڑوں سے رگڑتے ہوئے جھٹکے سے علیٰحدہ کرتے پر اس کا صحیح تلفظ ادا ہوتا ہے۔ دکنی ادبیات اور بول چال میں اس کا استعمال کافی ہے۔ یہ لفظ دکنی میں تخصیص یا تاکید کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بعض جگہ پر "چ" (ہی کا استعمال مراٹھی کے مانند لفظوں میں بغیر کسی تغیّر کے ہوتا ہے۔

بہوتیچ، تیوچ، ویچ، مُچ، ہوچ، تیچ

۱۔ ع چلیا ویچ بیگی دے حمام کوں

۲۔ ع کہ توکوں ہور کی ہوا ہوچ توں

۳۔ ع اتھی او لکھن راند بھوتیچ بُری

مراٹھی میں استعمال ہونے والا لفظ "ہور" بمعنی "ہاں"، بھی طبعی نے استعمال کیا ہے۔ مثلاً ہو "اے"، کے معنوں میں جیسے "لوگ ہو"!

(۱) کتا ہوں سنو کان دھر لوگ ہو

"ہو" اور کے معنوں میں مثلاً (۲) کہ دائم ڈرے تج تے کولے ہو شیر

مراٹھی کا متعلق فعل (نفی کے معنوں میں) دکنی زبان کی خصوصیت ہے۔

مثلاً نکو، نکوں۔ ان کی مثالیں طبعیؔ کے یہاں ملاحظہ کیجیے:۔

نکو۔ ع نکو توں بسر شاہ حق نمک

ع شہنشاہ کوں بولی نکو مار بانک

ع میں نہنوا دہوں کر نکو دیک یاں

قدیم محاورے

شاعرانہ توضیحات اور بیانات کے لیے زبان پر قدرت لازمی ہے۔ طبعیؔ اس معاملے میں کوتاہ دست نہیں ہے، اُسے زبان و بیان پر یکساں گرفت حاصل ہے۔ طبعیؔ چونکہ غواصیؔ اور ابنِ نشاطیؔ کے دبستان کی نمایندگی کرتا ہے لہٰذا اُس کے یہاں زبان و بیان کا بھرپور چاؤ ملتا ہے۔ اُس نے عام بول چال کی زبان، روزمرّہ اور ضرب الامثال بلا جھجک استعمال کئے ہیں۔ جن سے طرزِ ادا میں بوقلمونی پیدا ہوگئی ہے۔ طبعیؔ نے اپنے مطالب کی وضاحت اور اظہار میں محاوروں کا برجستہ استعمال کیا ہے۔ مثنوی "بہرام وگل اندام" کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ اس میں محاوروں کی موزوں و مناسب پیوندکاری پائی جاتی ہے۔ طبعیؔ کے نئے اور اچھوتے محاوروں سے مثنوی میں شاعرانہ دلکشی اور ندرت پیدا ہوگئی ہے۔ طبعیؔ کے محاوروں میں ہندلمانی تہذیب کی ترجمانی بھی پائی جاتی ہے۔ ذیل کے چند محاورے ملاحظہ کیجئے جو طبعیؔ کی مثنوی کو دکن کی دیگر مثنویوں پر امتیاز بخش رہے ہیں۔

(۱) فرصت دیکھنا (فرصت پانا)
(۲) جگ ہاتھ کرنا (دُنیا فتح کرنا)
(۳) طالع کھونا (قسمت کا حال معلوم کرنا)
(۴) پیالی جھیلنا (جام چھلکانا)
(۵) گھیری آنا (چکر آنا)
(۶) رگ سٹنا (رکھنا)
(۷) تھرتھری چھوٹنا (غصہ سے بے تاب ہونا)

(۸)	بانک مارنا	(کٹیار مارنا)
(۹)	چرن دیکھنا	(مُطیع ہونا)
(۱۰)	بھرم پھاڑنا	(بھرم کھولنا)
(۱۱)	ترنگ ٹھیلنا	ایڑ لگانا
(۱۲)	شبا پڑنا	شبخون مارنا
(۱۳)	دل گرم ہونا	عاشق ہونا
(۱۴)	قدم دیکھنا	حاضری دینا
(۱۵)	لاج سے گلنا	شرم سے پانی پانی ہونا
(۱۶)	خوشی سے پُھکنا	خوشی سے پھُولنا
(۱۷)	مشک کا خال لانا	نظر کا ٹیکا لگانا
(۱۸)	پھر کو آنا	لَوٹ کر آنا
(۱۹)	اُلنگنا	پھاندنا
(۲۰)	بھیس پھرانا	لباس بدلنا
(۲۱)	جھانپ سٹنا	حملہ کرنا
(۲۲)	سات آسمان میں سر ہونا	سر بلند ہونا
(۲۳)	بھید لینا	راز معلوم کرنا
(۲۴)	اجل کا پیالا پلانا	قتل کرنا
(۲۵)	انجھو ڈھالنا	آنسو بہانا
(۲۶)	زہر پھرنا	زہر اگلنا
(۲۷)	آس دینا	اُمیّد دِلانا

ردیف و قوافی

طبعؔی کی مثنوی میں کہیں کہیں ردیف و قوافی کی بے قاعدگی نظر آتی ہے۔ دکنی شاعری میں ابتدا سے لے کر طبعؔی تک ردیف و قافیہ کے آزادانہ استعمال کو جائز قرار دیا گیا ہے شعراء صوتی وحدت کے مطابق ردیف و قوافی اشعار میں لاتے تھے۔ شعری قواعد کی رو سے

قریب المخرج الفاظ جن کا اِملا مختلف ہو قافیہ کے طور پر استعمال نہیں کیے جاسکتے۔ لیکن طبعؔی کے یہاں اس قاعدے کی پابندی نہیں ملتی۔ طبعؔی نے "ر" "ڑ" "ت" اور "ٹ" یائے معروف اور یائے مجہول کو ردیف و قافیہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ دراصل یہ بے قاعدگی دکنی شعراء کے کلام کی خصوصیت رہی ہے۔ یہ شعراء صوتی آہنگ پر زور دیتے تھے اور ان کے یہاں اِملا سے زیادہ تلفّظ کو اہم سمجھا جاتا تھا۔ اس کلّیہ کے تحت طبعؔی کے یہاں ردیف کی بے قاعدگی قدیم شعری روایت کے مطابق سمجھی جائے گی۔

ذیل کی مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

میری چھانوں تل بادشاہاں اتھے — حَشم ہور گھوڑے ہتی تھے اوٹے
سورج کا گیا بادشاہ تخت چھوڑ — لگیا چاند کا پھرنے کون رات پَہ جُور
کیا گیاں تے قصہ راوی سُگڑ — محل کے تلے شاہ کھڑا سال بھُر
نول شاہ بہرام زانو پکڑ — گیا بوسہ دینے کوں جوں بخت ور
اتھا ئی بڈا ہور بیمار باپ — اتھا تھنڈبی ہور اسے بہوت تاپ

لسانی وصرفی جائزہ

کسی مثنوی کے معیاری اور غیر معیاری ہونے کا دارمدار اُس کی زبان وبیان پر منحصر ہے۔ زبان وبیان کا صحیح استعمال مثنوی کے ظاہری وباطنی حسن کا ضامن ہوتا ہے مثنوی کے جمالیاتی حسن میں بھی زبان وبیان تازگی اور شگفتگی کا اضافہ کرتے ہیں۔ دکن کے مثنوی گو شعراء نے نئی اور اُبھرتی ہوئی زبان (دکنی) میں زبان وبیان کے مخصوص استعمال سے اپنے اپنے کمالِ فن کا ثبوت دیا ہے۔ اِن شعراء نے دکنی لہجے اور زبان وبیان کے مقامی رنگ کو نہایت خوش اسلوبی سے برتا ہے۔ البتہ جذبات نگاری کی ترجمانی میں اِن شعراء نے فارسی مثنویوں کی تقلید کی ہے لیکن رنگینی اور بزم آرائی کی عکّاسی میں دکنی روایات کے پابند رہے ہیں۔

دراصل طبعؔی کے عہد میں دکنی تشکیلی مراحل سے گذر رہی تھی۔ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ طبعی کی زبان ریختہ (اردو) سے قریب تر ہوتی جارہی تھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبؔی اُس دور کی دکنی زبان

پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اس دور میں دکھنی "ریختہ" بننے کے عمل سے گذر رہی ہے نہ اب وہ ویسی دکھنی رہی ہے جس میں ہمیں محمد قلی قطب شاہ، غواصی اور ابن نشاطی کے ہاں نظر آتی ہے اور نہ ویسی ریختہ جو ہمیں آئندہ دور میں ولی، سراج، داؤد اور قاسم کے یہاں دکھائی دیتی ہے، زبان نئے تشکیلی دور سے گذر رہی ہے[1]"

اس لحاظ سے طبعی کو دکنی اردو کا آخری نمائندہ شاعر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حالانکہ اس کی مثنوی پر آئین سبزواری کی فارسی مثنوی کی گہری چھاپ ہے۔ تاہم طبعی نے اپنی افتادِ طبع کے ذاتی جوہر اس مثنوی میں ظاہر کئے ہیں حتیٰ کہ یہ مثنوی ایک جزوی ترجمہ سے زیادہ اُپجی اور تخلیق معلوم ہونے لگتی ہے۔ زبان وبیان کے نئے سانچوں کی شیرینی اور بلند آہنگی میں طبعی نے کسی حد تک دکنی روایت سے انحراف کیا ہے۔ لہٰذا اس کے طرزِ ادا کی روانی اور سلاست ریختہ سے قریب تر ہوگئی ہے۔ اس اعتبار سے یہ طبعی کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس فوقیت کے باوجود فوقِ فطرت عناصر طبعی کی مثنوی کے کمزور پہلو ہیں۔ طبعی نے اِن کوتاہیوں کے باوجود اپنی مثنوی کو صاف، شفّاف اور معیاری لب ولہجہ سے قدرے شوخ وتنگ بنانے کی کوشش کی ہے اور وہ بڑی حد تک کامیاب رہا ہے لہٰذا طبعی کو اپنے اچھوتے پیرایۂ بیان کی وجہ سے دیگر دکنی شعراء پر فوقیت حاصل ہوگئی ہے۔ بقول ڈاکٹر محی الدّین قادری زورؔ :۔

"طبعی کی یہ مثنوی دکنی کے بہترین کارناموں میں سے ہے۔ زبان کی سلاست اور شاعرانہ نزاکتوں میں طبعی اپنے پیشرو اساتذہ وجہی اور غواصی اور ابنِ نشاطی تینوں پر بھی سبقت لے گیا ہے[2]"

طبعی نے عربی وفارسی الفاظ کی بندشوں اور ترکیبوں سے اپنی مثنوی میں پرکشش رنگ بھرے ہیں۔ برج بھاشا، پنجابی، گجراتی، تلگو، سنسکرت اور مراٹھی زبان کے الفاظ اور ذولسانی تراکیب نے طبعی کی مثنوی کو ہندلمانی تہذیب کا شاہکار بنادیا ہے۔ بہ اعتبارِ

---

[1] تاریخِ ادبِ اُردو، حِصّہ اوّل، از جمیل جالبی۔ ص۵۱۵

[2] بحوالہ دبستانِ گولکنڈہ ادب وکلچر؛ محمد علی اثر ص۲۴

زبان دبیان یہ مثنوی دیگر شہرۂ آفاق مثنویوں کی طرح قابلِ توجّہ ہے اور بقول فائز۔ ؎

کتیک فارسی کوں بھی دکنی کرے
اد لوگاں قیامت تلک نیں مرے

صرفی جائزہ:

طبعؔی کی بہرام وگل اندام صرفی اور لسانی اعتبار سے ایک اہم مثنوی ہے اس میں طبعؔی نے دکنی زبان کے لفظوں کے جوڑ توڑ، اُن کے بولنے اور برتنے کے مختلف قاعدوں کی نشان دہی کی ہے۔ ماہرینِ لسانیات کے لیے مثنوی بہرام وگل اندام کا صرفی تجزیہ دلچسپی کا باعث ہوسکتا ہے۔ لسانی اور عام صرفی اصولوں کو طبعؔی نے بخوبی اپنایا ہے۔ دکنی کے عام اصولوں کے تحت "ا" اور "ن" کے اضافہ سے جمع بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ طبعؔی کے یہاں بھی اِسی اصول کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔ ذیل کی مثالیں ملاحظہ کیجئے:۔

(۱)	باڑے ، کی جمع ، باڑاں		مکر کی جمع	مکراں
	ہاڑ	〃 〃 ہاڑاں	بیت 〃 〃	بیتاں
	دُکھ	〃 〃 دُکھاں	نبی 〃 〃	نبیاں
(۲)	کی	〃 〃 کیاں	تھی 〃 〃	تھیاں
(۳)	گئی	〃 〃 گئیّاں	سکی (سکھی) کی جمع ، سکھیاں / سکاتیاں	

مثالیں: (۱) فراشاں کوں غالیاں لیجاؤ کیا
(۲) گُلالاں کھڑے کر لگئے دیوے
(۳) کھڑے ہو کو شاہاں کے ہاتاں دُھلائی
(۴) چِلیاں، ناچتیاں، پاتراں چوکدن

افعالِ ناقص:۔

طبعؔی کی مثنوی میں ناقص افعال کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً:

لہ مثنوی رضوان شاہ و روح افزا، از فائز۔

(اتھا ، اتھے ، اتھیاں ، تھیاں)

مثالیں :- (۱) پریاں سرپواڑتیاں اتھیاں کھول پر

(۲) سکانیاں گل اندام کیاں تھیاں چہار

(۳) اتھا نام ستّار اُس پیر کا

تذکیر و تانیث :-

طبعیؔ کے یہاں تذکیر و تانیث کی طرف کم توجّہ دی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ ؎

(۱) مشاطہ کھڑیاں بھینس اِدّھر اُدھر

(۲) مشاطہ کھڑا ہو کو پردا پکڑ

(۳) وہاں ایک دوکان عالی اتھا

ماضی مطلق :-

دکنی قواعد کی رو سے "ی" اور "ا" کے اضافہ سے ماضی مطلق کا صیغہ بنایا جاتا ہے۔ طبعیؔ نے بھی اِن حروف تہجّی کو مصدر کے بعد لاکر ماضی مطلق کا صیغہ بنایا ہے۔ ذیل کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں :-

اوٹھیا۔ (اُٹھنا سے) چلیا (چلنا سے) اُتریا (اُترنا سے) پوچھیا (پوچھا سے۔)

چلیا (چھیلا سے۔)

مثالیں :- ع میری کھال زبدن سون سب چلیا

چلیاں، ناچتیاں، پاتراں چوکدن

اُٹھیا مشک ہور عود کا دُھندکار

"ء" اور "ی" کے اضافہ سے بنائے گئے ماضی مطلق اور اُن کی مثالیں :-

آئیا، دھائیا، دکھلائیا، پائیا

ع جو حمّام تے بھار شہ آئیا

نھنا ہور بڑا دیکھنے دھائیا

نجانوں سعادت یوکیوں پائیا
کرے رنج قدماں تلے آئیا

ضمائر :۔

مثنوی بہرام وگل اندام میں ضمائر اشارہ کا استعمال نظر آتا ہے۔ ۵

مثالیں :۔ یو۔ یتا۔ ایتا۔ ایتیاں۔ ہمنا۔ تمن
اُنے۔ کن۔ اور اُنو، اونو........،

ضمائر اشارۂ بعید :۔

مثالیں :۔ وَ۔ وو (وہ) او، اوس، (اُس)
ضمیر استفہام کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں :۔
مثالیں :۔ کون، کیتا، کیتی، کتیک

اسمِ فاعل "ہار" :۔

طبعی نے "ہار" کو لاحقہ کے طور پر استعمال کر کے کوئی اسمِ فاعل نہیں بنایا۔ البتہ دکنی کی دیگر مثنویوں میں "سرجنہار، کرنہار جیسے الفاظ ملتے ہیں۔ طبعی کی مثنوی کے ابتدائی شعر میں "نرنکھار" لفظ کو دیکھ کر شبہ ہوتا ہے۔ لیکن اس لفظ کا اصلی روپ "نراکار" ہے۔ لہٰذا اس میں نون کی معنوں آواز اور "ہ" کی ہکاریت کا اضافہ ہے۔

افعال کی جمع :۔

مثنوی "بہرام وگل اندام" میں دکنی کے مروّجہ اصولوں کے مطابق فعل کی جمع بنائی گئی ہے۔ مثلاً۔ دیکھیاں، چلیاں، ہویاں، اتھیاں، گیاں۔

مثالیں :۔ ع کھڑیاں ہو مشاطہ کیاں سب سلام
پریاں سر یو اُڑتیاں اُتھیاں کھول پر
یو بتیاں لگیاں درد کے بولنے

حروفِ ربط

جُملے میں کسی لفظ کا دوسرے لفظوں سے تعلق ظاہر کرنے کے لیے حروفِ جار کا استعمال علامت کی طرح ہوتا ہے۔ مثنوی "بہرام وگل اندام" میں اس کی کئی مثالیں ذیل کی صورتوں میں ملتی ہیں۔ مثلاً

کَن، تَل، تَلیں، تک، تلک، لگ، لگوں، سی، سوں۔ دکنی حرفِ ربط "سوں" کے ماخذ پر تبصرہ کرتے ہوئے مرحوم عبدالقادر سروری رقمطراز ہیں کہ:۔

" حروفِ ربط میں" سے"، کے جتنے روپ دکھنی زبان میں ملتے ہیں وہ کسی اور زبان یا بولی میں نہیں ملتے۔ جیسے سوں، تھی یا تھے، تے بمعنی (سے)، سیتی، ہئیں وغیرہ۔ صرف ونحو کے ایسے ہی روپ کی وجہ سے دکھنی زبان ماہرِ لسانیات کے لیے جنّت سمجھی جا سکتی ہے۔ یہ سارے روپ ہند آریائی ماخذوں سے آئے ہیں اور مختلف زبانوں اور بولیوں میں مروّج تھے اور بعض اب بھی مروّج ہیں۔ "سوں" کا ماخذ بعض لوگ برج بھاشا سمجھتے ہیں لیکن دکنی میں یہ شاید براہِ راست پنجابی سے آیا ہے اور پنجابی میں براہِ راست سنسکرت سے "تے"۔ برج بھاشا اور قدیم بیسواڑی بولی کی خصوصیت ہے جو پوربی ہندی کی ایک بولی بلکہ زبان جس میں ملک محمد جائسی کی "پدماوت" اور تلسی کی یادگار نظم "رام چرتر مانس" لکھی گئی ہے۔ "تھے" بمعنی "سے" اس کا ھ کاری روپ ہے[1]

صیغۂ مستقبل:

طبعی نے صیغۂ مستقبل بنانے میں جدّت برتی ہے۔ طبعی نے لفظ کے درمیان سے "ے" اور "ے" نکال کر مستقبل کا صیغہ بنایا ہے۔ مثلاً

کھانگا برائے کھائے گا
نپاگا " نپائے گا

---

[1] حیدرآباد کے ادیب، انتخاب نثر، از۔ زینت ساجدہ، حیدرآباد۔ صنہ۹

مثالیں:۔ ع کداں لگ غم توں کھانگا بول بارے
نپاگا اس چمن میں تے توں میوا

دکنی کے خاص مادّے:۔

ذیل میں دکنی کے اُن خاص مادّوں کی فہرست دی جارہی ہے جو طبعیؔ کے یہاں استعمال ہوئے ہیں۔

مثالیں: ع قدم کے تلے اُس کے لُوٹتا ہوں میں = لُٹنا سے
نجانے کہاں پھر کو نھاٹے ہے اُو = نھاٹنا سے
یو دھنگر گیا چاند کا نھاٹ کر = " "

اعداد :

مثنوی بہرام و گل اندام میں مندرجہ ذیل اعداد و شمار پائے جاتے ہیں۔ قطب شاہی عہد میں اعداد و شمار بولنے اور لکھنے کے جو طریقے رائج تھے اُن کی طبعیؔ نے نشاندہی کی ہے۔

مثالیں:۔ ع یکُن تیل کھینچے پیشانی اوپر = یکُن
یکُن لال پہنچیاں کوں مہندی لگائے۔ "
نبیاں جگ میں یک لاک اسّی ہزار = یک (ایک)، لاک (لاکھ) اسّی ہزار "

" ہزاراں تے لاکھاں کروراں تے بھار = ہزاراں
= کروراں = کروڑوں
" لاکھاں = لاکھوں

لفظوں کی تکرار:

دکنی میں معنی پر زور دینے کے لیے لفظ کو بغیر تغیر کے دُہرایا جاتا ہے۔ ایسے تکراری الفاظ کی کئی مثالیں طبعی کی مثنوی میں موجود ہیں۔ یہ تکراری الفاظ دو طریقوں سے استعمال ہوئے ہیں۔

کچھ الفاظ املائی تغیر کے بغیر اور بعض الفاظ کے پہلے لفظ میں "ی" کا اضافہ کے ساتھ دونوں طرح سے استعمال ہونے والے تکراری الفاظ کی مثالیں ملاحظہ کیجیے:-

ع: میرے بند کر تیشے سوں شاخ شاخ = شاخ شاخ
گریباں اپنا کیا چاک چاک = چاک چاک
کھڑا ہو رہیا مارتا آہ آہ = آہ آہ
دوکاناں میں بازار میں ٹھار ٹھار = ٹھار ٹھار
اگر فردوس تھا داغ اُسے دیک دیک = دیک دیک
چلے دونوں بہرام کن بیگ بیگ = بیگ بیگ
دیوانے ہوا کِی؟ توں چپ بَک بَک = بَک بَک

یائے مجہول اور یائے معروف کے اضافے کے ساتھ:-

خوشی کے دمامے ڈگی ڈگ بجا = ڈگی ڈگ
ڈگی ڈگ گئی پاتراں کوں نچائے = " "
زنگار رنگ پھولاں ہے چمنے چمن = چمنے چمن (چمن در چمن)

ضمیر اشارہ "سو" کا استعمال:-

طبعی کی مثنوی "بہرام و گل اندام" میں ضمیر اشارہ "سو" کا استعمال مختلف طریقوں اور معنوں میں پایا جاتا ہے۔ ذیل میں اس کی مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:-

ع کنارے پر آیا سو اوناؤتے : جو، کے معنوں میں
چھٹا باؤ او سو تیر کے تیوں چلے : بھی " " "
کئے شہ کوں دیکھے سو عالم سلام : پر " " "
سُنے سو ہوئے جمع سب عاشقاں : تب " " "
سُٹیا تھا سو بہزاد کا کاٹ سر : جو " " "
انجو کے سو موتیاں پرونے لگیا : بھی " " "

لفظ "بھی" پھر کے معنوں میں:- مثلاً

دیا بھی منگا کر ترنگاں ہزار : پھر " " "

لفظ "ہو" اِشارہ اور ربط کے معنوں میں: ۔ مثلاً (۱) تُمیں دل کے کاناں ستے لوگ ہو
لوگ ہو: ـــــ اے لوگو (۲) دکتا ہوں سُنو کان دھر لوگ ہو
کولے ہوشیر ـــــ کولا اور شیر دکر دائم ڈرے تج تے کولے ہوشیر

لفظ "سٹوں" اور "گھلوں": ۔ مراٹھی حالیہ معطوفہ کا استعمال: طبعی کے یہاں نظر آتا ہے۔

مثال: ع (۱) پتھر کے تلے ہات شہ کر سٹوں (سُٹنا) सुटणे
(۲) سٹیا سو قدم دور پتھر کا ہلوں (گھالوں) घालणे

لفظ " دے " (دینا کا ماضی مُطلق) کا انوکھا اِستعمال: ۔

لفظ "دے" پنجابی زبان کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ ڈاکٹر شری رام شرما کے مطابق "دکنی کے کچھ مادّوں کے ماضی کی شکلیں پنجابی سے مُتاثر ہیں"[۵]

مثالیں: ۔	ھندس توں بیگی دے جا چپن کوں	جلد' کے معنوں میں
	کیا بیگ دے جا کو سُفرا بچھا	بچھا دے "
	اے شاطر توں بیگی دے جا واں لگوں	فوراً کے معنوں میں
	چلیا وہیج بیگی دے حمّام کوں	" " " "

علامتِ فاعل "نے" کا استعمال: ۔

البتّہ طبعی کے یہاں اِس کی مثالیں ملتی ہیں: ۔
مثالیں: ع ۱۔ یکیلا رہیا شاہ بہزاد نے
۲۔ چلیا شاہ بہرام نے بیٹ سوں

لفظ "کو" کا استعمال "کے" اور "کر" کے معنوں میں: ۔
ذیل کی مثالیں مُلاحظہ کیجئے: ۔
(۱) کر کو (کر کے) (۲) جا کو (جا کے)
(۳) دُکھی ہو کو (دُکھی ہو کر)
ع ھندس ترنگ لا کو یک رہوار

---

۵ دکنی زبان کا آغاز و ارتقاء، مترجمہ مولوی غلام رسول۔ ۱۹۶۷ء۔ ص ۴۴۸

ع کھڑے کرکو گنجور کے ہات تے

شعری رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے طبعؔی نے الفاظ کو مخفف بناکر استعمال کیا ہے۔

مرکب الفاظ کی حسبِ ضرورت تحریف کی گئی ہے مثلاً غلبلا بجائے غلغلہ

مثال: ۱ ہوا شہر میں غلبلا ایک بار

۲ کہ اُسے کی بجائے: کُسے

۳ یوں کہ " " : یونکہ : یونک

۴ نہ کوئی " " : نکے

۵ تو بھی " " : تبی

۱۔ الف ممدودہ کے بغیر : اگ بجائے آگ

الفاظ کا استعمال:۔ انگ " آنگ

انک " آنکھ

۲۔ یائے معروف کی بجائے مجہول: اگن بجائے اگنی

۳ " " کھیلن " کھیلنے

۴۔ ہائے مخفی " " سِنا " سینہ

۵۔ نون اعلانیہ بڑھاکر یکن یک +ن = یکن

۶۔ اَلِف اور واؤ یا صرف واؤ گھٹاکر : جرٹت بجائے جڑاؤ

سار " سَوار

۷۔ اَلِف حذف کرکے کھان : کھانا

نہی : تنہائی

۸۔ دال حذف کرکے بتر : بدتر

۹۔ الف اور ہمزہ حذف کرکے غیب : غائب

۱۰۔ اَلِف زاید کی مثالیں بھان : بہن

عاروس: عروس

۱۱۔ واؤ زاید کی مثالیں رووِنے: رونے

ہوزتا : ہوتا

۱۲ حمزہ کی جگہ واؤ کا استعمال آدو : آؤ

فارسیت کا اثر: طبعیؔ کی مثنوی ایمن سبزواری کی مثنوی کا جزوی ترجمہ ہے۔ لہٰذا اس پر فارسیت کی گہری چھاپ لازمی ہے۔ طبعیؔ نے اسی اثر کے تحت فارسی کی خوبصورت تراکیب سے مثنوی میں مختلف رنگ بھرے ہیں۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جارہی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے :۔

(۱) کھڑے ہوکو خدمت منے کیسہ مال

فارسی محاورہ، کیسہ کشیدن سے

(حمّام میں مالش کرنے والے)

ایرانی حمّاموں کی خصوصیت ہے۔

(۲) کیا شاہ شیر افگن پیل تن

شیر افگندن سے شیر افگن

پیل تن ← داشتن۔ فیل تن ← داشتن

(۳) سمن بوکہی نا نپاؤں جواب

تیرے موں تے اے پنجۂ آفتاب

پنجۂ آفتاب کنایہ : سورج کی کرنیں

(حسنِ آفتابی)

لسانی جائزہ :

دکن کی دیگر نمائندہ مثنویوں کی طرح طبعیؔ کی مثنوی میں بے شمار متنفّس صوتیے پائے جاتے ہیں متنفّس صوتیوں (Phonemes) کا ترقی یافتہ اردو میں وجود نہیں رہا۔ اِن کے وجود سے زبان کی قدامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں اِن کی مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱ Lh - لھ : لھوا (بمعنی : تلوار

لھوے (،، : لیوے)

مثالیں ع ۱ کہ معشوق پر جاکو ماروں لھوا

۲ بھوے مار ایران طوران کوں

۲ Mh - مھ : مھور (بمعنی: مور)

مھٹھی (" : میٹھی)

ع ۱ خجل ہو چھپیا مھور نے اپنی دم

تیری بات نابات سے ہیگی مھٹھی

۳ Wh - وھ : وھیں

ع اُٹھیا شاہ سو وھیں کمر باندھ کر

۴ Rh - رھ : رھیا (رہا)

ع ۱ : یکیلا رھیا شاہ بہزاد نے

۵ Nh - نھ : نھی (نہائی)

ع ۱ : او نو نھینے بھار ڈھو کر نھی

۲ نھنا ہور بڑا دیکھتے دھائیا

۳ میں نھنوا دہوں کرنکو دیکیاں

۴ سمن بو کر ایک نھنی بھاں تھی

۶ Ch - چھ : : چھتر :

ع ۱ : ترا تخت دے کر چھتر شاہ راجو

۷ Gh - گھ : : گھول : (گول) آگھ : آگ

ع ۱ : پھرے گھول اور گیت گانے لگے

۸ Kh - کھ : : کھتر : کھیلے (کیلے) ترنکھار (ترنکار)

ع ۱ : پیادے کھڑے ہور سپاہی کھتر

۹ Bh-بھ : بھار (باہر یا وزن)

ع ۱ ہزاراں تے لاکھاں کروراں تے بھار (باہر-پرے)

۲ اُنو مہینے بھار ڈھوکر نہی (وزن)

۳ مَیں دروازے کے بھار جوں خاک ہوں (باہر)

۱۰ ڈاکٹر عصمت اللہ جاوید کا خیال ہے کہ طبعؔی نے غنائی صوتیے "ن" اور "م" کے کثرت استعمال اور تکرار سے اکثر اشعار کو مترنم بنا دیا ہے۔[۵]

تخفیفِ صوت :۔

زبان کاروانِ عہد کا جرس ہوتی ہے۔ لسانیات کے ماہرین نے زبان کی خطّہ بہ خطّہ تبدیلیوں اور صوتی میلانات میں کمی اور زیادتی سے متعلق یہ رائے دی ہے کہ ہر زبان خواہ وہ بولی ہی کیوں نہ ہو، ہر بیس میل کے فاصلے کے بعد کسی نہ کسی سطح پر تبدیل ہو جاتی ہے۔ دکنی کی خصوصیات میں تخفیفِ صوت کا رُجحان اس کے قدامت کی یادگار ہے۔ دکنی کے تمام شعراء کے یہاں تخفیفِ صوت کا عمل پایا جاتا ہے۔ دکنی کے متقدمین شعراء کی طرح طبعؔی کے یہاں بھی اس کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں۔ دکنی زبان کا "جرس" کاروانِ گذشتہ کا نقیب بن کر ذیل کے الفاظ کی شکل میں اُبھرتا ہے۔

مثالیں: ادھی۔ (آدھی) اواز۔ (آواز)

سار۔ (سوار) سمان۔ (آسمان)

بزاں۔ (بعد ازاں)

واؤ ضمہ کے بغیر:۔

کھطور۔ (کوہِ طور) پُنم۔ (پُونم)

سُنا۔ (سونا)

۵۔ ذاتی اظہارِ خیال۔ (اورنگ آباد، دسمبر ۱۹۹۰ء)

دھنڈتا۔ (ڈھونڈتا)

طبعی کے یہاں مصوتوں کی آواز کو طویل کرنے کا رجحان دکنی کے ماقبل شعراء کی طرح موجود ہے۔ مصوتوں کی طویل آوازوں کے اظہار کے لیے حرفوں کے درمیان "ی" اور "و" کا اضافہ پایا جاتا ہے۔

مثالیں :۔

میل	: مِل	بیجلی	۔ بجلی
سیر	: سَر	گینا	۔ گنا
پھیر	: پھر	میٹھیاں	۔ مٹھیاں

ع
دونوں یوں دسیں تخت پر میل کر
تہیں بیجلی ہور توں ہے بَدَل
منجے سَون ہے اُس باپ کے سیر کی

کچھ حروف کی ابتدا سے یا بیچ سے "ی" کی آواز میں تخفیف کر دی گئی ہے۔
مثال کے طور پر :۔

دِتی	۔ دیتی	بِھتر	بھیتر
جِہز	جہیز	ہڈ	ہڈی
	اَہن	اہیں	

کچھ حروف کے بعد کی یا درمیانی طویل آوازوں کو مخفف بنا دیا جاتا ہے :

مثلاً بَدَل = بادل	بھال	= بھالا
گھَن = گھنا	پہڑ	= پہاڑ

کہیں کہیں پر طویل آوازوں کو مزید طول دینے کا عمل ملتا ہے۔ اس میں الف زائد استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً : گھابرا = گھبرا
آدر = اُدر

کچھ الفاظ میں واؤ ضمہ کی طویل آواز کو واضح طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

مثلاً نووَح ۔ نوح چھوڑا ۔ چھُڑا
عذورا ۔ عذرا مُچون ۔ چُن
نازوک ۔ نازک میہون مینہہ
کھولیا ۔ کھلّا

انفیانا Nazalisation

انفیانا دکنی کی اہم ترین خصوصیات میں سے ہے۔ انفیاتے کا رجحان دکنی نظم و نثر میں عام ہے۔ طبعی کے یہاں اس رجحان کی نمایندگی کرنے والی مثالیں ملاحظہ کیجیے:۔

مثالیں:۔	مَلاں	= برائے	مُلاّ
	خرماں	= "	خُرما
	گواں	= "	گنوا
	چشماں	= "	چشم

ع : سرو ہور کوئی نخلِ خرماں کوں نئیں
: مُلاں سات معنی میں لڑنے لگیا

ھ کاری الفاظ: ھ کاری الفاظ کو غیر ھ کاری الفاظ میں ڈھالنے کا عمل دکنی زبان کا خاصہ ہے۔ مثنوی بہرام و گل اندام میں مندرجہ ذیل الفاظ کو غیر ھ کاری بنایا گیا ہے۔ ذیل کے الفاظ ہائے مختفی کے بغیر استعمال کئے گئے ہیں۔ نظم میں یہ رعایت جائز قرار دی گئی ہے۔

ذیل کی مثالیں ملاحظہ کیجیے:۔

ہات ۔ ہاتھ سِک ۔ سیکھ
دود ۔ دودھ چڑے ۔ چڑھے رک ۔ رکھ
سات ۔ ساتھ دُکیا ۔ دُکھیا ذرا ۔ ذرّہ
سوکے ۔ سوکھے ہتیار ۔ ہتھیار بیٹ ۔ بیٹھ
دورا ۔ دوہرا بڈا ۔ بوڑھا کنے ۔ کہنے

وَ - وہ مَٹ - مٹھ بندا - بند

مڑنا - مڑھنا .. - دیکھلا - دیکلا

صوتی تغیرات :-

طبعی کے یہاں حسبِ ذیل صوتی تغیرات کی مثالیں ملتی ہیں۔

وضا	بجائے	وضع	- ع
سلا	"	سلاح	+ ح
گھول	"	گول	+ ھ
سیرا	"	سہرا	"ہ" کی بجائے "ی"

—— ۶ ——

امالے Dipthongs

(AU) اور (AI) ایسے دو امالے Dipthongs ہیں جو عام طور سے ہندی اور اُردو میں پائے جاتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر سیدہ جعفر صاحبہ " امالہ دراصل دو متصل مصوتوں سے پیدا ہونے والی صوت ہے جو اُن کے ادغام اور اشتراک کا نتیجہ ہوتی ہے"[1]

دکنی میں مروّجہ پانچ امالوں کی تمام صوتی شکلیں " مثنوی بہرام و گل اندام" میں پائی جاتی ہیں۔ ذیل میں اِن کی مثالیں دی جارہی ہیں۔

ملاحظہ کیجئے :-

(۱) اے : اس امالہ کی متصلہ (a) اور (i) ہے لفظ "کئی" اور "گئی"، اس کے صوتی آہنگ کی نشاندہی کرتے ہیں :-

مثلاً (۱) سُٹیا کئی طبق لعل موتی کنکر

(۲) کرے ایک بالاں کو سر کی کنگوئی

(۳) لے رُوماں پونچے مکھ موں کی خوئی

---

[1] مثنوی ماہ پیکر از جنیدی مرتبہ سیدہ جعفر۔ ۱۹۸۶ء۔ ص ۴۷

(۲) "ں" اور (ا) کے صوتی ٹکراؤ سے یہ امالہ وجود میں آتا ہے۔ مثلاً، بھئیں۔ ہوئی

" (۱) سُٹیا بھئیں پو مینج کوں کمر توڑ کر

(o ا):- (o) اور (ا) کے مُتصلّہ مصوتوں سے یہ امالہ تشکیل پاتا ہے۔

مثلاً : کوئی ۔گوئی ۔سوئی

(۱) کسی کوں وہاں کوئی نئیں پُوچیا

(۲) سرو ہو کوئی نخلِ خرماں کوں نئیں

(E o) یہ امالہ (o) اور (E) کے جوڑواں مصوّتوں سے متشکّل ہوتا ہے۔

مثلاً: (۱) ہوئے (۲) کھوئے

مندرجہ بالا لسانی خصوصیات اپنے دور کی لسانی وصوتی رجحانات کا اور معیاری تلفّظ کا سکّۂ رائج الوقت تھیں۔ طبعؔی کے یہاں ان کی بھرپُور نمایندگی پائی جاتی ہے۔

مثنوی بہرام و گل اندام کے مخطوطے

الف :-

مثنوی بہرام و گل اندام کا پہلا نسخہ برٹش میوزیم لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے۔ دراصل اس مخطوطے کا مائکرو فلم اس وقت حاصل ہوا جب برٹش میوزیم کے کیپر نے راقم کو مثنوی "بہرام گور و بانوی حسن" از امین و دولت کے ساتھ اس سے مربوط دیگر داستانوں کی فلمیں بھی بھیج دیں۔ ان فلموں کے سارے اخراجات شاگرد عزیز رفیق کاسکر ساکن لندن نے برداشت کیے۔ راقم برٹش میوزیم کے عملہ اور اپنے شاگرد عزیز کا صمیم قلب سے شکر گزار رہے۔

مثنوی بہرام و گل اندام از طبعی کے متن کی تصحیح کے لیے اس نسخہ کو "نسخہ الف" کہا گیا ہے۔ قدامت اور دیگر خصوصیات کے لحاظ سے اسے بنیادی نسخہ قرار دیا گیا ہے۔

تفصیلات[1]۔ برٹش میوزیم کے ہندوستانی مخطوطات کا کیٹلاگ۔ مرتبہ بلوم ہارٹ

۱۔ مخطوطہ کا نمبر $\frac{1059 \cdot}{2}$ ایڈیشنل

۲۔ ورق ۴۷ ، صفحات ۹۳ ،

۳۔ سطر ۱۷

۴۔ سائز $4\frac{1}{2} \times 8\frac{1}{2}$

۵۔ خط نستعلیق

۶۔ کاتب :- سید مظفر

۷۔ سنہ تصنیف ۱۰۸۱ھ / مطابق ۱۶۷۰ء

۸۔ سنہ کتابت $\frac{1141}{1728}$ھ

۹۔ مخطوطہ کا آغاز ؎

---

[1] یورپ میں دکھنی مخطوطات از۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی اور مخزونہ مائکرو فلم کی تفصیل۔

الٰہی یو طبعؔی تیرا داس ہے
دے ایمان اس کوں تیرا آس ہے

۱۰۔ تعداد اشعار۔ ۱۳۴۰، (مخطوطہ میں کل ۱۳۱۳)
۱۱۔ ترقیمہ: یو نامے کوں طبعؔی کیا ہے تمام
بحقّ محمّد علیہ السلام
کاتب الحروف سیّد مُظفّر ۱۴۱

مخطوطہ ب:۔

مثنوی بہرام وگل اندام کا دوسرا مخطوطہ آندھرا پردیش گورنمنٹ اورنیٹل مینکرپٹ لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدر آباد سابق آصفیہ لائبریری کا مخزونہ ہے۔ اس مخطوطہ کا زیراکس راقم کو جناب میر کرامت علی، ریسرچ اسسٹنٹ کے توسّط سے حاصل ہوا ہے۔ راقم موصوف کا از حد شکرگزار ہے۔ مثنوی کی تصحیح کے لیے اس مخطوطہ کو "ب" کا نام دیا گیا ہے۔

کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات کی جلد اوّل[۱] مرتبہ مولوی نصیرالدّین ہاشمی نے اس مخطوطہ سے متعلق مندرجہ ذیل تفصیلات درج کی ہیں۔

۱۔ مخطوطہ کا نام۔ مثنوی بہرام وگل اندام ص ۹۹
۲۔ سائز۔ ۶x۹
۳۔ صفحات ۹۱
(۴) سطر فی صفحہ ۱۵
(۵) خط۔ نستعلیق
۶۔ مصنّف طبعؔی
۷۔ تاریخِ تصنیف سنہ ۱۰۸۳ھ / سنہ ۱۶۷۲ء
۸۔ کتابت سنہ ۱۲۳۷ھ / سنہ ۱۸۲۱ء (نسخہ الف سے ۹۳ سال بعد نقل ہوا۔

---

[۱] فہرست مخطوطات آصفیہ جلد اوّل۔ ص ۹۹

۹۔ تعداد اشعار = ۱۲۸۶ (نسخہ الف سے ۲۷ اشعار کم)

۱۰۔ آغاز کُل ۵۴ اشعار کم ہیں ۔

الٰہی تُہیں ہور کرتار توں

نرنجن تُہیں ہور نرنکہار توں

۱۱۔ ترقیمہ :

تمت الکتاب شد کار من نظام شد

در ماہِ رجب بتاریخ چہاردہم شد

کرم خان پسرِ اعظم خان ساندوزے

ازقلم تحریر یافت باشندۂ قمرنگر[۱]

زیاد چہ یاد

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

زآنکہ من بندۂ گنہ گارم

ایں کتاب بہرام گل اندام غلام

مرتضٰے علی خاں تمرزی جمعدار است

اگر دعا واکند ——— باطل واطل است

زیاد چہ یاد

---

۱ قمرنگر: حالیہ کرنول (کرناٹک)۔ اسی کاتب کا لکھا ہوا ایک مخطوطہ مثنوی پنجۂ آفتاب ازمذنب گورنمنٹ اورنیٹل مینسکرپٹ لائبریری (سابق آصفیہ) عابد روڈ حیدرآباد دکن کی زینت ہے۔

مثنوی بہرام وگل اندام کے مخطوطات کی املائی خصوصیات

۱ دونوں نسخوں میں واؤ معدولہ کا کثرت سے استعمال ملتا ہے۔
مثلاً: اوسے۔ و = اُسے۔ چونے۔ و = چُنے

۲ دونوں نسخوں میں نونِ غنہ اور نونِ اعلانیہ کا فرق نہیں ہے۔

۳ یائے معروف اور یائے مجہول کو یکساں طور پر لکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں اس کی وضاحت بھی ملتی ہے۔ مثلاً۔ ی / ي

۴ قارئین کی سہولت کے لیے مخلوط الفاظ کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔
مثلاً نکھوٹ ے نہ کھوٹ۔ ککر۔ کہ کر

۵ دونوں نسخوں میں "ہور" کثرت سے لکھا گیا ہے۔ دو جگہوں پر اس لفظ کی شکل مندرجہ ذیل صورتوں میں ملتی ہے۔ الفِ ممدودہ کے ساتھ ـ "آور" اور جدید طریقے پر "اور"

۶ مجُھ، تجھ کو منج، مجُہ اور مجُ لکھا ہے۔

۷ منجے برائے مجُھے اور تجے برائے تجھے لکھا ہے۔

۸ کچھ کے لیے کچہ / کچ اور تو بھی کے لیے تبُی لکھا ہے

۹ نہیں کے لیے نیں، نہی اور نہیں استعمال ہوا ہے

۱۰ بہت کو بہوت لکھا ہے۔ تو ہی کو تہُیں لکھا ہے

۱۱ کیوں کے لیے کِی (؟) لکھا ہے۔

۱۲ دکنی کے زیر اثر دو جگہ پر "غ" کو قاف (ق) اور قاف (ق) "خ" لکھا ہے۔ مثلاً (۱) قمطال۔ خمتال۔ (۳) خمرک۔ کمرکھ۔ (۳) قندق، خندق۔

۱۳ دونوں مخطوطوں میں دکنی زبان کے کلیدی الفاظ "چ" تاکیدی اور

مراٹھی زبان میں نفی کے لیے استعمال ہونے والا لفظ "نکو" استعمال ہوئے ہیں۔

۱۴ حرف تہجّی "ٹ" کی وضاحت کے لیے اس پر چار نقطے لگائے گئے ہیں۔ اسی طرح "ڑ" اور "ڈ" کے نیچے چار نقطے لگائے ہیں۔ راقم نے انھیں رائج الوقت طریقے پر لکھ دیا ہے۔ مثلاً ث = ٹ

ڑ = ڑ

ڈ = ڈ

۱۵ ک اور گ پر ایک ہی مرکز ہے۔ مُرتّب نے اِنھیں واضح کر دیا ہے۔

بنیادی نسخہ کی خصوصیات

نسخۂ الف :۔ برٹش میوزیم لائبریری لندن کے مخزونہ مخطوطہ کا کاتب باسواد شخص ہے۔ اس نے نہایت سلیقہ سے مخطوطہ کی نقل خطِ نستعلیق میں کی ہے۔ کاتب کا نام سیّد منظّر ہے۔ عنوانات سُرخ سیاہی میں ہیں لیکن یہ فلم میں واضح نہیں ہو پائے سُرخ رنگ کا عکس واضح نہیں آتا ہے۔ راقم نے نسخہ "ب" (حیدر آباد) اور امین سبزواری کی فارسی مثنوی کے عنوانات کے تقابل کے بعد عنوانات صحیح کر لیے ہیں۔ یہ نسخہ بہت کم کرم خوردہ ہے۔ نسخہ "الف" میں نسخہ "ب" کے مقابلے ۲۵ اشعار کم ہیں۔ ابتدائی ۲۴ اشعار نسخۂ "ب" میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا دونوں دستیاب شدہ نسخوں کے تقابلی متن کے بعد جو متن تیار ہوا ہے وہ قابل اعتماد ہے۔ ترقیمہ کے مطابق نسخۂ الف کی کتابت ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں ہوئی ہے۔

نسخۂ "ب" نسخۂ الف اور نسخۂ "ب" کے درمیان ۹۳ سال کا فرق ہے۔ نسخۂ "ب" ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں نقل ہوا ہے۔ متنی تنقید کی رُو سے قدیم ترین نسخہ اگر بہتر حالت میں ہو تو وہ بنیادی نسخہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا راقم نے برٹش میوزیم لندن والے نسخہ کو داخلی اور تاریخی شواہد کی بنا پر بنیادی نسخہ قرار دیا اور تصحیح کے دوران اُن تمام اُمور کا خیال رکھا جو ایک مرتب کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

تصحیح کے دوران مثنوی کے خارج الوزن اشعار کو بڑی حد تک دُرست کیا گیا ہے۔ غیر واضح اشعار کے آگے "کذا" لکھ دیا گیا ہے۔ تقابلی متن کے ہر پہلو کو واضح کیا گیا ہے۔ حاشیے میں مشکل الفاظ کے معنی اور نوٹس دیئے گئے ہیں۔

عنوانات :

متن

(بہرام و گل اندام)

حمد

الٰہی تہیں ہور کرتار[1] توں ۔۔۔ زنجن[2] تہیں ہور زنکھار[3] توں
تہیں آسماں ہور تہیں دہرتری[4] ۔۔۔ تہیں قطب زہرہ تہیں مشتری
تہیں چاند تارے تہیں نور ہے ۔۔۔ تہیں رات دن ہور تہیں سور[5] ہے
تہیں عرش کرسی تہیں ہے قلم ۔۔۔ تہیں لوح قلم ہور تہیں ہے صنم
توں مسجد اپیں ہور توں ہے کنشت[6] ۔۔۔ توں دوزخ اپی ہور توں ہے بہشت
تہیں آگہ[7] ہور آب ہور باد خاک ۔۔۔ تہیں چار عناصر[8] تہیں جانِ پاک
اَدم[9] توں اپی ہور رضوان توں ۔۔۔ محمدؐ تہیں ہور فرقان توں
توں موسیٰ اپی ہور کہطور[10] توں ۔۔۔ توں سرمہ اپی ہور ہے نور توں
تہیں نووح[11] ہے ہور طوفان توں ۔۔۔ توں داؤد[12] اپی ہور الحان توں
توں کعبہ اپی ہور زمزم ہے توں ۔۔۔ توں عیسیٰ اپی ہور مریم ہے توں
توں یوسف اپی ہور زلیخا ہے توں ۔۔۔ توں وامق اپی ہور عذورا[13] ہے توں
توں لیلیٰ اپی ہور مجنوں ہے توں ۔۔۔ تہیں لفظ ہے ہور مضموں (ہے)، توں
توں خسرو اپی ہور کیسر[14] ہے توں ۔۔۔ توں سردار اپی ہور لشکر[15] (ہے)، توں
توں شیریں اپی ہور فرہاد توں ۔۔۔ توں صورت اپی ہور بہزاد توں

["الف" اور "ب" سے مراد نسخہ "الف" اور نسخہ "ب" ہے۔]

[1] کرتار۔ خالق [2] زنجن = بے عیب [3] زنکھار = زنکار۔ پڑھیے
[4] دہرتری = دھرتی۔ زمین [5] سور = سورج [6] کنشت = بت خانہ (کافروں کی عبادتگاہ)
[7] آگہ = "ہ" زائد۔ آگ [8] عناصرِ اربعہ [9] اَدم۔ آدم [10] کہطور = کوہِ طور۔
[11] نووح = "و" زائد۔ نوح علیہ السّلام [12] حضرت داؤد علیہ السّلام۔ خوش الحانی کے لیے مشہور تھے۔ [13] عذورا = "و" زائد: عذرا [14] کیسر = قیصر = قیصر شاہِ روم کا خطاب
[15] نسخہ الف اور ب میں "قشکر" درج ہے۔ سہو کاتب۔ ترجیحی متن (لشکر)

توں سیف الملک ہور بدیع الجمال[1]   پُنم کا ہے توں چاند توں ہے ہلال
توں بہرام ہے توں گل اندام توں   توں جمشید اپی ہور ہے جام توں
توں محمود اپی ہور توں ہے ایاز   تہیں ناز ہے ہور توں ہے نیاز
تو بھنورا اپی ہور توں ہے کنول   تہیں بیجلی[2] ہور توں ہے بدل[3]
تہیں فاختہ ہور توں ہے گرڈو[4]   توں جبلا اپی ہور توں ہے گرو[5]
تہیں شمع ہے ہور پروانہ توں   توں عاقل اپی ہور دیوانہ توں
توں ساقی اپی ہور توں ہے شراب   توں شعلہ اپی ہور توں ہے کباب
تہیں پھول ہور تو تجہ بلبل اہے   توں ہے زلف ہور تو تجہ کاکل اہے
تہیں ہے پُرش[6] ہور تہیں اِستری[7]   توں جوہر اپی ہور تہیں جوہری
توں عاشق اپی ہور معشوق توں   توں آپیں فلک ہور عیّوق[8] توں

الٰہی[9] یو طبقی ترا داس ہے
دے ایمان اس کوں ترا آس ہے

---

[1] غواصی کی مشہور دکنی عشقیہ مثنوی [2] بیجلی = بجلی [3] بہ تخفیفِ الف = بَدل = بادل [4] گرڈو۔ گرَڑ = گرُڈ = ایک پرندہ ہندو دیو مالا میں وشنو کی سواری [5] گُ + رُو = گرُو۔ سنسکرت۔ اندھیرے سے اجالے میں لانے والا۔ یعنی۔ پیر و مرشد۔ [6] پُرش = آدمی [7] اِستری = عورت [8] عیوق = کہکشاں کے داہنے کنارے پر ایک سُرخ اور روشن ستارے کا نام ہے۔ [9] نسخہ الف، اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔ مخزونہ (برٹش میوزیم۔ لندن)

مناجات

الٰہی بچن کا منجے[1] ناب دے — میرے جیب کی تیغ کوں آب دے
الٰہی منجے توں میٹھی بات دے — طبیعت کے راوُیں[2] کوں نابات دے
الٰہی بچن کا پلا منج[3] شراب — کہ بولوں ہر اک بیت جوں[4] آفتاب
الٰہی بچن کا دیوانا[5] ہوں میں — کرم تی تیرے گرچہ دانا ہوں[6] میں
الٰہی بچن کا منجے[7] دے عروس — سِنے[8] کوں لگا کر اُوسے دیوں[9] بوس
بچن کے گگن کا منجے[10] ماہ کر — رتن کر منجے توں کہ ہوں میں کنکر
زباں آشنا کر صلابت[11] سیتی — فصاحت، بلاغت، ملاحت سیتی[12]
الٰہی توں میرے اوپر رحم کر — کہ تا نا چونے[13] عیب ہر بے ہنر
طمع ای ہے سارے عزیزاں سیتی — جگت کے یو صاحب تمیزاں سیتی[14]
زباں طعن[15] کی دور مجہ تے کریں — مرے شعر پر نانوں چپ[الف 15] نا دھریں

---

[1] ب = مئے
[2] رانویں۔ راویں / طوطا (ب: طوطی کوں)
[3] مُنج = مجُھ
[4] ب = جیوَ۔ جیوں۔ (جوں) مانند
[5] ب = دیوانہ: دِوانہ پڑھیے۔
[6] ب = ن
[7] ب = منجے۔ مجھے
[8] ب سینے۔ سینہ
[9] بوس دینا۔ بوسہ دینا
[10] ب = مُجے۔ مجھے
[11] صلاحت (صلابت) قوّت بیان (نسخہ الف اور ب میں مخطوطوں میں "صلاحت لکھا ہے۔)
[12] ب: فصاحت۔ ملاحت۔ بلاغت [13] چُنے۔ پڑھیے۔
[14] "ب" — طمع یو ہے سارے عزیزاں تے مجہ
جگت کے یو صاحب تمیزاں تے مجہ
[15] ب طعنہ = الف[15]: چُپ: خواہ مخواہ

اگر کیں[1] غلط یو حکایت اہے　　　　کہیں گے تو عین عنایت اہے
الٰہی مرے پر توں ہو مہرباں　　　　توں نادان کے ہات تے[2] دے امان
اوّل ایک غلط خواں بدآواز تھی　　　　دوجا عیب جُو چور غمّاز تھی
الٰہی توں طبعی کوں گُن گیان دے
الٰہی ادسے دین ایمان دے

---

[1] کیئں : کہیں　[2] ف: تے : سے

در نعت حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم

محمّد نبی توں خدا کا رسول   یو پیغمبراں باغ ہے توں سو پھول
خدا نے کیا تجکوں اپنا حبیب   یو منصب نہیں ہر کسی کوں نصیب
سہاتا ہے مہرِ نبوّت تجے   یو دولت ہوا ہے عنایت تجے
نبیاں جگ میں یک لاک[1] اسّی ہزار[2]   یو سارے پیادے ہیں توں ہے سوار
یو پیغمبراں میں توں سردار ہے   یو جبرئیل[3] تیرا جلودار[4] ہے
اشارت سیتی چاند کوں شق[5] کیا   جچکج توں کیا ہے سو برحق کیا
نہیں کوئی جوڑا ترا توں ہے طاق   گیا آسماں کے اوپر جوں بُراق
لگی سُم کی ٹھوکر سو سب جاں تہاں   اُسی تے ہوا یوں کبُود آسماں
یو سب انبیا کا توں سرتاج ہے   کہ تیرا قدم گاہ معراج ہے
توں نزدیک جا عرش کے ناز سوں   ہوا آشنا حق کی آواز سوں
کہ یک تل نہیں توں خدا سے جُدا   اِسی[8] تی تجے دوست دھرتا خدا
نہنا ہور بڑا[9] ہور بُڈھا[10] ہور جواں   کہ تیرا ہے اُمّت یو سارا جہاں
ہوا ہے میرے ہات تی[11] لی گُناہ   نہیں کوئی تجہ باج[12] پشت و پناہ
کہ تیری شفاعت کا دھرتا اُمید   قیامت میں طبعیؔ کوں کرُ و سفید

---

[1] لاکھ [2] الف: اسّی پے ہزار [3] ب تو [4] جلودار: باگ پکڑ کر آگے آگے چلنے والا [5] معجزہ شق القمر (تلمیح) [6] اسماں (لکھا ہے) [7] ٹھوکر- ہمیز (ٹھوکی درج ہے) [8] ب: ادسی [9] ونھا [9] برا = بڑا [10] بُدھا- (بوڑھا) [11] لی: بہت [12] تج باج: تیرے سوا-

منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ[1]

علی یا ولی توں ہے شیر خدا — کہ تج پر تی ہے جیو میرا فدا
غلط نیں سچا توں علی یا ولی[2] — تیری شان میں ہے یو نادِ علی
رسولِ خدا کا توں داماد ہے — تجے رات ہور دن خدا یاد ہے
دکھایا ہے پردے میں تی[3] بات توں — نبی سو کیا سب تی لی بات توں
ولیاں سب وزیراں ہے تو بادشاہ[4] — یو شاہی ازل تی دیا تج خدا[5]
گنوارے میں گر ڈٹ ہو توں پھیر کر — ٹٹیا سانپ کوں ہات تی چیر کر (کذا)
اوسی تی تجے لوگ حیدر کتے — تجے صف شکن ہور صفدر کتے
خدا بات میں تیرے دے ذوالفقار — ولیاں میں کیا تج کوں دُلدل سوار
مدد ہو ہر یک کام میں توں مجے — کہ میں پیر[7] کر جانتا ہوں تجے

یتری مدح بِن کچھ نہ دھرتا ہے کام
یو طبعی ہے بن دام تیرا غلام

---

۱ نسخۂ الف: عنوان ندارد ۲ الف: علیِ ولی دعلی یا ولی) ۳ ب: توں ہات کوں
۴ بادشہ: پڑھیے ۵ الف: کرم خوردہ ۶ ب: اوسی دن تے
۷ الف: پسر سہوِ کتاب ۸ الف: ن دھرتا = نہ دھرتا؛ پڑھیے۔

قصیدہ در مدح شاہ راجو حسینی قدس اللہ سرہ[1]

ولی توں بڑا ہے لگر[2] شاہ راجو ۔۔۔ چل آیا[3] ہے شہ تیرے گھر شاہ راجو
اچھیں[4] گا قیامت کے دن رو سفید ۔۔۔ تیرا موں[5] دیکھیا سو کھتر[6] شاہ راجو
فلک پر توں اُڑتا[7] ہے شہباز نمن ۔۔۔ کرامت کی لا تشاہ اپر شاہ راجو (کذا)
خبر تیری معلوم نئیں بے خبر کوں ۔۔۔ خبردار جانے خبر، شاہ راجو
مریداں سو تیرے کنوں کے پھولاں[8] ۔۔۔ اُنن میں توں بھوگی بھوور[9] شاہ راجو
توں مخدوم[10] سید محمدؐ کے گھر کا ۔۔۔ بہت بے بدل ہے گہر شاہ راجو
کرامت[11] ہوا سب کوں معلوم ظاہر ۔۔۔ توں باطن میں کر یک نظر شاہ راجو
دکھن کا کیا بادشاہ بوالحسن کوں ۔۔۔ ترا تخت دے کر چھتر شاہ راجو
کھڑا ہو کو خدمت میں تیرے سورج ۔۔۔ اُڑاتا کرن کی چھوڑ[14الف] شاہ راجو
[12] تیری بات نا بات سے ہیگی مٹھی[13] ۔۔۔ سمجھ کیوں کہوں میں تسکر شاہ راجو
کسی کا نہیں عیب چُھتا توں ہرگز ۔۔۔ بڑا تجھ میں ہے یو ہنر شاہ راجو
جگت میں تیرا جوڑ نیں ہے لگر (؟) ۔۔۔ خبر گئے ہے نگری نگر شاہ راجو
بندا[14] ہو کو کرتا ہے قدرت تیری ۔۔۔ بندے[16] ہے توں جس کی کمر شاہ راجو
کرے پار گاڑے[15] کوں یک تل منے تو ۔۔۔ نظر کر دیکھے توں اگر شاہ راجو

---

[1] الف: عنوان ندارد: ابوالحسن تاناشاہ کے پیر و مرشد متوفی ۱۰۹۲ھ / یا ۱۰۹۶ھ
[2] اِس لیے [3] بہ نفسِ نفیس آیا ہے (از خود) [4] ب: ہوگا۔ [5] مُنہ۔
[6] ادنیٰ / کم تر [7] ب: اوڑتا۔ نمن کے بدلے من زیادہ درست لگتا ہے [8] پھُلاں: پڑھیے۔
[9] ب: بھنورا [10] مخدوم سید گیسودراز کی طرف اشارہ (تعلیقات) [11] ب: تیرا نام ہے سب پو معلوم ظاہر [12] شعر: نسخہ "الف" ندارد [13] ہیگی مٹھی = میٹھی ہوگی [14الف] چنور = چھنری
[14] بندہ، الف: بندے ہے کمر جس کی توں شاہ راجو [16] بندے = باندھے۔
[15] : بڑی بیل گاڑی (دکھنارا)

میرادل ہے جیئوں چھانوں سنگات تیرے　　جدہرتوں چلیا تو اُدھر شاہ راجو
تیرے عشق کا کیف کھایا[1] سیجر کر　　اُترتا[2] نہیں ہے اثر شاہ راجو
ترا نام[3] سن کا نپتا ہے سنے[4] میں　　کلیجا میرا تھرتھرائے شاہ راجو (کذا)
تیرے دار کا ہو کہ پردا[5] اچھونگا　　کداں لگ[6] پھروں دربدر شاہ راجو
قدم تیرے پکڑیا ہوں اُمید لے کر[7]　　میری بخت، تیری نظر شاہ راجو
خدایا میں اُچاہات[8] کرتا ہے طبعی
دُعا تج[9] کوں شام و سحر شاہ راجو

---

[1] سیجر کر: آگے بڑھ کر ــــ تیرے عشق کا کیف کھایا جکوئے۔ (نسخہ: ب) [2] نسخہ ب: ادترتا
[3] نسخہ ب: ناؤں [4] سنے = سینے [5] پردار = پہرے دار [6] کب تک [7] ب: رک کر (رکھ کر)
[8] الف: اُجاء [9] ب: تجہ

در مدح پادشاہ سلطان ابوالحسن قُطب شاہ

شہِ بوالحسن سچ[1] توں شاہِ دکن[2] — تُجے شاہ راجو مدد بُوالحسن[3]
دیا ہے خدا پادشاہی تجے — سُہاتا[4] ہے ظِلِّ الٰہی تجے
شہنشاہ توں آج رن سور[5] ہے — تیرے پرتے شاہاں بَلا دُور ہے
ملاحت میں جوں سور چندر ہے توں — صَلابت منے جیوں سکندر ہے توں
چھترِ ماہ[6] تیرے سر پہ آسمان ہے — یو سورج سو تیرا سُریا[7] پان ہے
تیرے نام کا قُطب تارا[8] دِسے — تیرا پردہ ماہی پھرارا[9] دِسے
دل و جان تے اپنے اے پادشاہ — یو عالم کتے تُج کوں عالم پناہ
رتن[10] ہے سخاوت کی توں کھان[11] کا — بھکاری ہے حاتم ترے دان[12] کا
عدالت میں فاضل ہے توں شہ جواں — برابر نہیں تیرے نوشیرواں[13]
تو مردی[14] کے میدان کا باگ[15] ہے — تیرے گھر میں دِن رات رنگ[16] راگ ہے
دیکھے گر تیرے ہات میں[17] تر کماں — رکھے چاند بھیں[18] پر سورج کا نشاں[19]
شہنشہ توں راجہ ہے چھترّ پتی[20] — گگن[21] تیرے دربار کا ہے ہتی
سورج چاند کے بند[22] طبل پاٹ[23] پر — فرشتے بجاتے ہیں شام و سحر

---

۱ ب: شیخ توں ۲ ب: دکن ہے ۳ ب: حسن ہے ۴ ب: سُہانی ہے۔
۵ رن سور: رن + شور: مرد میدان ۶ الف: چھترمہ تیرے سرپر ۷ اعزازی کرپان دنستان
۸ قطب شاہوں کے لقب کی مناسبت سے۔ ۹ ماہیِ مراتب ۱۰ انمول موتی ۱۱: کان
۱۲ سخاوت مراد ہے ۱۳ ایران کا مشہور عادل بادشاہ ۱۴: شجاعت: ب: مُردوں۔
۱۵: شیر ۱۶ عیش و طرب۔ ۱۷ الف: تیرکماں (نسخۂ ب، کا متن زیادہ صحیح ہے)
۱۸ زمین ۱۹ ب: گمان ۲۰ چھتری رکھنے والا (جاہ و حشمت کا مالک) ۲۱: ہاتھی ۲۲ بنا کر
۲۳ پاٹھ، (مراٹھی) پیٹھ

تون کاؤس[1] ہے اس زمانے میں شاہ — کہ رُستم ہے ہر ایک تیرا سپاہ
تیرے ہات میں بیجلی[2] ہے فرنگ[3] — کرے باؤسوں بات تیرا ترنگ[4]
غضب ین کھاوے، تون شاہِ شہاں — تری مار ترد ار سارا جہاں[5]
دِسے جگ کے شاہاں منے توں ولی — مدد ہے ہر یک ٹھار تجکوں علی
غلط نیں میری بات ہے سب نکوٹ[6] — جہاں کیوڑا پھول وہاں باس بھوت
تیرے شہر کا شاہ ہوں زائیدا[7] — ولے بخت نیں منج کوں کیا فایدا

دکھا کر قدم اپنے دل شاد کر
یو غم دِل تے طبعیؔ کے برباد کر

---

۱ کاؤس بن کیقباد، ایران کے کیانی خاندان کا بادشاہ
۲ بجلی ۳ ب: ہیگی فرنگ (فرنگ)
۳ بندوق (بحوالہ اردو کی دکنی لغت، از مسعود حسین خاں)
۴ گھوڑا ۵ ب: شعر ندارد ۶ نہ کھوٹ (جھوٹ نہیں ہے) ۷ زائیدہ/فائدہ۔

آغازِ داستان

لگیا میں جو یو مثنوی بولنے — یو موتیاں نچھل[1] ڈال یوں رولنے
یو وجہی[2] مرے خواب میں آیکر[3] — مُکھ اپنا سورج ناد دکھلا[4] یکر
سراسر سُنیا جو[5] مری مثنوی — کیا بات طبعی ہے تیری توی
ہو خوشحال مُن کر یو باتاں مرے — اپس کے لے ہاتاں میں ہاتاں مرے
پڑے پیار سوں[6] آپنا یو مثل — سنیا سو پڑیا خواب ہتی میں اچھل

مثلِ ملّاں وجہی علیہ الرّحمہ

کتا ہوں سنو کان دھر لوگ[7] ہو — کہاوت منے بات ہو آئی سو
اگر شعر کوئی خوب کہہ کر[8] جو لائے — تو،[9] خوباں کوں سُن رشک البتہ آئے
یکس کوں سو یک دیک سکتے نہیں — یکس[10] کوں سو یک مان رکتے نہیں
اگر کچھ کہے تو کدہر کا کدہر — کہے تو کتے ہیں اُسے ہیچ کر[11]
اڑانے ملیں اُس کوں چوں[12] دھر ہتی — فضیحت کریں پا[13] نو لگ سیر ہتی
اگر خوب[14] جو بولے تو اوں یوں آہے — اگر جو بُرا[15] بولے تو وُدں آہے

---

۱ ب: نچھل گیاں کیاں رولنے (نچھل صاف ستھرے) ۲ ب: وجہی جو ۳ ب: آئیکر = آئے کر = آکر
۴ ب: دکھلاکر ۵ ب: جیوں ۶ ب: آپنا ۷ لوگ ہو: اے لوگو ۸ ب: کرکر
۹ ب: تو خوب ان کو سُن ۱۰ ب: یکس کا یکس = ایک کا ایک ۱۱ قطب مشتری از وجہی مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق ص ۱۵ (ہیچ کر) قطب مشتری ب ص ۱۵
۱۲ ب: جو دھرتے ۱۳ ب: پانوں ۱۴ ب: اگر خوب بولے تو اُوں یوں اہے ۱۵ ب: بُرا بولے تو ودوں اہے۔

طبعیؔ[5] توں یو کام کر اختیار
کہ رہے تا قیامت ترا یادگار

الف[5]: طبعیؔ نے اس شعر میں تضمین کی ہے۔ طبعیؔ نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ اصل شعر یوں ہے:
"اتا قطب (شاہ) کی مدح کر اختیار ؛ جو رہے یو قیامت تلک یادگار"، قطب مشتری؛ از وجہیؔ ص151
ب[5]: نسخہ "ب" میں یہ شعر یوں درج ہے۔
"اما وجہیؔ او کام کر اختیار ؛ کہ رہے تا قیامت ترا یادگار"

حکایت بہرام و گل اندام

روایت کیا[1] راوی نیک نام — بہوت فکر سوں یو حکایت تمام
اتھا روم کے شہر میں بادشاہ — کہ سردار اُسے[2] بہوت تھے ہور سپاہ
او شاہ[3] بہوت مقبول عاقل اتھا — سخی ہور فاضل او کامل اتھا
جگت کے شہاں سارے اس ماہ کے — پڑے ناؤ[4] مدّاح اتھے شاہ کے
کیا یک بڈھا[5] مجہ کوں قصا[6] تمام — ہے کشور کگر[7] روم کے شاہ کا نام
سوا لاک[8] پاگے[9] میں گھوڑے اتھے — جڑت کے پٹے[10] موں کوں جوڑے اتھے
سوا لاک تھے اس کوں ترکی غلام — جو[11] الماس تھا رنگ اُن کا تمام
جو حبشی غلاماں سوا لاک تھے — او[12] نیلم کے تیوں حسن میں پاک تھے
اگرچہ او شاہ جہاں گیر تھا — نہیں ہے کہ فرزند دل گیر تھا
اسی غم سوں دن رات روتا اچھے — جنم آپنا دُک[13] میں کھوتا اچھے
قضاتی[14] یکایک جبّار نے — نظر کھول دیکھیا سو کرتار نے
حرم میں دیا[15] حمل یک نار کوں — کیا[16] شکر او شاہ کرتار کوں
او[17] نو مہنے جو بھار[18] ڈھو کر نھی — سورج چاند سا یک بیٹا جنی
سنیا پادشہ[19] سو منجم[20] بلا — رکھیا ناؤں[21] بہرام طالع کھولا[22]
دیا شاہ زادے کوں دائی کے ہات — کہ دیوے اسے دو دسک[23] لائے بات

---

[1] ب: کیاں [2] ب: اوس [3] ب: شہ [4] تعریف [5] بوڑھا [6] قصہ [7] مشہور
[8] لاکھ [9]: اصطبل [10] پٹے (بڑھیے)
[11] ب: جیوں [12] ب: کہ رستم کے تیوں جنگ میں بے باک تھے [13] ب: اپنا دکھ میں
[14] ب: قضارا [15] ب: رہیا حمل [16] ب: کیا شاہ نے شکر [17] ب: نون
[18] ب: جون بار ہو کر جنی [19] ب: شاہ سو وین [20] ب: بولا [21] ب: نام
[22] الف: طالع کھول (کہو کاتب) [23] سکھلائے

اونہنوادکوں گودمیں لے کوں دائی　　اُچا جیوکے تیوں سینے سوں لگائی
برس کا ہو بہرام چلنے لگیا[1]　　اُتر گود میں تی اُچلنے لگیا
اسے دیک ماباپ خوشحال اچھیں[2]　　کہ جیوں چھاؤں کے ناد[3] دنبال اچھیں
اپس تی او یک تل نکرتی جدا[4]　　کہ تلتل کوں ہوتی تھی اُس پر فدا
برس پانچ[5] کا جو ہوا نیک نام　　سورج چاند تھے اُس[6] کے دونو غلام
شہ روم فرزند کا عشق دیک　　ملائے اپس گھر میں ملاّں کوں یک
ادل دیک[7] دل چت مکتب بنائے　　ملاں پاس بہرام کوں بیلائے
ملاں نے پٹے پر الف، ب لکھے　　کرتا[8] شاہ بہرام پڑنے سکے
کتک دیس بہرام پڑنے لگیا　　ملاں سات معنی میں لڑنے لگیا
یتا علم بہرام کوں یاد تھا　　کہ[9] شاگرد تی عاجز اُستاد تھا
دیکھیا باپ بیٹے کوں عالم ہوا　　کہ دُور اس[10] ملاں تی ظالم ہوا
شہ روم مکتب[11] تی بیگی لیجائے　　پکڑ ہات بہرام کا گھر[12] میں لیائے

---

[1] ب: لگا [2] ب: اچھے [3] ناد ہ مانند
[4] ب: نکرتے تھے یک تل [5] ب: پانچہ [6] ب: دونوں اُس کے غلام [7] ب: دل جبکہ
[8] ب: کہ بہرام شہ اس کوں پڑنے لگے [9] ب: ادشاگرد تی استاد عاجز تھا [10] ب: کہ دور اس تی ملان نے ظالم ہوا [11] ب: مکتب ستے دے اُچائے [12] ب: گھر کوں۔

چرخیات

سورج باگ یک دیس جاگے تے ہل | گگن کے گوئے[1] تے جو آیا نکل
ستاریاں[2] کے بکریاں بارا باٹ کر | یو دھنگر[3] گیا چاند کا تھاٹ[4] کر
شہ روم اس دیس دل شاد تھا | یو دنیاں[5] کے فکراں تے آزاد تھا
حرم میں تے دیوان خانے میں آ | نزدیک اپنے بہرام کوں بس[6] لیا
اشارت کیا شاہ ساقی طرف | صراحی کہاں عمر ہوتا تلف[7]
سٹیا[8] سوچ مے خانے میں ساقی آ | اپس کے بغل میں صراحی چھپا
بلوریں[9] پیالے میں بھر کر شراب | دیا شاہ کے ہات میں آفتاب
شہنشاہ جو بیتالی[10] پیالی پیا | یکایک[11] اپس کوں بسر کر کہا
دیکھا شاہ شہزادے[12] کوں مست ہے | عرق کی پٹے[13] ڈھال جیوں ہت ہے
شہنشہ کوں[14] تسلیم کر کر اول | کیا شاہ بہرام نے یو غزل

---

[1] کوئے = کوئیں (گوہ۔ کچھار) [2] ستاریاں کیا بکریاں بارا باٹ کرنا = ستاروں بکریوں کو بارہ حصوں میں تقسیم کرنا۔ [3] دھنگر: چرواہا [4] تھاٹ کر = بھاگ کر [5] دنیاں = دُنیا۔ نزک پڑھا ہو گا [6] ب: بیسلا، بٹھا کر [7] تلف = ضائع [8] ب: سُنیا دیں سو [9] ب: مرصّع کے [10] ب: جو دو چار پیالے پی یا (پیا) [11] ب: اپس کوں یکایک [12] ب: دیکھیا شہ کوں شہزادے نے مست یہ ہے۔ [13] ب: عرق کے پیٹی ڈہال جو ہت ہے [14] ب: (کوں) ندارد [[13] ہت = ہاتھی]

غزل گفتن شاہ بہرام

ترے ہاتھ میں شاہ جم جام اچھو — ہمیشہ[1] بغل میں دل آرام اچھو
جگت کے تنہاں میں توں اُچہ نیکنام — کہ دُشمن تیرا ہے سو بدنام اچھو
چَندر سُور کے جام تے آسماں — تجے غسل کرنے کوں حمّام اچھو
اچھو سب سلامت عزیزاں تیرے — جہاں لگ عدو ہیں سو گم نام اچھو
اچھے لگ گگن[2] ہور زمیں برقرار — ترے پگ پُو قربان بہرام اچھو

پند گُفتن شاہ کشور

سُنیا شاہ بہرام سے یو غزل — کھولیا بہوت خوشحال ہو جیوں کنول
پسند آئیا شہ کے تیئں یو کلام — دیا ہات میں[3] ماج دے بھر کوں جام
زمیں کوں ادب سات بوسہ دیا — یزاں جام بہرام لے کر پیا
ادب جیوں[4] دیکھیا شاہ فرزند کوں[5] — ہوا بہوت دلشاد دلبند سوں
کیا یوں کہ اے نور دیدے میرے — کئے مج کوں خوشحال باتاں تیرے
اے[6] فرزند سُن توں میرے سات پند — کتا ہوں کہ جگ[7] میں کرے توں انند
ہر یک پند میرا سو یک گنج ہے — سنے گا تو تج کوں نکو رنج ہے
رکھے گر توں موتی کے تیوں کان میں — اَچھے سر تیرا سات[8] آسمان میں

---

[1] ب: بغل میں ہمیشہ [2] ب: زمیں ہور گگن [3] ب: باج دے سر کوں جام [4] ب: جبو
[5] ب: فرزند سوں [6] ب: یو فرزند [7] ب: جگ منے [کھلیا = کھِلا]
[8] ب: ساتو آسمان

اوّل[1] پند

اول پند کہتا ہوں فرزند سُن — محبّت ستے میرے دلبند سُن
میرے ناد اوّل رعیت کوں پال — کہ گھتا[2] گھر میں تیرے جمع ہوئے مال
اگر تج سوں پکڑے رعیت کپٹ[3] — نچلسی تیرا اکچھ رعیت پو ہٹ[4]
تیرے عدل تے گر رعیت ہے شاد — جگت میں[5] ہے توں آج جیوں کیقباد
ہر یکیں ستے توں میٹھی بات کر — توں شیریں زبانی تے جگ[6] ہات کر
تو نوشیرواں کے نمن داد دے — توں انصافِ شاہاں کے تئیں یاد دے[7]
عدالت تے عالم کوں دلشاد کر — کہ بعد از میرے توں مجے یاد کر

پند دویم

دوجا پند کہتا ہوں رکھ کان[8] میں — نہوئے خلل کچ تیرے گیان میں
توں یوں مار تروار[9] جگ میں دلیر — کہ دایم ڈرے تج تے کولے[10] ہوشیر
دیکھینگا[11] تو دشمن کوں سٹ اس پو جھاپ — اگر چو منٹھی ہے تو ہوئے اوساپ
اگر کوئی پھیرے[12] تیرے حکم کوں — تو خنجر ستے مار کر دیک[13] خوں
و لے کام فرما[14] فراست کے تئیں — بزا[15] حکم کر توں سیاست کیتئیں
جو فرصت دیکھینگا[16] تو دشمن کوں مار — کر اس کے لہو سوں جہاں لالہ زار
خوشی اس تے دنیا میں نیں[17] آے پسر — کہ دشمن کے تن تے اچھے دُور سر

---

1 الف: عنوان ندارد 2 ب: گھتا گھر میں = بہت زیادہ گھر میں رگھنا: گھنوں: گجراتی: زیادہ) 3 کپٹ دھرنا: کینہ دھرنا 4 ہٹ = ضِد 5 ب: توں ہے آج 6 جگ ہات کرنا = دنیا فتح کرنا (عالمگیر) 7 یاد دینا = یاد دلانا 8 ب: کہان = کان 9 ب: تلوار 10 ب: کولا = گیدڑ۔ 11 ب: شعر ندارد۔ الف = پھرادے 12 ب: پھرے = حکم پھیرنا یا حکم عدولی کرنا 13 ب: دیکھ 14 ب، فرما 15 ب: بزا: بعد ازاں 16 ب: دیکھیگا 17 ب: نیں ہے پسر ب: اچھے دردِ سر

۱۵۔ پندِ سوم[1]

کتا ہوں تجھے تیسرا پند میں　　خوشی تے سُنے گا تو فرزند[2] میں
خزینا[3] جتن کر توں موتی و لال[4]　　نہ رہسی سپاہی اگر نیں تو مال
سخاوت ستے جگ میں توں لاف کر　　ولے مال اپنا نہ اسراف[5] کر
جہاں میں ہے مُصرف جکوئی[6] پادشاہ　　نہیں اس کو سردار نیں[7] ہے سپاہ
اوّل مال پیدا توں کر ہات میں　　یو عالم کوں انعام دے سات[8] میں
توں روٹی سپاہی کوں[9] دے پیٹ بھر　　پڑے کام تج کوں تو باندے کمر
گگن سے ترنگ[10] پر توں ہو کر سوار　　سورج کے نمن جگ میں تروار[11] مار

۱۶۔ پندِ چہارم

اے فرزند سُن چارواں پند توں　　دل اپنا توں اس پند پر بند توں
توں اندیشہ ہر کام میں بہوت کر　　کہ اندیشہ[12] ہے بہوت عالی گوہر
نکر کام ہرگز توں اندیشہ باج　　کہ اندیشہ ہے کام کے سر پو تاج
کر[13] اندیشہ ہر کام میں بے حساب　　کہ اندیشہ بن کام ہوتا خراب
ہمیشہ توں مل بیٹ[14] عاقل ستے　　توں اندیشہ کر مردِ کامل ستے
نکر توں اندیشی[15] بغیر کام کچ　　بن اندیشہ کرتا اہے کام کچ[16]
یو اندیشہ کا ماں منے پیر ہے　　اُسے فکر لی ہور تدبیر ہے

---

[1] الف: عنوان ندارد [2] ب: فرزندیں [3] ب: خزینہ [4] ب: موتی اور مال
[5] ب: اسراف = اصراف بفضول خرچ [6] ب: جو کوئی [7] ب: نا کوئی سپاہ
[8] سات = ساتھ [9] ب: کوں: ندارد۔ [10] ترنگ = گھوڑا [11] تروار = تلوار [12] ب: کہ اندیشہ ہر کام میں ہیگا بہتر [13] ب: کہ اندیشہ [14] ب: بیٹھ [15] ب: اندیشہ [16] ب: کچھ

پند پنجم

یو ہے پانچواں پند میرے عزیز — توں رکھ کان میں اپنے صاحب تمیز
نکو دے[1] توں مجلس میں ناکس کوں راہ — کہ سہل آدمی تے خدا دے پناہ
نہنے آدمی تے توں ہرگز نہ مل — نہ ہنس ہر کسے دیکھ[2] کر کھیل کھیل
ہمیشہ توں اچ عاقلاں کے حضور — توں صحبت سیتے جاہلاں کی ہو دور
توں مجلس تے نادان کوں دور کر — گھر اپنا بزرگاں تے معمور کر
ہمیشہ ہنرمند سوں یار ہو — توں[3] صورت تے جاہل کی بیزار ہو
جکوئی نتاہ[4] جاہل تے بیٹھے مدام — سعادت نہیں ہرگز اس کا غلام

پند ششم

اے فرزند سن اتی[5] چھٹا پند ہے — کہتا ہوں تجے میں کہ فرزند ہے
سخاوت تے کر نام اپنا بلند — بخیلی نکو کر کہ ہے ناپسند
ہر یکس کوں[6] توں بخش موتی ہزار — کہ دریا تیری پاس اچھے شرمسار
اگرچہ مسلمان حاتم نہیں — سخاوت تے اس کوں جہنم نہیں
توں پیکا مٹھیاں[7] بھر خزانے[8] تے لے — یو مسکین لوگاں کوں خیرات دے
دنیا میں کہوں[9] گا کہ کیا خوب ہے — کہ پیکا تیرے پاس ہرگز نہ رہے (کذا)
دنیا دین میں شوم ہے ناامید — سخی دونو عالم میں ہے روسفید[10]

---

[1] ب: نکو دے توں مجلس [2] ب: دیکھ (کھِل کھِل ہنسنا: کھِلکھلانا)
[3] ب: توں جاہل کی محبت تے [4] ب: جکوئی جاہلان میں مل بیٹھے۔
[5] ب: سن توں چھٹا [6] ب: کوں بخشش ہوتی ہزار [7] ب: مٹھیاں بھر بھر کر
[8] ب: خزانے تے لے [9] کام کیا خوب ہے ب [10] شعر ندارد

پند ہفتم

تجھے ساتواں پند اے نیک نام — کتاہوں سُنے گا تو یوں[1] میں تمام
ترے بند میں کوئی سنپڑے[2] اگر — نہ رکھ توں بندیخانہ میں رحم کر
نہ کر زیر دستاں اوپر قہر توں — نہ ہو نامراداں اُوپر زہر توں
ٹھنڈ[3] اگر غصے کی توں آنچ کوں — نکو بے گناہ مار دس پانچ توں
ترے قید میں آئے[4] کوئی نامراد — توں آزاد کر رکھ[5] میری بات یاد
گنہ خلق کا کوئی چھپاتا اَہے[6] — خدا کوں وہی شخص بھاتا[7] اَہے
گنہگار[8] پر رحم کر توں سدا — کہ تج پر کرے رحم دایم خدا
اگر پند بولے تو یوں بولتا — اگر کان[9] کھولے توں یوں کھولنا
جکچ پند فرزند کوں شہ دیا — سُنیا[10] سوچ بہرام کورنش کیا
مرصّع کا تاج اپنے سر تے وہ کاڑ — رکھیا سر پو بہرام کے شہریار[11]
کمیت[12] یک طبیلے[13] میں تھا کام کا — دیا شاہ بہرام کوں نام کا
چلیا جائے ڈونگر پر[14] تے باد ییوں — رکھے پانوں دریا اُپر ناؤ[15] ییوں
اَتھا پشت کوتاہ لنبے ایال — سفید یک پیشانی کے اپرال[16] خال
ہرن کا اَتھا پیٹ نازوک[17] دم — پھتر کے نمن سخت تھے اُس کے سُم
دیکھے چومٹھی[18] ہے تو او باٹ پر — ادھی رات کوں جائے اوگھاٹ پر

1۔ سُنیگا ئیں یو تمام 2۔ بند میں سنپڑنا = قید ہونا (بندی: قیدی) 3۔ ب: کر یو غصّے کی آنچہ
4۔ ب: آئے گر نامُراد 5۔ ب: کہہ 6۔ ب: آ ہے 7۔ بھاتا 8۔ شعر ندارد: ب
9۔ ب: سنن ہاریاں کے کان یوں کھولنا 10۔ ب: سُنیا دیں سو بھرام 11۔ ب: تاجدار
12۔ ب: کمیت: ایک خاص رنگ کا گھوڑا 13۔ ب: طبیلے = طویلا 14۔ ب: پوتے
15۔ ب: تانوں: ناؤ، کشتی 16۔ اُپرال = اوپر کی طرف 17۔ نازوک = نازک 18۔ ب: چومٹھی
چیونٹی

اگر نعل اس کا پتھر پر گھنسے[1] — دیک چاند ہور پچھے[2] ستارے دِسے
کبود اور[3] زنگار ہور زرد لال — ہریک جنس کا تھا اسے ایک خال
اتھا ناؤں اس کا جہاں[4] روپیا — کہ جلدی منے سخت تھا او[5] بلا
دیا[6] بخش بہرام کوں شاہ نے — زمیں کوں دیا بوسہ[7] او ماہ تے
دیا بھی[8] منگا کر ترنگاں[9] ہزار — کہ ترکی و تازی[10] اتھے راہ دار
غلاماں دیا ترک رومی ہزار — مرصّع کی شمشیر سوں نامدار
یو اسباب سب ہور حبشی غلام — شہِ روم بیٹے کوں بخشیا[11] تمام

٢٠ حکایت[12]

ہوا جیوں خوشحال بہرام کا — حکایت سنا کر گُل اندام کا
کیا قصہ راوی[13] نے صاحب سخن — ہریک بول جیوں رول موتی رتن
ولایت منے چین کے شاہ تھا — او بھو تیج[14] مقبول جیوں ماہ تھا
بڑا بادشاہ تھا او قیصور[15] نام — کہ ڈرتے تھے اس کوں شاہاں تمام
کیا عدل تے چین کوں بوستاں — لیا مار تروار ترکھیستان[16]
کہ سر(حد[17]) بلغار تا روم تھا — بڑا تھا سخی او نہیں شوم تھا
اسے یک تھی بیٹی جیوں مُشتری — نہیں آدمی[18] زاد تھی او پری
او مورت کوں مجنوں اگر بوجتا — توں لیلیٰ کی صورت کوں نا پُوچتا

---

[1] ب: ڈَھسے (دھنسنا: گڑنا) [2] الف: چھ، ب: ترجیحی متن [3] ب: ہور [4] ب: جہاں روپیائے [5] ب: یو بلائے [6] ب: دیا بخشش تے [7] ب: بوس [8] ب: ہے۔ [9] ب: ترنگا [10] ب: تیزی (عربی) تازی [11] ب: بخشش [12] نسخہ الف و ب: سرخی ندارد [13] الف: شعر ندارد [14] بہو تیج
[15] الف: قصور [16] ب: ترکیستان (ترکستان) [17] الف: ندارد [18] آدمی = آدمی۔

اگر دیکتا اُس کوں فرہاد اتال | تو شیریں کا او ندھرتا خیال
جو خسرو اُسے دیکتا انک[1] کھول | نکرتا[2] شکرکی[3] کدہیں بات بول
گگن پر او صورت کے ہے آج سور[5] | ایسے دیک کرچاند ہوتا چکور
او زلفاں دِلاں کے ہنڈولے[6] اہیں | غلط نیں کیا دو سپنولے اہیں
بھواں باگ نکہ[7] ہور انکھیاں ہرن | کہ او موہنی ہے عجب من ہرن
او گالاں کی سُرخی سو لالے[8] میں نیں | او بالاں کی خوشبو سو بالے[9] میں نیں
دِسے پھول دو سینوتی کی دو کان | چنبے کی کلی ناک ہے درمیاں
اَدھر دو[10] میٹھی جو نکہ جب او نبات | پھِڑتا[11] ہے اس میں تے آبِ حیات
جھمکتی ہیں جیوں بجلیاں ہور دسن[12] | کہ جیوں پھول جھڑتے ہیں مُکھ تے بچن
عجائب او چاہِ زنخداں ہے | کہ غرق اُس منے دین و ایمان ہے
او گردن سو جیوں صاف شمشاد[13] سی | جھکوئی اس کوں دیکھے سو روئے ہنسی
او جوبن سو چڑلی کے دو ہات میں | جو امریت[14] پھل چھپ رہے بات میں
دِسے[15] پان نازوک پھل ڈال تے | کہ اس کی باریک ہے بال تے
اتھا پیٹ جوں آرسی نا دصاف | کہوں کیا جھمکتا اتھا جیوں شفاف
او بونبی[16] سو مُند کا پیالا دِسے | کہ خوش رنگ جوں[17] پھول لالا دِسے
کروں[18] کیا میں تعریف اندام کا | گوہر تے ہے نادر، گُل، اندام[19] کا
او ڈھکرا[19] رُپے کا سو ڈونگر[20] ہے جیوں | سفید اور گھٹا[21] سنگ مرمر[22] ہے جیوں

---

[1] آنکھ [2] نہ کرنا [3] الف + ب: شکرکی = مراد شیریں کی [4] ب: کھری = سچی [5] سورج
[6] ب لے اہیں (الف: ہنڈولے = جھولے) [7] باگ نکہ: شیر کا ناخن [8] گُلِ لالہ۔
[9] بالا سنبل۔ خوشے۔ مرغولے [10] ب: میٹھی جو نکہ جب او [11] پھڑتا = پھڑنا۔ ٹپکنا۔
[12] دِسن = دانت [13] ب: شیشہ دِسے [14] ب: جیو امرت کے پھل [15] ب: دِسے بازد نازک جو [16] ناف (ٹھیٹ دکنی) [17] جیو [18] ب: شعر ندارد [19] ڈھکرا = جسم ڈُکڑا: رُپے کا چوتھا حصہ [20] ب: ڈونگر دِسے = پہاڑ نظر آئے [21] گھٹ = سخت [22] ب: سنگِ سرور

دو کیلی کے کابی[1] سو دوران ہے — کہ عشاق اس پر تے قربان ہے
چلے باٹ[2] تو پنڈریاں یو ہلیں[3] — کہ بن پنر تے مین[4] جوں تلملے
کنول تے بی[5] نازک ہے اس کے چرن[6] — اُسے عاشقاں دیک[7] کرتے شرن[8]
کروں کیا میں تعریف اُس سُور[9] کا — کیا میں ہے تعریف کوئی حور[10] کا]
کہ (رہے[11]) اس پری کا گل اندام نام — خدا حسن اُس کوں دیا تھا تمام
محل ایک میدان میں تھا بلند — اُسے یک دریچہ اَتھا دل پسند
اُو[12] کھڑکی میں ہر عید کے دیس آئے — مکھ اپنا یو عالم کوں دکھلا کو جائے
جکوئی اُس کوں دیکھے سو عاشق ہوئے — گنوا عقل حیران مطلق ہوئے
دیوانی ہو بیٹھی عمارت[13] تلے — انکھیاں تے لہُو کے شرابے[14] چلے
اتھے اس وضا کے بہوت عاشقاں — کہ اُن کا نہ تھا نام ہور ہیچ نشاں
میسر نہ تھا اُس پری کا وصال — کہ ہر کوئی دھرتے[15] اتھے چُپ خیال
جکوئی بہوت عاشق ہوا ہے سو اُو — بندے ایک گنبد جو اسمان اُو
گل اندام کی صورت اس میں رکھے — اسے دیک مجنوں کے نمنے[16] جھکے
ہوئے شہر میں بہوت یو گنبداں — دیوانا ہوا دیک کر آسماں
سُنیا شاہ بہرام جیوں یو خبر — ہو بیتاب بھیں پر پڑیا بے خبر
جُدا جیو ہوا تن تے بہرام کا — کیا شہر کاں ہے گل اندام کا

---

[1] کابی = کیلے کے درخت کا تنا [2] باٹ: راستہ [3] ب: پلے [4] مین = مچھلی
[5] ب: بی = بھی [6] چرن = پیر [7] ب: دیکھ [8] شرن = قدم
[9] ب: حور [10] ب: سور [11] الف: ندارد [12] ب: او کھڑکی میں ہر عید کے دیس آئے۔
[13] ب: محل کے تلے [14] ب: شرارے جھڑے [15] ب: کوئی کرتے چپ اس کا خیال
[16] نمنے: کی طرح۔
نوٹ: (شعر نمبر ۲۳۷ تا ۲۵۸ کسی تسامح کے باعث ہاشمی کی مثنوی میں پائے جاتے ہیں۔
دیکھئے: دکنی کی تین مثنویاں، از محمد علی اثر ص۲۱ تا ص۲۲)

رفتن[1] شاہ بہرام بشکار گاہ و درافتادن از لشکر

سورج کا اُوڑیا[2] باز جیوں پنک[3] مار ‌ ‌ ‌ کوا رین[4] کا چھُپ گیا ایک ٹھار
مُبدّل ہوا مشک کافور سوں ‌ ‌ ‌ جگت سب سراسر بھریا نور سوں
صلابت سے کشورِ بخت ور ‌ ‌ ‌ حرم میں تَے آ بیٹھیا تخت پر
سلاطین سارے بندے[5] صف تمام ‌ ‌ ‌ کیا شاہ بہرام آ کر سلام
کہا یوں کہ شاہِ جہانگیر[6] توں ‌ ‌ ‌ میری بات تَے ہو نہ دلگیر توں
مجے سر کی سوں[7] ہے جہاں گیر کا ‌ ‌ ‌ ہوس دل میں ہے بہوت نخچیر[8] کا
رضا منج کوں دیدے[9] تو کھیلوں شکار ‌ ‌ ‌ یترے پاس لاؤں ہریک[10] باگ مار
سُنیا شاہ سو بہوت دلگیر ہو ‌ ‌ ‌ لگیا پیچ[11] کھانے کوں زنجیر ہو
کیا یونک[12] بہرام سُن یو بچن[13] ‌ ‌ ‌ کہ بولیا نظامی[14] یو صاحب سُخن
"جکوئی[15] جا کو جنگل میں کھیلے شکار ‌ ‌ ‌ گدا عاقبت ہووے[16] او شہریار"
نصیحت اول بول کر اس رضا ‌ ‌ ‌ دیا شاہ بہرام کے تئیں رضا
جہاں رو پیما[17] پر ہوا شہ سوار ‌ ‌ ‌ جلو[18] میں پیادے چلے سَو ہزار
نفیریاں[19] و برغم سو بجنے لگے ‌ ‌ ‌ دمامیں گگن تیوں گرجنے لگے

---

[1] الف: عنوان ندارد [2] اُڑا [3] پنک: پنکھ (پر) [4] رین: اندھیری رات
[5] ب: بھرے صف تمام [6] ب: جہانگیر کا / نخچیر کا [7] سر کی سوں: سر کی سوگند (قسم)
[8] شکار [9] ب: دیوے تو [10] ب: ہرن باگ مار [11] ب: پینچ [12] ب: یونکہ
[13] نخن: سہو کاتب (بچن) [14] نظامی گنجوی ۵۳۵ھ (غالباً نظامی گنجوی کی مثنوی "ہفت پیکر" کی طرف اشارہ ہے جس میں "بہرام گور" ہیرو ہے) [15] ب: جاکو کھیلے گا پھر شکار۔
[16] ب: ہووے گا شہریار۔ [17] ب: پیماں [18] سامنے [19] ب: نفیراں و باغوم (نفیری، برغم۔ دمامے: باجوں کے نام) دمامے = نقارے۔

اوچودا برس کا اُتھا نیک نام
وُیم[1] کا اُتھا چاند اُس کا غلام

گگن پر ترنگ کے دِسے چاند جیوں[2]
سپاہی اتھے گرد تاریاں کے تیوں

ہوئے پَیت[3] سوں شہ کے ترکی سوار
ترنگاں پو جیشی چڑے یک ہزار

روانہ ہوا او شہ نوجواں
چھتر سر ہور موں پو دے کرنشاں

یکایک جنگل میں جو بارا[4] اُٹھیا
بڑے زور سیتے دُھلا[5] (را) اُٹھیا

کریک باگ پیدا ہوا سہم[6] ناک
وِنیجیاں تے سٹتا اتھا گہن[7] پو خاک

دیکھیا شاہ بہرام جیوں باگ کوں
اُتر کر ترنگ پَر تے ہو آگ[8] تیوں

پکڑ حلق یک ہات تے داب کر
کہ جیوں[9] شیر ہونٹ آپنا چاب کر

شیر کشتن بہرام گور در شکارگاہ

دیا کھینچ سینے میں بہرام بانک[10]
کلیجا ہوا باگ کا پھانک[11] پھانک

ہو زخم تے اُس کے جھرنے لگیا
دل اس کا ہو پانی بجرتے لگیا

جوں[12] او باگ اُدڑا[13] زمیں پر پڑیا
گگن کا اسد[14] تھرتھرا کر پڑیا

یکا ایک پیدا ہوا ایک ہرن
او جنگل[15] میں مقبول ہور من ہرن

جہاں رو[16] پیا کوں او بہرام گور
کیا دُب پڑیا بہوت لشکر تے دور

ہوا غیب یکبارگی او ہرن
رہیا شاہ جنگل منے ایک[17] تن

دیکھیا کھول کر انکھ بہرام شاہ
نہ لشکر نظر تل پڑیا نا سپاہ

---

1 ب: اُتھا چودواں چاند اس کا غلام 2 ب: یوں 3 پَیٹ 4 صبح سویرے۔
4 بارا: تیز آندھی 5 دُھلارا = دھول اور مٹی کا طوفان (جھکڑ) 6 خوفناک 7 گھن = گگن 8 اگ: آگ 9 ب: کلیجا گیا باگ کا پھاٹ کر۔ 10 خنجر یا کٹار = جس کا پھل خمدار ہوتا ہے 11 ٹکڑے ٹکڑے 12 الف: جیوں 13 اُدڑانا = غصّہ میں چلّانا۔ 14 گگن کا اسد = ایک آسمانی برج (اسد) 15 ب: جنگل میں وحشت کے ہو من ہرن 16 ب: پایانکوں
17 یک تن = تنہا

وصحرا[1] میں چھپے دیس پھرتا اتھا | ہو بیتاب گرمی تے گرتا[2] اتھا
چھٹے دیس[3] بعد از دیسیا ایک راہ | دیسیا ایک صحرا[4] میں ڈونگر سیاہ
شہنشہ کیا[5] دل میں ڈونگر پو جاؤں | نگر واں تبی[6] آدمی زاد پاؤں
چلیا شاہ بہرام ڈونگر اوپر | توکل خداوند تعالیٰ پود ہر
فلک اپنے داتاں میں انگلی لڑیا[7] | کہ فرہاد نے بے ستوں پر چڑیا
شہنشاہ نے صبح[8] تا شام لگ | اُنے پر گیا پل نرکے[9] ڈگ میں ڈگ
دیکھیا ایک گنبد پہاڑ[10] کے اوپر | شہنشاہ بہرام انکھیاں کھول کر
گگن[11] کے نمن تھا او گنبد بلند | کسی کا نہ واں ہات اپڑے کمند
او گنبد کے نزدیک بہرام آ | انکھیاں کھول چاروکدن[12] سب بجھا
تول شاہ دروازہ کھولیا دلیر | دیکھیا ایک[13] گنبد میں بیٹھا ہے پیر
او گنبد منے ایک مورت اتھی | وکیلی[14] نمن پاک صورت اتھی
اُسے[15] شاہ بہرام نے دیک کر | پڑیا بھیں کے اُپرال[16] ہو بے خبر
دیکھیا پیر ہمدرد ہے نوجواں | ہوا اُس کے اُپرال ہی مہرباں

افتادن شاہ بہرام

بزاں اٹھ[17] کھڑا ہو کہ نزدیک آ | لگیا دیکھنے شاہ کا موں نِجھا[18]
اُچا سر زمیں پرتے بہرام کا | رکھیا اپنے زانو پو[19] بڈ[20] نام کا
انجو کا گلاب اُس کے موں پر سٹیا | یکا یک کھول[21] آنکھ بہرام اٹھیا

---

1 ب: اد جنگل میں 2 ب: یک تا اتھا و یکتا تھا
3 ب: چھٹے روز بعد دسی ایک راہ 4 ب: جنگل 5 ب: کہا 6 ب: تبی = تبھی (تو بھی)
7 انگلی لڑنا = انگلی ڈالنا 8 ب: نے 9 ب: پاپ تے دک میں دک (پر = پار) 10 پہٹر = پہاڑ 11 ب: اشعار مقدم و مؤخر 12 چاروں کوں = چاروں سمت 13 ب: بیٹھیا ہے گنبد میں پیر 14 ب: کہ مقبول ہور پاک صورت اتھی 15 ب: اُٹھے 16 ب: اُپرال = اوپر
17 ب: اوٹھ 18 نجھا 19 ب: پہ 20 بڈ: نام: نامور 21 ب: کنول اُنکھ بہرام اوٹھیا

کیا یوں بڈھا[1] شاہ بہرام کوں — سبب کیا جو ڈونگر میں آیا ہے توں؟
خرابے میں آیا ہے توں سود کیا[2] — تجے اِس خرابے تے مقصود کیا؟
برس تے ہوں ڈونگر میں[3] آزاد میں — کہ دیکھیا نہیں آدمیں زاد کیں
اول شاہ بہرام رو[4] بے حساب — دیا یوں بڈے کوں یو[5] عاشق جواب
یو گنبد میں صورت ہے کس نار کی؟ — توں گنبد تے آتا نہیں بھار کی[6]؟
بڈا یوں کیا شاہ بہرام کوں — انجو ڈھال کر اس نیکو نام کوں
یو قصہ کہوں کیا[7] کہ لے ہے دراز — حکایت[8] منے میری ہے بہوت راز
اول یک بڈھا بہوت[9] مطلق ہوں میں — اُپر تے بلایو کہ عاشق ہوں میں
وطن ہے میرا اصل ترکستان[10] — یو ڈونگر بولایا خدا ناگہاں
وطن میں اپس کے میں تجار تھا — بھریا[11] مال تے میرے بلغار تھا
اَکھے مال تے بھر کو کشتی ہزار[12] — مَیں سوداگراں میں اَتھا مالدار[13]
میرا مال لُوٹے تو کچ نا سرے[14] — کروں کیا کہ طالع مرے[15] تھے بُرے
جیوں آیا میں قیصور کے شہر میں — کہ ویسا[16] نہ تھا شہر کیں دہر میں
عمارت دیکھیا ایک آسماں جیوں[17] — اُسے ایک دریچہ سریاپاں[18] جیوں
گل اندام نام[19] ایک ہے استری — نہ جانو کہ میں کون ہے او پری
کہ ہر عید گھریں[20] تے آتی ہے اُو — جواں مار عالم کوں جاتی ہے او
دیکھیا اس کوں یک روز ناگاہ میں — دِوانا ہوا و نچ[21] اے شاہ مَیں

---

1. بوڑھا 2. سُود کیا = کیا فائدہ (ب: جو دیکھا) 3. ب: پو 4. ب: ہو بے حجاب
5. ب: او 6. کیوں 7. ب: کرلی ہے دراز 8. ب: حکایات میں ہے 9. ب: ابہوت
10. ب: ترکستان 11. ب: مال تے بلغار میرے بلغار تھا (سہو کاتب) 12. ب: اتھے مال لی بھر کو
کشتیاں ہزار 13. ب: نامدار 14. سرنا = ختم ہونا 15. ب: میری تھی بُری
16. ب: نتھا 17. ب: میں 18. سریاپاں = آفتابی چھتری 19. ب: ایک ہے جو استری
20. گھر = گھڑی (ب: ہر عید کے دن میں) 21. ب: دنیچہ

یو ڈونگر[1] پو آکر کیا میں وطن / یو گنبد بنایا خرچ[2] کر لی رتن
میسر نہیں[3] کچ شہنشہ وصال / خیالی[4] کیا مج کوں اس کا خیال
حکایت بڈے تے سُنیا جوں او شاہ / اپس دل میں تے کھینچ کر ایک آہ
کیا یوں کہ اے مرد[5] دانا ہے توں / منجے عشق میں آزماتا[6] ہے توں
بغل میں گل اندام کوں تا نہ لیؤں / خدا جانتا پھیر[7] پانی نہ پیؤں
گل اندام کے شہر کی باٹ[8] کا / منجے دے خبر پیر او ہاٹ[9] کا
توں ہادی اہے باٹ دکھلا مُجے / کہ توں ہے بڈ (ھا) ہاٹ دکھلا مجے
دِوانا ہوں میں اس پری کا اے پیر / گواں[10] بادشاہی ہوا ہوں[11] فقیر
گل اندام کے عشق بن نیں ہے کام / ہوا باپ کا ملک مُنج[12] پر حرام
کیا شاہ بہرام جیوں یو خطاب / پھرا کر دیا او بڈھا یوں جواب
کہ اے شاہ بہرام عاقل ہے توں / نہ دسریاں کے تیوں گونگی[13] جاہل ہے توں
بہوت شاہزادے[14] کوں دیکھیا ہوں میں / کہ اُن کا[15] کہیں ہات انبڑیا نیں
دِوانے ہو پھرتے محل کے تلے / ننگے پانوں سوں پھر کے تلوے چھلے
جکوی آرزو اُس پری کا کرے / وہ قصور کے ہات سیتے مرے
اے بہرام کر رحم اپنے اُوپر / توں نزدیک جا باپ کے پھر کر
سنگات اپنے لشکر توں لے بے حساب / گل اندام کے باپ کوں دے جواب
سُنیا سوچ[16] بہرام دلگیر ہو / لگیا پیچ کھانے کوں زنجیر ہو
میں عاشق ہوں، سنتا ہے اے پیر مرد / کہ لشکر میرا ہیچ ہے رنگ زرد
مُنجے سوں ہے اُس پاک[17] کے سیر کی / منجے سوں ہے خنجر و شمشیر کی

---

[1] ب: کہ ڈونگر [2] ب: خرچہ کر
[3] ب: مج کوں اس کا وصال [4] خیالی = مجنوں [5] ب: پیر دانا [6] آزماتا [7] ب: پیر
[8] ب: کاں = کہاں [9] ب: کان [10] ب: گنوا [11] ب: ہوا ہیں فقیر
[12] ب: مجہ [13] ب: گونگہ = گونگا [14] ب: شاہزادوں [15] ب: اُن کے تہیں بات
[16] ب: شوخ [17] ب: اس پاک کے

میرے ہات میں اوپری آئے باج رکھوں نا میں اپنے سر اُپر ال تاج
منجے باٹ دکھلا ارے پیر توں نہ کر مج کوں اے پیر دلگیر توں
بڈھا[1] شاہ کے تیئں دیا یوں جواب گگن پر ہے توں عشق کے آفتاب
چھے مہینے کی ہے باٹ دریا تلک اگریاں تے جاوے کہیں نا ہلگ[2]
ہووے واں تے کشتی اپر[3] توں سوار چھے مہینے کوں اپڑے او کشتی کنار
تری ہور خشی[4] پو کوئی یوں چلے تو قصور شہ سات تبیگی[5] ملے
بڈے پاس اس رات ترہ[6] دسرے دیس گل اندام کے غم سوں بدلا[7] کو بھیس
روانہ ہوا پیر کوں کر وداع گگن پر جو دیکھیا سورج کا شعاع
شہنشاہ بہرام نے یک غزل کیا اپنے احوال کا بے بدل

غزل گفتنِ شاہ بہرام

میرے شہر تے یار خاطر گیا۔۲۶ برہمن ہو زنّار خاطر گیا
پیالے نی دل کا لہو گھوٹ کر میں اُو یار خوں خوار خاطر گیا
یو دریا منے غم کے اے دوستاں میں اُس دُرِ شہوار[8] خاطر گیا
گل اندام بن کوئی غم خوار نَیں میں او یار غم خوار خاطر گیا
میرے باپ کوں بول اے باؤ توں کہ بہرام دیدار خاطر گیا

[9] افتادن بہرام در بند پریاں وکشتی کردن با دیو سیاہ

کیا کھول راوی سمجھ[10] کر یو راز کیا جیوں کہ نوعی[11] (ہے) "سوز وگداز"

---

[1] ب: بوڑھا [2] ہلگنا = دِل لگانا۔ [3] الف: پر [4] ب: پو گریوں چلے [5] فوراً [6] دوسرے دن [7] ب: یو۔ [8] ب: شاہوار [9] مخطوطہ "ب" میں یہ عنوان شعر کی طرح درج ہے [10] ب: سمجھ کر یو بات [11] نوعیؔ خبوشانی کی مثنوی "سوز وگداز (دیکھیے تعلیقات) مرتبہ امیر حسن عابدی، دہلی۔

"جکوی رنج کھینچے اُسے رنج ہے / کہ دنیاں میں کاں[1] گنج بے رنج ہے
بلاسیں جکوئی صبر دہرتا اَہے / کہ او عاقبت کام کرتا[2] اہے"
کہ جیوں ایک مہینا چلیا بادشاہ[3] / دِسی[4] شاہ بہرام کوں ایک راہ
یکایک نظر تل پڑیا ایک باغ / کہ فردوس تھا اس کے رشکاں[5] تے داغ
رنگا رنگ پھولاں ہے چمنے چمن / چنبیلی و چمپا سیونتی[6] یا سمن
اَتھے سرو[7] چارو چمن میں بلند / چھبیلی[8] و موز در ہور دل پسند
وگلشن میں لی حوض خانے اَتھے / کہوں کیا کرئی کالوے تھے[9] بہتے
ہر یک حوض تے اُس[10] گلستان میں / فوّارے اچھلتے تھے اُسمان میں
اتھا باغ میں یک سُنے کا محل / جھمکتا سورج کے نمن جھل اجھل
محل کوں تنہا یک دریچہ اَتھا / کھلا گاہ ہور گاہ مونچیا[11] اتھا
جرّت[12] کا اسے ایک دروازہ تھا / کہ جنّت کوں شدّاد کے وانہ تھا
اتھے بھائی اُس گھر منے چھے بڑے / جکوئی ان کو دیکھے تو دیں جھل[13] مرے
سمن بو ککر ایک نہنی[14] بھان تھی / کہ او بھان[15] نیں جیوں چندر[16] بھان تھی
بڑے بھائی کا نام صیفور تھا / جگت کے پریاں میں او فغفور تھا
دوجے بھائی کا نام شماس تھا / کہ تلوار اس کا سو الماس[17] تھا
اَتھا ناؤں صیفور[18] یک بھائی کا / کلیجا اَتھا او جنی[19] مائی کا
اتھا چاروں بھائی قطال[20] نام / اتھا پانچواں بھائی کا نام سام[21]
جیٹا چھٹے بھائی کا نام تھا / سپاہی بڑا او نیکو نام تھا
او مردی میں ہر ایک رستم اَتھے / نہ تھے کس کئی[22] میں او تھے آپ ستے (کذا)

---

۱ کاں = کہاں ۲ ب: دہرتا ہے ۳ ب: باٹ شاہ ۴ دِسی = نظر آئی ۵ شکاتی (ر) ندارد = سہو کتابت ۶ ب: سیونتی (شیونتی) ۷ ب: اتھے سرو کے جھاڑ ۸ ب: ڈموگرا ہور دل پسند ۹ ب: بہتے اتھے ۱۰ ب: اوس ۱۱ مونچا = بند (موچنا = بند کرنا) ۱۲ ب: سونے کا ۱۳ ب: جھل مرے = حسد سے مرجائے ۱۴ ننھی ۱۵ پڑھیے ۱۶ سورج ۱۷ ب: اسماس (سہو کتابت: الماس) ۱۸ ب: قیطور ۱۹ جن = جنّی ۲۰ ب: قتّال ۲۱ ب: شام ۲۲ ب: کئی میں اتھے آپ ستے۔

کھتر[1] کھیلنے جاویں ہر دم شکار — ہرن ہور چیتل مارلاویں ہزار
سمور[2] ایک دروازہ کے جھاڑ تھا — اُپچھے بھائی کوں بیٹھنے ٹھار تھا
وہاں ایک دوکان عالی اتھا — اُو اغیار تے بہوت خالی اتھا
او دوکان میں شاہ بہرام نر — اتھا بہوت ماندا[3] گھڑی بیٹھ کر
اَول جھاڑ کوں باند اپنا[4] ترنگ — سُٹا رک[5] اپس کے سِرانے فرنگ[6]
سمن بو دریچے میں تے کھول انکھیاں ۳۹. بھا دیکتی ہے تو یک شہ جواں
سُتا[7] ہے اُ دوکان میں بے خبر — بُلا[8] دائی کوں بھیج دی او سُندر
دلا را اکر دائی کا ناؤں[9] تھا — جھمکتا مُکھ اس کا جیوں[10] جام تھا
کہی مائی[11] توں بھار ٹک جا کو دیک — سُتا ہے سو[12] دوکان میں مرد یک
اسے پوچ[13] توں کون ہے اے جواں — دیا کون اِس ٹھار تج کوں نشاں
پریاں کے توں اس باغ میں کی پڑیا[14]؟ — دیو[15] نے توں اس ٹھار کی سنپڑیا؟
کہ توں بہوت مقبول ہے اَسے[16] چندر — مُنجے رحم آتا ہے تیرے اُد پر
جنگل تے اُو پچھے بھائی جیوں آئینگے — تُجے ایک ایک بھاڑ کر کھائینگے
اَول دائی سوں کر بُری بات بول — بزاں ایک کانسے[17] میں ابلوچ[18] گھول
گلاب اور[19] عنبر مِلا سات میں — دیئے ایک دائی کرے[20] ہات میں
چلی ہات میں دائی لے جام کوں ۴۰. کہ جیوں بھار جاتی ہے کوئی[21] کام کوں
شہنشہ کے نزدیک بیگی[22] دائی آ — اُسے نیند میں تے ھلوں[23] دی جگا
ادب سوں کری دائی شہ کوں سلام — کیا شاہ بہرام علیک السلام[24]

---

[1] کہتر: ب: کھتر؟ [2] سمور: سامنے (ب: سمینو کے دروازے پر جھاڑ تھا) [3] تھکا ہوا [4] گھوڑا [5] رک سٹنا = رکھ چھوڑنا [6] فرنگ [7] ب: سوتا ہے [8] ب: بُولا [9] ب: تام [10] چاند [11] ب: دائی توں بھار (باہر) ٹک جاکہ دیک (دیکھ) [12] ب: اُو (اس) [13] ب: پوچھ [14] کی = کیوں؟ [15] ب: جرانے [16] ب: جیوں چندر [17] کانسہ = برتن (ب: کاسے میں) [18] ابلوچ = مصری [19] ب: ہور [20] ب: کری = کے [21] "کئی" پڑھئے [22] ب: جیوں [23] ب: ہلوں دین جگا (وہیں پر دھیرے سے ہوشیار کر کے) [24] ب: شہکوں دائی سلام

تواضع[1] دیا دائی کوں شہ جواں[2] | دلا را[3] رکھی شہ کے نزدیک خواں

سمن بو جکج گئی سو اُو ماہ کوں | دلآرا زباں کھول گئی شاہ کوں

پھرا کر دیا یوں شہنشہ[4] جواب | دِلآرا کوں غصے سوں اُو آفتاب

اگر جن کا لشکر جو آوے ہزار | سٹونگا[5] مونڈیاں[6] کاٹ کریں قطار

میرے ڈرتے سُنتی دلآرا دلیر | گوئے[7] میں تے نیں بھار[8] آتا ہے شیر

میں نہنواد[9] ہوں کرنکو دیک یاں | یو چھے بھائی کوں مارتا ہوں جواں

دلارا سو یوں بول[10] شربت پیا | بزاں شاہ بہرام چپ کر رہیا

یکا یک نظر تل دُھلارا[11] دسیا | وجنگل منے باو بارا[12] دسیا

بھانے لگیا شہ جواں[13] اُس طرف | او چھے بھائی پیدا ہوئے باندصف

اسچھے او بڑے سرد کے تیوں بلند | اَچھے بہوت مقبول ہور دل پسند

سپاہی کہ رن[14] میں اُو[15] رستم اَچھے | یکس تے و یک کوئی نیں کم اچھے

شہنشاہ بہرام صاحب جگر | دیکھیا دُور تے ان کوں کورتی[16] نظر

ہلیا[17] نیں اُو جاگے[18] ستے شیر دل | بجر[19] کا کلیجا، بجر کا ہے دل

جواں ایک دیکھے بڑے دُور تے | کہ مقبول ہے چاند ہور سور[20] تے

جمیطا کوں صیفور اشارت کیا | شکار آج کا بھائی تج کوں دیا

اَول پوچھ آدم ہے توں یا پری | غصے تے چھوٹے ہے منجے تھرتھری

اُسے[21] بول اس ٹھار آیا ہے کی[22] ؟ | دیوانے ارے سُد گنوایا ہے کی ؟

---

۱ ب توضع ۲ الف: شاہ جواں ۳ ب: دلارا رکھی شہ کے نزدیک خواں۔ الف: کرم خوردہ ۴ الف: شہنشاہ ۵ سٹونگا = چھوٹونگا ۶ مونڈیاں = مُنڈی، جمع منڈیاں ۷ گوئے = گوہ: کھار، شہنشہ ۸ بھار = باہر ۹ نہنواد = پست قد ۱۰ بول الف: ندارد ۱۱ دھول اور مٹی کا طوفان ۱۲ باو وبارا = تیز آندھی ۱۳ ب: شاہ جیوں ۱۴ ب: سپاہی منے اور الف: کرن میں: کہ: رن میں = جنگ کے میدان میں ۱۵ ب: اُو، ندارد ۱۶ صاف طور سے ۱۷ نسخہ "ب" شعر ندارد ۱۸ جگہ ۱۹ بجر = پتھر ۲۰ سورج ۲۱ ب: اُوسے۔ ۲۲ کی = کیوں

دونو ہات ہور پانوں کوں باندکر — اُچا اِلجا بھائی گھر کے بھیتر
حمیطا[1] کوں صیفور یوں بول کر — سٹیا گھر میں جا کر کمر کھول کر
حمیطا پی نزدیک آ شاہ کوں — لگیا پوچھنے یوں اُو جم جاہ کوں
توں اِس ٹھار آیا سو ہے کیا سبب؟ — تیرا نام[2] کیا ہے ہور کیا نسب؟
کیا شاہ بہرام عاشق ہوں میں — نہیں عقل مجذوب مطلق ہوں میں
پڑا[3] آگ ہو کر بھکیلیا[4] ترنگ[5] — لیا ہات میں شاہ عالم[6] فرنگ
پڑا گرز یک شہ کے سر پر دیا — شہنشہ[7] اُچا اپنے سر پر لیا
سٹیا اُو زیک گرز قوّت ستے — سپر پر شہنشاہ کے[8] او ہیتے[9]
ہوا ضرب[10] تے وہ سپر چور چور — پری کی طرف شاہ بہرام گھوُر[11]
کمر[12] بند میں دھر ہات دم[13] سیند کر — پچھاڑیا زمیں کے اوپر گیند کر
کمند اپنے بازو تے بہرام کاڑ — حمیطا کوں باندیا مِلا دپیچ[14] جھاڑ
کھڑا ہو رہیا شاہ بہرام شیر — فرنگ اپنے ہاتوں میں لے دگر[15] دلیر
چلے سوں ہر یک بھائی شہ سوں لڑے — ولے بہوت عاجز ہو بھیں پر پڑے
شہنشاہ[16] نے کاڑ اپنا کمند — اُنوکوں اِسی[17] جھاڑتے بند بند
یو قصّہ جو دیکھیا سو صیفور نے — اپس دل تے کھینچ آہ مغرور نے
اُچھل پڑ[18] کو جاگے تے اپنا پڑیا — لگیا شہ کوں ہور دیکھنے گھابرا
دیکھے کیا کی بیٹھا ہے خونِ جگر — او بھایان کو جھاڑتے باندکر
پڑیا آ کو بہرام پر او ہتی[19] — کہ جیوں آگ میں آ کو پڑتی ستی[20]

---

[1] نسخہ الف: شعر ندارد [2] ب: ناؤں [3] ب: پڑیا آگ ہو کر ڈھکیلیا ترنگ [4] بھکیلیہ: ایڑھ لگایا [5] ترنگ: گھوڑا [6] ب: شاہ عالی [7] ب: شہنشہ اپنی سپر پر لیا [8] ب: کے ڈھال تھے [9] ہیتے = حمیطا کو ہاتھی سے تشبیہ دی ہے [10] ب: ستے [11] گھوُر = گھورنا سے (غصّہ سے دیکھا) (نسخہ ب: پری کی طرف دیکھ بہرام گور) [12] الف: کمر بند میں ہات سٹے سیند کر [13] دم سیندنا = ساری قوت یکجا کرنا [14] دپیچ = وہیں۔
[15] نسخہ الف ندارد [16] ب: نے کھینچ اپنا [17] ب: کسے جھاڑ سوں بند بند [18] کو جگہ سے۔
[19] ہتی: ہاتھی [20] ستی: شوہر کی چتا پر جلنے والی ب: اگر بھرتی ستی۔

نود[1] گز پری کا اتھا قد بلند — اتھا ایک ڈونگر کے نمنے سمند[2]
کھنڈی[3] کا بڑا گُرز فولاد کا — کہ ہتھیار تھا اس پری زاد کا
اول گرز سر پر تے اپنے پھرا — شہنشاہ کے سر پو مار یا بڑا
جو اُو گُرز دیکھیا سو بہرام شیر — سپر پر لیا ضرب اپنے دلیر
مقابل[4] ہو بہرام دَب[5] کر ترنگ — پری کے سر اُپر ال مار یا فرنگ
سورج نے اُوتر وار دیکھے اگر — سر اُپر ال کھینچے[6] گگن کا سپر
کیا ہات پر ہات[7] یوں دم بدم — پڑیا بھئیں پر صیفور ہو کر ہدم[8]
زمیں پر تے پھر اُٹ[9] کو حملہ کیا — او میدان میں گرز تٹ[10] کر پڑیا
پڑیا[11] جو نکہ دیکھیا مٹی میں بُرج — زمیں کے اوپر سٹ[12] کو اونا سنج
دِوانا ہو قوت ستے ایک جھاڑ — سٹیا[13] شاہ کے سر پو بھئیں تے اپاڑ[14]
سپر پر لیا شاہ نے جھاڑ کوں — جو رستم اٹھایا ہے جوں[15] پاڑ کوں
کئے بہوت حملے اپس[16] میں اَپے — یکس[17] کوں یکس زیر کرنے چپے
کیا بہوت صیفور نے چھند بند — چکا[18] کر گلے میں سٹیا شہ کمند
سرگ[19] جیوں کر کھینچا او بہرام شاہ — پڑیا بھئیں پو صیفور نے مار آہ[20]
اسی جھاڑ سیتے پچھو[21] ندے بندیا — سینا پھوٹ صیفور نے لہو چندیا
خدا کا اول ناؤں لے بے دریغ — کمر میں تے کھینچ اپنے بہرام تیغ
ادچھے بھائی کا سر منگیا کاٹنے — کہ داتاں[22] دُہوناں لگے چاٹنے[23]

---

[1] نوّد گز (۲۷۰ فٹ) [2] سمند: گھوڑا (ب: کمند سہو کتابت) [3] کھنڈی = مساوی بیس من (ایک من برابر ۴۰ سیر) [4] ب: شہنشاہ مقابل ہو دب کر ترنگ [5] دب کرنا = ایڑھ لگانا۔ [6] ب: کھینچے۔ [7] ہات پر ہات مارنا = وار پر وار کرنا [8] ہدم = بے دم [9] اُٹ کو = اُٹھ کر [10] تٹ کر = ٹوٹ کر [11] پڑیا = پریاں [12] چھوٹ کر [13] سٹیا = دے مارا [14] اپاڑنا = کھسوٹنا (ودربھ میں "اُپٹنا" آج بھی بولا جاتا ہے) [15] ب: جیوں پہار کوں = جیسے پہاڑ کو [16] ب: اسی تے اپے [17] یکس کوں یکس زیر کرنیں چھپے [18] چوکا کر = نشانہ خطا کر دا کر [19] سرگ = رسّی [20] ب: کھینچ آہ [21] ب: پچھوٹندے: ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ دینا بندنا [22] ب: سینا پھٹ کر صیفور نے لہو چھنڈیا (لہو بہنے لگا) [23] الف: دراں تے (سہو کتابت) [24] ب: لگیا چاٹنے۔

سمن بوجھ و کے مُنے مار[1] ہانک شہنشہ کوں بولی نکو مار بانک[2]
اگر باپ کا پند بسر[3] یا نہ شک نکو توں بسر شاہ حق[4] ِ نمک
تجے یاد[5] نیں کچ شہ سر بُلند دیا تھا سو دیوان خانے میں پند
ہیں اس وقت پر شاہ حاضر اتھی غلط نیں میری بات چھتّر پتی
کیا رحم کر زیر دستاں اوپر نصیحت جنے باپ کی یاد کر
کری بات جو شہ سوں او حور نے کیا یوں زباں کھول صیفور نے
اگرچہ ہمیں سب گنہ گار ہیں ترے رحم کے شہ[6] اُمید وار ہیں
ہمارا سُن اے بادشہ بات[7] توں کر اس بند تے شاہ آزاد توں
ہوئینگے چھے او بھائی[8] تیرے غلام کرینگے تجے ہات بند کر سلام
اُسی وقت دے شاہ سوگند بند دیا چھوڑ کر ہات تے کھول بند
دعا کر پڑے پانوں پر شاہ کے چھے او بھائی اس شاہ جمجاہ کے
ہو دل شاد صیفور بولیا پکار اے قمطال جا شہر سار اسنوار
طلب کر پریاں سا[9] تو آسمان تے پڑے پانوں آکر سلیمان کے
عمارت کے اُپرال ہو کر سوار کر جوں باگ قمطال ماریا ہنکار[10]
پریاں غلبلا[11] جوں سُنیا کان تے اُتر آئے کئی[12] لاک[13] آسمان تے
یکس کے بغل میں صراحی شراب یکس کے دو[14] ہاتاں میں ناب و رباب
تنبورا[15] بجاتی اتھی یک پری غزل ایک پڑتی اتھی سرسری
کھڑی یک پری ہات میں لے کو چنگ خوش آواز تی یک پری[16] جیوں زنگ

---

[1] ب: ہانک مار / بانک مار (ہانک مارنا = آواز دینا) [2] بانک = خنجر گولائی دار، خنجر کٹار [3] بسرنا = بھولنا (مراٹھی) [4] ب: حق ہم نمک [5] ب: یاد کچھ ہے [6] ب: شاہ۔ [7] ب: داد توں [8] ب: ہوئینگے او چھے بھائی [9] ب: ساتوں [10] ہنکار = شیر کی دھاڑ۔ [11] الف: غلبا؛ سہو کتابت [12] ب: اُتر آئے سب سات آسمان تے [13] لاک = لاکھ (ڈنک پڑھیے) [14] ب: دو ہات میں یک یک رباب [15] طنبورا (ایک ساز) [16] الف: پری جیوں نہنگ (زنگ = گھنٹی)۔

جلاوے یکن[1] برمکھی[2] ہور عود　　کھڑے ہو کو[3] یک بھیجتی تھی درود
ہواتے پریاں آئے کئی لک[4] اُتر　　جگت پر سُتے جھانپ[5] پر کھول کر
سمن بو کھڑے ہو سکھیاں[6] سنگات　　سنوارے محل بیگ دِتے[7] ہات ہات
بڑے مول کے خوب مخمل منگائی　　عمارت کوں آسمان گیریاں[8] بندائی
فراشاں کو بولے بچھانا[9] بچھاؤ　　پریاں کے شہنشاہ کا تخت لاؤ
سُنے جوں سمن بو تے فراش بات　　بچھانا بچھا کر[10] اُٹھے ہات ہات
صدر پر رکھے تخت لا پاچ[11] کا　　اکھنڈ[12] ہور نازک یک کاچ[13] کا
صراحی مرصّع کی لابیقیاس ۴۸- جڑت کے پیالے چُنے آس پاس
سُنے کے رکھے مجراں[14] بے شمار　　بھرے برمکھی ہور مشک تتار
محل میں اتھا حوض خانہ[15] پچھل　　فوارے گگن سوں کرے بات اچھل
بھرے تھے تمام اس میں کیسر[16] گلاب　　جھمکتا اتھا حوض جیوں آفتاب
کروں کیا میں تعریف اس باغ کا　　کہ آواز اونچا[17] نہ تھا زاغ کا
اُوجھاڑاں کے ڈالیاں اوپر پات　　رنگا رنگ میوے اتھے[18] سب نبات
او باغِ ارم کے نمن باغ تھا　　کہ فردوس اُس تے جنم داغ[19] تھا
کھڑا ہو کو صیفور نے نیک نام　　ادب سوں اَول شاہ کوں کر سلام
کیا یوں میرے گھر میں آ بادشاہ　　قدم رکھ منج انکھیاں پو ظلِّ الٰہ[20]
میرے گھر کے سارے نہنے[21] ہور بڑے　　کہ تیرے چرن دیکھنے[22] کوں کھڑے

---

۱ یکن = ایک ۲ برمکھی = عنبر عبیر ۳ ب: کر ۴ لاکھ
۵ جھانپ = ڈھانپ ۶ الف = سہیلیاں ۷ سب ہاتی ہات (ہاتوں ہات) ۸ آسمان گیریاں = ڈیرے دار شامیانے ۹ بچھانا = قالین و دریاں ۱۰ ب: بچھانا بچھائے سبھی باقی ہات
۱۰ پاچ = زمرد ۱۱ اکھنڈ = سالم ۱۲ کاچ = شیشہ۔
۱۳ مجراں = انگیٹھیاں ۱۴ خانہ ۱۵ زعفران ۱۶ ب: اونچا ۱۷ اتھے جیوں ۱۸ جنم داغ = دائمی رشک ۱۹ ظلِّ الٰہ = خدا کا سایہ ۲۰ چھوٹے ۲۱ قدم چرن دیکھنا = قدم بوسی کرنا

سنیا جیوں کہ بہرام صاحب جگر | جہاں روپیا کے چڑیا پیٹ پر
روانہ ہوا شہ محل کی طرف | سپاہی، پری سب چلے باند صف
قدم بر قدم شہ جو آنے لگے | پریاں سب یلا دور جانے لگے
کہے کوئی زمیں پر چندر بھان ہے | کہے کوئی ہمارا سلیمان ہے
نزدیک آ کو دروازے کے شاہ نے | ترنگ پر تے اُتریا او جم جاہ نے
دُعا پڑ لگیاں پھونکنے کوں پریاں | خوشیاں سات بھرنے لگیاں چھند بھریاں
بڑے دبدبے سات بہرام شاہ | چلیا جا عمارت میں او کج کلاہ
صلابت ستے بیٹھیا تخت پر | انگوٹی منے جیوں کہ بیٹھے کنکر
پری ایک ساقی ہو جیوں آفتاب | پیالے میں بھر کر انگوری شراب
ادب سوں اُدل شاہ کوں کر سلام | پیالے دتی بھر کو چھ سات جام
پیالے لگیا شاہ نے جھیلنے | رومالاں لگیاں دو پریاں میلنے
کتی مست ہو راگ گانے لگے | منڈل ہور تنبورے بجانے لگے
گھڑی مست اچھے شاہ ہشیار ہوئے | گھڑی میں پھرا رنگ بیمار ہوئے
کہے شاہ مستی میں پی کر شراب | گل اندام کاں ہے؟ ہوا دل کباب
شہنشاہ کوں مست صیفور دیک | کیا عرض دھرتا ہوں شہ سوں ایک
کہ افرالکر ایک یہاں دیو ہے | کہ رستم وہی ہور ادگیو ہے
ہمارا اُو دشمن اہے نابکار | شہنشہ کتا ہوں میں تج سوں بچار
کیا شاہ کوئی جانتا ہے اُو راہ | کہ رہتا ہے کاں پر دو دیوے سیاہ
اچھے اس کوں فولاد کا گر بدن | کروں تیغ سیتے جدا سر سوں تن
کیا شہ کوں صیفور ہے ایک چاہ | کہ اس میں رہتا ہے اُو دیوے سیاہ

---

1 سُنا 2 چڑھا پیٹ پر (پیٹھ) 3 ب: جب چلے 4 چاند اور سورج 5 حضرت سلیمان علیہ السلام۔ 6 نزدیک 7 پڑھنے لگیں 8 ب: باعزّ وجاہ 9 ب: ستے شاہ بیٹھا 10 بیٹھے گوہر 11 دیئے 12 مَلنے 13 ڈھولک 14 الف: ہوا میں کباب 15 دیکھ / ایکہ 16 صحیح املا = ازرع۔ 17 ب: دیو یہاں ایک ہے 18 ب: رہتا ابی کاں

سُنیا[1] سو، منگا کر انگوری شراب   پیا تین دن بیٹھ عالی جناب
اُٹھیا شاہ[2] سو دیں کمر باند کر   جہاں رو پایا کی چڑیا پیٹ پر
کیا یوں[3] کہ صیفور کاں ہے او چاہ   کہ معلوم نیں مج کوں دِکلا[4] توں راہ
جلو میں چلیا شہ کے صیفور نے   دِلے تاب نیں دیو کوں گھور نے
چلیا شاہ بہرام دس کوس[5] باٹ   گھٹا[6] کر اول باٹ اُتر ایک گھاٹ[7]
دِسیا دور سیتی دھنواں شاہ کوں   یکایک جنگل میں جو اس ماہ کوں
کیا شاہ بہرام کیا ہے دھنواں   اے صیفور دے بارے مج کوں نشاں
دیا شہ کوں صیفور نے یوں جواب   سُتا[8] ہے سیاہ دیو خانہ خراب
وو دَم[9] ہے نکلتا ہے اُس ناک کا   کہ ہشیار نیں ہے او ناپاک کا (لکذا)
جو اس دیو کا شاہ پایا نشاں   اتر کر ترنگ پر تے او شہ جواں
کیا یوں کہ[10] اے میرے بھایاں بڑے   یکر کر چھپو بھائی ہو کر کھڑے
اگر دیو کا باس پاوے ترنگ   چھوڑا لے کو ہاتاں تے جاوے نسنگ
کہا[11] ہور چلیا جلد بہرام شاہ   دیا دیو کے سر اُوپر کچھ نگاہ
اندھارا دسیا باٹ میں بید رنگ   اتھاڈ ہانکنا[12] اس کوں یک تخت سنگ
پھتر کے تلے ہات شہ کر سٹوں   سٹیا تلو قدم دور پھتر گاہلوں
دیا چھوڑ بائین میں شہ کمند   سر اس کا پھتر کے کنارے سو بند
پکڑ کر کمند اپنے[13] ہاتاں میں شاہ   سرکتا چلیا بائین[14] میں کج کلاہ
رکھیا بھیں پوجیوں بائیں کے پانوں شاہ   گھڑی بیٹھ ایس ٹھار کیتا نگاہ

۱؎ جب اس نے سنا ۲؎ ب: شاہ نے دین ۳؎ کیا یونچہ ۴؎ دکھلا ۵؎ ایک کوس: تین ہزار پانچ سو بیس گز کی لمبائی (۳۵۲۰) ۶؎ چوراستہ ۷؎ چٹیل علاقہ ۸؎ ستا ہے ۹؎ ب: کردم ہے۔
۱۰؎ ب: یو ۱۱؎ نسخہ الف: چھ اشعار ندارد ۱۲؎ ڈھکنا۔ ڈھکنا پھتر کے کنارے سو بند۔
۱۳؎ ب: آپنی ہمت سوں شاہ ۱۴؎ ب: باولی = کنواں (بارو: بڑا اور گہرا کنواں = ودربھ میں آج بھی مستعمل ہے)

نظر تل پڑے چار صُفّے[1] عجب — تراشے اکھنڈ[2] ایک پتھر کے سب[3]
سُنے کار کھے ایک صُفّہ پر تخت[4] — مُستا[5] ہے اس اُپرال اُو بد بخت
بڑا جوں مِنارے کے او قد دِسے — سر اُس کا سو جیوں ایک گنبد دِسے
ہتی سوں بڑے دانت اس کے اہے[6] — جو کوئی دیکھے اس کوں سوراکشس کہے (کذا)
چکی[7] کا سو جیوں پاٹ ہر ہونٹ تھا — او جبڑا[8] سو جُھرلیاں بھریا سونٹ تھا
ڈلیاں[9] ہات انگلیاں سو بھانٹے[10] اتھے — بھواں[11] اُس کے کیکر[12] کے کانٹے[13] اتھے
او بد[14] شکل غولِ بیاباں[15] جیوں — ڈبلگے[16] ہر یکس کوں شیطاں جیوں
کر پائے[17] تے تخت کے یک پری — پچھونڈے[18] بند یا دیو کر ساحری
کہ مقبول جیوں سورچندر اتھی — جگت کے پریاں[19] میں او سُندر اتھی
پری جیوں دیکھی شاہ بہرام کوں — کہی پیار سوں اُس نیکوں نام کوں
کیوں آیا ہے رے مرد اس راہ میں؟ — اے یوسف[20] پڑیا کیوں توں اس چاہ میں؟
کیا شہ میرا نام بہرام ہے — منجے آج اس دیو سوں کام ہے
پری شاد ہو (کر) کہی[21] بیگ مار — کہ او نیند تے ناگہ ہووے ہُشیار
کیا شاہ توں کون ہے؟ اے[22] پری — کہ اس دیو کے بات میں سنپڑی[23]
توں[24] کیا پوچیا شاہ میرا حوال[25] — پچھونڈے منجے بند کیا ہے نڈھال
پریاں کا میرا باپ ہے بادشاہ — میرا مُلک ہے شام اے قبلہ گاہ
پڑی ہوں میں[26] بی سال تے بند میں — ایس گھر میں تھی[27] گرچہ آنند میں
میرا نام ہے شہ[28] جہاں افروز — خلاص اُس کے ہاتاں[29] تے نئیں ہوئی ہنوز

---

[1] الف: صونی (صوفی) ب: صفحہ: صحیح املا: صُفّہ بمعنی چبوترہ۔
[2] سالم [3] ب: کے او سب [4] ب: (اولی) پر قدم (ثانی) بد قسم [5] سوتا ہے [5] ب: سوتارے کے تیوں؟ [6] ب: ایا ہے (سہو کاتب) [7] ب: دیکھے سو اس کو راکشش کہے۔
[8] نسخہ ب: مؤخر [9] ب: او جھرلیاں بھریاں موں سو جیوں سونٹ تھا (سونٹ: سونٹھ) (جھرلیاں: شکنیں) [10] ب: ڈھالیاں [11] ب: دسے [12] ب: بھنواں [13] کیکر= ببول، مغیلاں [14] دسے۔ [15] او پر [16] بیاباں [17] شیطان بلگنا، آسیب زدہ ہونا [18] ب: پائین
(باقی اگلے صفحہ پر)

کیا دل میں شہ جیت نا ہار نا		بڑا عیب ہے نیند میں مار نا
توکل خدا کے اوپر کر او شیر		بڑے زور تے مار نعرا دلیر
چپا[1] اس کے تلویاں میں اپنا خنجر		کیا[2] دیو کوں شاہ اٹھ[3] بے خبر
دیکھیا شاہ کوں دیو سو[4] ہانک مار		کیا گھور کر یوں غصے تے پکار
کہ آنے کو نیں ٹھاں[5] یاں یاد کا		کہاں ہے مجال آدمی زاد کا
ڈٹا کر کیا شاہ بہرام شیر		تجے کاٹتا ہوں جیو قصاب چیر
اٹھیا دیو ہیبت[6] ستے تھرتھرا		لگیا دیکھنے چوکد[7] گھابرا

کشتنِ شاہ بہرام دیوِ سیاہ را در چاہ[8]

اٹھا کر[9] بڑا پر ترم کا پتھر		سٹیا شاہ بہرام کے سر اوپر
سپر شاہ بہرام سر[10] پر لیا		پتھر دیو کے ہات کا رد کیا
کیا شاہ کوں دیو نے کر غرور		ہوا ضرب تے میرے توں چور چور
غصے تے کیا شاہ نے دیو کوں		پتھر تے ڈراتا ہے[11] توں منج کوں
خبر نیں تجے دیو اس کام کا		کہ دیکھیا نہیں تیغ بہرام کا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

[18] نسخہ الف: بندا دیو کی ساحری [19] الف: میں سمندر اتھی (سہو کاتب) [20] ب: آئے یوسف
[21] الف "کر" ندارد [22] ب: آئے [23] ہاتھ سپنڑی، ہاتھ لگی [24] ب: کہی کیا مجے پوجنا۔
[25] حوال، پڑھے [26] ب: یک سال سوں [27] کرتی اتھی [28] ب: شاہ (جہاں آفروز = پڑھے)
[29] ب: ہاتوں سے نیں ہوں ہنوز (خلاصی ہوتا۔ خلاصی پانا)

[1] : چھپا۔ ب: چوبا [2] ب: کہا [3] ب: اے بے خبر [4] ہانک مارنا = آواز دینا [5] ب: ٹھاؤں [6] ب: جھٹ سیتے (فوراً سے) [7] چاروں طرف [8] نسخہ الف: عنوان ندارد
[9] ب: او دیوے سیاہ، ایک پتھر (الف: بڑا پر ترم کا پھتر: بڑی نوعیت کا پتھر) [10] ب: اس پر
[11] ب: آہے۔

جویں[1] مارتا ہوں تجے اے پلید
کہ رستم جوں مار یا ہے دیو سفید

اول اس وضا[2] دیو کوں بول کر
دونوں پگ کے پنجیاں اُپر تول کر

حمائل میں تے کھینچ بہرام تیغ
کریں[3] دیا دیو کے بے دریغ

دو دھڑ ہوئے کر دیو بھئیں پر پڑیا[4]
بزاں کچکچا[5] جیب اپنی لُڑیا[6]

سر اُپر ال تے بال یک کھینچ کر
کمندیں نشانی بند یا پیچ کر

پچھونڈے اول کھول[7] شہ آس پاس
کیا بندیں تے پری کوں خلاص[8]

پکڑ کر کمند اپنے پنجے منے
کھڑا رکھ[9] بدن کو شکنجے منے

ایس کوں سوں بہرام دم[10] سیند کر
سٹیا بائیں کے بھار جیوں گیند کر

جیوں اس ٹھار[11] تے شہ روانا ہوا
مٹھی[12] میں پکڑ بال (جیوں) اثردہا[13]

چھیسو بھائی نے دیک کرشہ کوں دور
ننگے پاؤں سوں دوڑ آئے حضور

شہنشہ تے صیفور ہو کر خوش حال
کیا بائیں میں دیو کا کیا ہے حال

جکچھ[14] دیکھیا سو کیا سر بسر
پری ہور اُس دیو کا سب خبر

چلے بائیں کے سر پو بھی پھیر کر
چھیو بھائی بہرام سوں مِل[15] کر

حمیطا کوں بولیا شہ با خبر
نڈر کر ہلوں بائین میں توں اُتر

اَچھے بھائی خمطال[16] تیرے سنگات
پکڑ کر توں جاہات میں اُس کے ہات

کہ اس بائیں میں ہے بہوت گنج مال
زمرّدؔ[17] و الماس یاقوت لعل[18]

ہے صندوق سنگین اس میں ہزار
بھرے[19] سب رتن ہور دُرِ شاہوار

مے پستے زنگیں شال کے یک ہزار[20]
اُدڑتے پڑے ہر طرف بے شمار

سنا[21] زنگ بند[22] کر ہوا ہے خراب
پتل[23] کا توں نیں ہے دہاں کچ حساب

---

[1] الف: جون (ب: جویں: جہاں کا دیں) [2] ب: اُول اس وضا سوں دیو [3] ب: دیا دیں
[4] گرا [5] جیب کچکچانا: غصّہ میں زبان کا چبانا [6] لڑیا = لڑھک گیا [7] ب: کھول بہرام خاص
[8] خلاص کرنا = آزاد کرنا [9] ب: رگ میری کوں [10] دم سیندنا = دم روکنا [11] ب: شہر تے۔
[12] ب: موٹھی میں [13] ب: ازدہا (اژدہا) [14] ب: جو کچھ [15] میل: مل کر
[16] قمطال کو خمطال (دکنی اثر) [17] ب: وزمرود [18] ب: لال [19] ب: بھریا [20] ب: کئی ہزار
[21] ب: سونا [22] زنگ بندیا = زنگ لگنا [23] پیتل

زرہ[1] ہور تبر ہور شمشیر ہے — سپر ہور خنجر کماں تیر ہے
پری ایک بیٹھی ہے واں تخت پر — اُٹھا کر یو سب لیا توں آئے[2] بختور
حمیطا و خمطاں[3] تسلیم کر — اُتر بائیں میں دونو صاحب جگر
پری ہور اسباب ہور[4] مال سب — لے کر بھار آئے اوفی الحال سب
اشارت کیا شاہ صیفور کوں — توں لیا عقد میں اپنے اس حور کوں
ہے فرصت تجے پی توں آبِ حیات — یترا دوست ہوں ئیں توں سُن میری بات
کیا عشق بے تاب صیفور کوں — قبولیا دِوا[5] تا ہو اُس حور کوں
دیا شاہ صیفور کوں سربسر — پری ہور آو[6] مال ہور اوکنکر
سفر کا کیا ساز[7] بے تاب ہو — لگیا کاٹنے برہ[8] قصاب ہو
زبر[9] تنگ ہور زین تنگ کھینچ کر — جہاں روبیما کے چڑیا پیٹ پر
بُلا کر کیا شاہ صیفور کوں — میں پیاسا ہوں جاتا ہوں سمندور[10] کوں
میرا دل پھٹا[11] برہ تے بھائی آہ — کہ جیوں پاؤیں جاؤں گا جلد راہ[12]
سُنیا وَیں[13] سو صیفور نے روئے کر — بُلا دور بہرام پر ہوئے کر
کیا یوں ہمیں ہے تیرے چھ غلام — رکھے[14] تو کرے کام بیچے تو دام
کیا شاہ[15] تنہائی میں کام ہے — کہ عاشق کوں تنہائی آرام ہے
کتک بال صیفور دے نیک نام — پڑے کام تج کوں تو آدے اَو[16] کام
کیا شہ کوں صیفور کیا[17] ہے قصور — سرا اپنا کروں گر کہے تو حضور
ہو خوش حال بہرام اس بات تے — نزیک[18] آ اپس (ر—) کے دُونو ہات تے
ہر یکیس کے سر تے دس[19] بال کھینچ — یندیا اپنے رومال[20] میں شاہ وَ پیخ

---

۱ الف: ذِرہ ۲ ب: آئے بے خبر
۳ "ق" کی جگہ "خ" (دکنی اثر) ۴ ب: سب مال و زر سے ۵ ب: دلوانہ ۶ ہور مال۔
اور اوکنکر۔ ۷ ساز و سامان ۸ برہ: بزغالہ ۹ زبر: لحاف ۱۰ سمند ور= سمندر۔
۱۱ ب: پھوٹیا ۱۲ الف: جلوراہ ۱۳ وہیں ۱۴ ب: رکھیں توں کرے کام بیچے تو دام
۱۵ نسخہ "ب" شعر ندارد ۱۶ ب: یو ۱۷ ب: آدے قصور ۱۸ ب: نزدیک آ اپس کے
۱۹ ب: یک بال ہنچہ ۲۰ ب: شاہ نے دیخ

کیا شہ[1] کے نزدیک صیفور آ — تیرا یار ہر ٹھار اچھو شہ خدا
اچھے تخت[2] اگر تج کوں ہمنا تے کام — جلا آگ میں بال اَو نیک نام
ہمیں آئیں گے غیب تے تیرے پاس — ترا بہوت دھرتے اہیں شاہ[3] آس
پڑیا پانوں پر شہ کے[4] یوں بول کر — جوں موتی انکھیاں تے انجوروں کر
بنے سوں لگا شاہ صیفور کوں — کیتک ماج[5] دے کر ملا موں[6] کوں موں
جدائی تے روئے[7] او شاہ شجاع — چلیا باٹ صیفور کوں کر وِداع

حکایت[8]

حکایت سُنو شوق تے دوستاں — کہ ہے یو گلستان ہور بوستاں[9]
فراقی ہو[10] بہرام جنگل پکڑ[11] — لگیا باٹ چلنے کوں شام و سحر
خبر کچ[12] ندہر بھوک ہور پیاس کا — خبر کچ ندہر سال ہور ماس[13] کا
لگیا روونے[14] شاہ نے زار زار — گل اندام (کوں[15]) یاد کر کر پکار
چلاوے جہاں پایا ہر طرف — دِوانیاں[16] کے تیوں موں[17] منے بھر کوں کف
کہتا[18] اِس وفا بات ہور گھات کوں — اَدھی رات کوں آئیا باٹ کوں
دیکھیا باٹ پر ایک چشمہ نچھل — کہ آتا اتھا نیر[19] اُس تے اُبل
اَتھے جھاڑ چنپے کے چشمیں[20] اُوپر — کلیاں تُٹ کو پڑتے اتھی اُس[21] اُپر

---

[1] نسخہ "ب"، شعر ندارد [2] ب: شاہ تجکوں
[3] ب: آہیں [4] الف: تو یوں: ندارد [5] ماج = بوسہ [6] منہ [7] روواو = وہ رو کر۔
[8] ب: عنوان ندارد (الف: عنوان کی جگہ ہے لیکن عنوان ندارد [9] گلستان و بوستانِ شیخ سعدیؒ
[10] فراقی ہو = جدا ہو کر [11] جنگل پکڑنا: جنگل کا راستہ اختیار کرنا [12] کچھ [13] مہینہ
[14] ب: رونے کوں شاہ نے [15] نسخہ الف: کون: ندارد [16] دیوانوں کی طرح [17] منہ میں لاکر
[18] نسخہ "ب"، شعر ندارد۔ [19] نیر = پانی [20] چشمے [21] الف: کرم خوردہ (ب: اتھے ہر طرف: غلط قافیہ)

اوچشمیں کوں ہور جھاڑکوں دیک کر ۔۔ پڑیا بھئیں پوچھوں چھانوں[1] ہوبے خبر
شہنشہ انکھیاں کھول کر جوں کہ پھول ۔۔ ندم[2] یک گھڑی ہوگیا جیوں ملول
یو جھاڑ ہور[3] چشمہ ہے آرام کا ۔۔ کہ جاگا ہے خالی گل اندام کا
دیوانہ ہو بہرام واں حال کر ۔۔ برہ کی اگن[4] سوں جگر[5] جال کر
یو بتیاں[6] لگیاں درد[7] کے بولنے ۔۔ انکھیاں میں تے موتی[8] لگیا رولنے
یو کیا زخم ہے اس کوں مرہم نہیں ۔۔ یو کیا مرگ ہے اس کوں ماتم نئیں[9]
یو کیا ہے سمندر[10] جسے تہہ نہیں[11] ۔۔ یو کیا بخت میری آچھے[12] یار نئیں
الٰہی یو عشاق جو شاہ ہیں[13] ۔۔ تیرے سر[14] پنہاں تے آگاہ ہیں
یو زنداں جو پی[15] شوق کا مئے[16] مدام ۔۔ اچھل تے کرتے[17] مست ہو کر سلام
یو پیراں جو روتے اچھے[18] دین رات ۔۔ اپس کا گنہ[19] یاد کر ہو رحیات
یو مجنوں جو لیلیٰ ستے[20] عشق کے ۔۔ کیا دل کوں سوراخ اپنے[21] اپے
یو شیریں[22] دے عشق تے ہوز بوں ۔۔ تراشا ہے فرہاد نے بے ستوں
یو بلبل جوں فریاد زاری[23] کرے ۔۔ اگر پھول کوں نا دیکھے تو مرے
الٰہی یو صدقے تے سب کے منجے ۔۔ مناجات سُن کر گل اندام دے
خدا سوں ادھی رات یوں بول کر ۔۔ جہاں رو پیا کی سو چڑیا پیٹ[24] پر
روانہ ہوا واں تے بہرام شاہ ۔۔ شب و روز چلنے لگیا[25] ایک ماہ

---

١ ب: چھانہوں ٢ ندم = اُسی وقت ٣ ب: اور چشمہ ہے کیا کام کا۔
٤ اگن = آگ ٥ جلا کر ٦ ب: باتاں ٧ ب: درد کی او بولنے ٨ ب: موتیاں
٩ نئیں = دکنی طرز ١٠ الف: سمند ١١ الف: یو کیا سمد ہے اس کوں کیں ٹھان نئیں (مصرع غیر واضح) (نسخہ الف میں "نہیں" کا املا "نیں" اور "نہیں" دونوں ہیں) ١٢ آچھے: ہے۔
١٣ ب: ہے ١٤ سرِ پنہاں = بھید ١٥ ب: پیئے ١٦ ب: مد: شراب (مدیرا) ١٧ ب: کرتے
١٨ ب: اپے دیس رات ١٩ ب: گنہ یاد کر کر حیات ٢٠ ب: کرے ٢١ ب: اپنے آپ کے
٢٢ ب: یو شیریں کرے عشق تے ہوز بون ؛ تیرا شاہ فرہاد نے بے ستون ٢٣ ب: آپی کرے
٢٤ ب: کے چڑیا پیٹ پر ٢٥ ب: لگیا ایک سات

رسیدن شاہ بہرام باب دریا و جنگ کردن با نہنگ

اُڑیا[1] جھار ٹینکھاں جو سورج کا ہنس[2]   پڑیا صبح جوں پھول کر ہنس ہنس[3]
خجل ہو چھپیا مہور[4] نے اپنی دُم   ہوا ایک پراں[5] گھن[6] کے جنگل میں گم
یکا یک دریا پو جو شاہ آنیا   ایس کا سو منزل وہاں پانیا
دکھیا ایک کشتی ہے دریا اوپر   کنارے تے دریا کے بیگی[7] اوتر
ہوا شاہ بہرام کشتی سوار   ایس دل منے یاد[8] کر کر پکار
او کشتی منے ایک تجّار تھا   او سوداگراں کا سو سردار تھا
اتھا نام[9] مفتاح اُس شخص کا   او کشتی منے اس کوں جوڑا[10] نہ تھا
کتیک[11] چھوڑ تجّار ماچیں[12] کوں   او[13] جانے کوں آئے اتھے[14] چین کوں
چڑے[15] سب او کشتی پو سوداگراں   بھر اسباب سارا او مُل[16] بیکراں
شہنشاہ کے پانوں[17] پڑ پڑ او سب   کھڑے ہو رہے ہات[18] بند کر او تب
جہاں روپا نما کوں بندے ناؤں میں   قدم[19] گاڑ کر کر کھڑا ٹھاؤں میں
ولے شاہ کشتی میں[20] روتا اچھے   او دریا میں موتی پروتا اچھے
چلی جائے دن رات کشتی رواں   تلے[21] پانی ہور سر اوپر آسماں
یکا یک[22] دسا ایک ڈونگر سیاہ   لگیا شاہ دریا میں کرنے نگاہ
دیکھے[23] کیا کہ ڈونگر نہیں ہے نہنگ   او[24] دریا سوں حملہ کرے[25] جیوں پلنگ

---

[1] ب: اوڑیا جھار ٹینکھنیاں سوں
[2] قاز: راج ہنس [3] ہنستا سے [4] مہور: مور (طاؤس) [5] پریدن: پراں (اڑ گیا)
[6] گھن: گھنا (گنجان یا بادل)
[7] فوراً [8] ب: کر کر دگار [9] ب: ناؤں [10] ب: جوڑا اتھا [11] کیتک: کتنے [12] ماچیں
[13] ب: او جاتے اتھے [14] ب: چیں مرچیں کوں [15] ب: چڑے تھے [16] مُل: مال
(شعری رعایت) [17] پاؤں پو پڑ پڑا او سب [18] ہات بند با ادب [19] ب: پاپما (باقی اگلے صفحہ پر)

انکھیاں اُس کے دیوٹیاں[1] ہو جلتے اتھے — فوارے[2] دُو دم سوں اُچھلتے اتھے
مگر جب[3] ٹٹے موں تے پانی کدھی[4] — دِسے جیوں ڈونگر تے جاتی ندی[5]
نتھا او مگر تھا بڑا ایک ہتّے[6] — منگے آ کو کشتی[7] پو پڑنے شتے[8]
جو ملّاح کشتی کے دیکھے او سے — مرے[9] سب ڈراں تے تھا جیو کیسے
گریبان سوداگراں پھاڑ کر — دلوانے ہو بیٹھے شُد[10] اپنا بِسر
گیا شاہ یاراں صبور (ی) کرو — اُسے دیک کر چُپ تمیں[11] نا ڈرو
اگر باگ[12] شرزا اہے یا پلنگ — اگر دیو ہے یا ہتی یا نہنگ
گھڑی میں جواں[13] مار ہوں اتال[14] — اے کشتی کے یاراں اچھو[15] سب خوشحال
جو[16] آلے لگیا دُور سیتے مگر — اَجل کی جو مستی سوں ہو بے خبر
مُٹھی[17] میں پکڑ کر کماں ہور خدنگ[18] — دیا چھوڑ بہرام فیروز جنگ
ہوا غرق دیدے میں سو فار لگ — رہیا تیر جو میخ اُنکھی میں ہلگ[19]
غُصے تے او دُسری انکھی تے نہنگ — لگیا گھورنے[20] چوگردی[21] جوں پلنگ

---

[1] دیوٹیاں = مشعل [2] ب: دُو فوّارے دھوئیں کے فوّارے۔
[3] چھوڑے [4] کدی (کدھیں) کبھی [5] ب: بہتی ندی [6] ہاتھی [7] الف: دریا پور (سہو کاتب) ب: کشتی پو [8] الف: سنے [9] ” ب ”: مرے، ب: سب ڈراتے تھا جو کیسے [10] ہوش [11] تمہیں [12] ب: بانگ [13] جواں = زندہ [14] اتال = ابھی [15] ب: اچھو تم خوشحال [16] ب: جواں (جو وہاں) [17] ب: موٹھی [18] مضبوط تیر [19] ہلگنا: چبھنا [20] غصہ سے دیکھے۔
[21] چاروں طرف۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

[20] الف: قلم کان کر (سہو کتابت) [21] ب: پوُ [22] نیچے [23] نسخہ ”ب“ شعر ندارد [24] الف: دکھیا کر
[25] الف: کریں۔

کماں[1] میں بھی یک تیر، شہ جوڑ کر — او دُسری[2] انکھی کوں سٹیا[3] پھوڑ کر
مگر جیوں انکھیاں پھُٹ[4] ہوا آندلا[5] — لگیا چوکھنے[6] کوں او ہو تلملا
کیا شاہ ملّاح کوں یوں بُلا — مگر کا پکڑ سر توں نزدیک لیا[7]
او ملّاح نے ڈرتے بہرام کے — سر اُس کا پکڑ کر پھرایا پرے
نتھا او مگر تھا عجایب بلا — پسار ریا اتھا موں[8] او جوں اژدہا
دیا حلق میں شاہ برچھی اُچھال — پھُٹا[9] ایک گز بیٹ میں تے[10] اس کے بھال
زنک کھینچ کشتی میں[11] لے کے خنجر — پکڑ کر سر اُس[12] کا سٹیا کاٹ کر
مگر مار دریا میں بہرام شیر — حلق میں تے[13] کھینچیا او برچھی دلیر
پڑے تھے[14] سو سوداگراں ناؤ[15] کے — پڑے پانوں پر شاہ بہرام کے
د کشتی میں تجّار تھے سو تمام — ہوئے شاہ بہرام کے سب غلام
جوں اس ٹھار سیتے او کشتی ہلی — چھُٹیا[16] ناؤ سو تیر کے نیتوں چلی[17]
او دریا میں شہ تین جینے اتھا — وے یار کی فکر[18] تے، جیو نتھا

---

[1] ب: کماں سے بھی یک شہ تیر چھوڑ کر [2] دوسری [3] سٹیا = رہا [4] پھٹ = پھوٹ۔ [5] اندلا: اندھا [6] چوکھن = چاروں طرف [7] ب: لا [8] ب: جیوں کرا و اژدہا [9] ب: پھوٹیا [10] ب: میں تے اُدبھال (بھالے کا مخفف) [11] ب: لنگر خنجر (سہو کتابت) [12] ب: اوس [13] ب: کھینچا او برچھی [14] ب: جو [15] ب: تام [16] ب: چھٹیا [17] ب: پچھلی۔ [18] الف: ندارد۔

لگی چار مہنے کوں کشتی کنار — کیا لشکر بہرام[1] نے لک ہزار
کنارے پر آیا شہ[2] اُس ناؤ تے — ہوا آزاد[3] اس بحر ہور باؤ تے
جہاں پایا کوں اُوتاریک[4] غلام — کیا[5] شاہ بہرام کوں آ سلام
اچھل کر چڑیا شاہ بہرام گور — چڑے جوں گگن کے جو نیلے[6] پو سور
او کشتی کے سب یار کوں کر وداع — لگیا باٹ چلنے او شاہِ شجاع
دعا کر او سوداگراں[7] نے تمام — کئے شاہ بہرام کوں سب سلام
جہاں[8] پایا شہ چلانے لگیا — پکڑ چین[9] کی باٹ جانے لگیا
کتک دیس بعد از گیا چین کوں — پشانی کی سب کھول کر چین[10] کوں

رسیدنِ شاہ بہرام بشہر چین[11]

نظر تل پڑیا لشکر یک بے حساب — کہ منگتا تھا او چین کرنے خراب
سپاہی زرہ[12] پوش تھے سات لاک — ہولاکھوں[13] اچھے تو کریں او ہلاک
دیکھیا چین کوں شاہ بھریا پُریا[14] — ہو دلگیر داتاں میں اُنگلی اُٹا یا
بہوت دور لشکر سُتے یک جواں — تماشے کی خاطر کھڑیا[15] تھا وہاں
بُلا شاہ بہرام پوچھا خبر — کیا یوں جواں کھول کر سر بسر
کہ اس شہر کا شاہ فیصور ہے — اُسے ایک بیٹی سو جوں سور[16] ہے
یو بیٹی کوں بلغار کا بادشاہ — منگیا عقد میں اپنے لانے[17] کوں شاہ

---

[1] ب: بہرام کا صد ہزار [2] ب: اوترنا نوں تے [3] ب: اُسے [4] ب: اتھا یک [5] ب: کئے [6] نیلے: آسمان (استعارہ: گھوڑا) [7] ب: سب [8] ب: پایا۔ [9] ب: چینے [10] چینِ جبیں = پشانی کی سلوٹیں [11] ب: یہ عنوان امین سبزواری کی مثنوی "بہرام و گل اندام" سے اخذ کیا گیا ہے (نسخہ الف و ب = ندارد) [12] الف: زرہ [13] ب: کرلاکھوں اچھے تو الف: ہلاکو (سفاک تاتاری بادشاہ (صحیح لفظ ہولاکو ہے) ہر دو متن درست ہیں۔ [14] بھریا پُریا = خوشحال و آباد [15] ب: کھڑیا۔ [16] سورج [17] الف: لیانے۔

کہ اس شاہ کا نام[1] بہزاد ہے   یو شیریں کی خاطر او فرہاد ہے
کیا چین کے شہ کوں بہزاد یوں   کہ کرتا نہیں مج کوں داماد[2] توں
ولی چین کا شاہ راضی نہیں   کہے باٹ تیری نمازی نہیں
اسی دشمنی بیچ[3] بہزاد شاہ   اُتر پڑ کو تانیا[4] ہے یاں بارگاہ
یو لشکر اُتریا سو بہزاد کا   فرنگیاں سوں بند کوٹ[5] فولاد کا
سُنیا اُستے بہرام جوں[6] یو خبر   ہو بیتاب سارا سُدا[7] اپنا بسر
کیا یوں کہ میں بہوت بدبخت ہوں   کہ مرتا نہیں غم تے، کیا سخت ہوں
نجانو کہ کیسی ہے طالع میری   کہ دشمن ہو کیا رنج تے پھری[8]
کہا شاہ بھی[9] پھر یو بہزاد ہے   اگر آدمی یا پری زاد ہے
یو تروار[10] تے مار ٹکڑے کروں   یو لشکر[11] تے بہزاد کے نا ڈروں
اُتھا شہر کے بھار بت خانہ ایک   بچارا[12] بڈھا مرد تھا اس میں نیک
اُتھا نام ستار اس پیر کا   اودیول[13] کی بستی میں کے شیر کا
اودیول میں بہرام اتر کر ترنگ   گیا[14] ڈگ میں ڈگ ہات لے کر فرنگ
دیکھیا[15] اوس ستّار نے نیک نام   کیا شاہ بہرام کوں آ سلام
جہاں پایما لا کو ستّار نے   بندیا بیگ دیول میں اویار نے
جو خوشحال جا گھر میں آئے[16] ستار   محل چین کی صورتاں[17] تے سنوار
بڑے مول کے کئی تواشیاں[18] منگا   صُفّے[19] میں سراسر بچھا نا بچھا
کہ جیوں سُور زربفت[20] کے کھول کر   شہنشاہ[21] (کی) خاطر بچھایا صدر
نزیک آ کو بہرام کے یوں ستار   کیا گھر میں آئے مرے شہریار

---

۱ ب: ناؤں ۲ ب: داماد کیوں ۳ ب: بیچ ۴ ب: تانیا یہاں = یہاں لگایا۔
۵ بخت ۶ نے ۷ ہوش ۸ پھرنا، پلٹنا ۹ ب: پھر یو ۱۰ تلوار ۱۱ ب: بہرام ہوں نا ڈروں۔ ۱۲ ب: پوجاری بڑا مرد تھا اس میں ایک ۱۳ ب: اودیول کے بیچ میں ہی ٹھیر تھا ۱۴ ب: چلیا ۱۵ کر دیکھیا سو ستار ۱۶ ب: اپنے ۱۷ ب: صورتوں سے ۱۸ ب: طواسیاں = چادریں (غالیچے) ۱۹ ب: صفہ (غلط املا) صُفّہ = چبوترہ ۲۰ ب: یک کھول کر ۲۱ شہنشہ پڑھئے۔

شہنشاہ بہرام ہنس[1] جیوں کنول — کیا خوب اے بھائی آتا ہوں[2] چل
مندر میں گیا شاہ ستّار کے — کہ جیوں گھر میں جاتے ہیں کوئی یار کے
صدر کے اوپر بیٹ[3] بہرام گور — اول کر فکر بہوت صاحب شعور
کیا شاہ ستّار کوں یوں بلا[4] — میری بات سن توں نکو کر گلا[5]
یو خنجر میرا ہور شمشیر ژنگ — زرہ ہور یو گرز ہور یو ترنگ
کماں ہور کمند او[6] تیر و تبر — چھری[7] ہور بختر ہور برچی[8] سپر
چھپا کر رکھ اے یار یک ٹھار توں — کتا ہوں میں تج کوں کہ ہے یار توں
بُڈا[9] شاہ کی بات سن کر تمام — قبول اپنی انکھیاں سوں[10] کینا سلام
کرکھول کر شبہ ترنگ ہور ہتیار — حوالے کیا، سو رکھیا، سب ستار
نمد[11] اوڑ کر سر پو بہرام شیر — نکل بھار دیول کے آیا دلیر
نمد[12] میں دسے شاہ بہرام یوں — کہ بادل تے اوچھل دسے چاند جیوں
چلیا شاہ بہرام لشکر طرف — انکھیاں کھول کر دیکھتا دونوں صف
بھتر[13] بیٹ ڈیرے[14] میں بہزاد کے — النگ[15] سارے باڑاں[16] او سقلاد کے
کھڑا ہو کو بہزاد کے سامنے — بچھانے لگیا شاہ بہرام نے
دیکھیا کیا کہ بہزاد اپس کو بسر — مرصع کے یک تخت پر بیٹ[17] کر
کھنڈی[18] پانچ فولاد کا گرز یک — پکڑ ہات میں تولتا دیک دیک
سُتے ہور روپے کے ہے کرسیاں ہزار — و کرسیاں[19] پو بیٹھے ہیں سب نامدار

۱ب : کھولیا جیوں، کنول = کنول کی طرح کھل اٹھا ۲ب : آتا ۳ بیٹھ ۴ب : بولا ۵ گلا = گلہ = شکایت۔ ۶ب : ہور فرنگ۔ تبر ۷ب : چھوری (چھری) ۸الف : برچی : برچھی ۹ب : بوڑھا ۱۰ب : تے ۱۱ب : کمل (کمبل)، اوڑ کر (نمد = اونی کپڑا) ۱۲ کمل ۱۳ بھتر = بھیتر، اندر ۱۴ب : خیمے ۱۵ النگنا = کود کر جانا ۱۶ب : پالاں سقراط کے (پالاں = جھول) سقلاد یا سقلاط = بانات یا پشمینہ [باڑے، مکانات/خیمے (واڑے : مراٹھی) زرہ، ذرا = دکنی میں عام طور "ز" کو "ذ" سے لکھنے کا رواج ہے۔ ۱۷ب : بیٹھ ۱۸ کھنڈی = تنوں من ۱۹ : وہ کرسیاں

لے بہزاد کا بھید[1] بہرام شیر — پھریا واں[2] سوں دیوں میں آیا دلیر
بُلا شاہ بہرام ستّار کوں — کیا یوں اَپس جیو کے یار کوں
لے آ بھارا بھائی[3] ییرا ترنگ — سپر ہور برچی، خنجر ہور فرنگ
گیا بیگ ستّار گھر کے بِھیتر — لے آیا ترنگ ہور فرنگ ہور خنجر
کمر باند کر شاہ بہرام اَول — چڑیا اُس جہاں پا ئما پر اُچھل
نکل بھار دیوں کے آیا دلیر — گوٹے[4] میں تے جیوں بھار آتا ہے شیر
چلیا[5] شاہ بہرام لشکر طرف — دِسے نوگزی دور تے ہومندف[6]
اتر کر ترنگ پر تے بہرام شیر — پھتر ہور چقماق کاڑیا دلیر
چندن[7] کا اَول چُور لے چوُن کر — لگیا پھونکنے روئی[8] سٹ اُس بھتر[9]
ہوئی[10] جوں کہ یاقوت انگار لال — سٹیا شاہ بہرام اس میں چھٹے بال
جو او[11] بال سارے اگو[12] میں جلے — چھیو بھائی بہرام سوں آ ملے
نظر جیوں پڑی شاہ بہرام پر — پڑے پاؤں پر سب ترنگاں[13] اُتر
اُچا کر سر[14] اُن کا سو بہرام نے — سینے سوں لگا کر او[15] بڈ نام نے
کیا شاہ بہرام صیفور کوں — وَ بہزاد کا حال اس دھور[16] کوں
دیا شہ[17] کوں صیفور نے یو[18] جواب — کیا[19] ہے یو بہزاد سب بے حساب
رضا ہے تو اے شاہ لشکر میں جاؤں — میں سر کاٹ بہزاد کا لے کر آؤں[20]
ترنگاں پو چڑ کر چلے سات[21] تو یار — کیا شاہ صیفور کوں یوں بچار
ہے لشکر یو بہزاد کا سات لاک[22] — اپس میں اپے بہوت دھرتے تپاک[23]

---

[1] راز [2] وہاں سوں [3] ب: یار [4] گوہ = غار (دیکھار) [5] نسخہ ب: شعر ندارد۔
[6] ہومندف = وہ منڈپ [7] چندے کاڑ (سہو کاتب) چندن = خوشبودار لکڑی (چورے برادہ)
[8] روئی ڈال کر بادشاہ چقماق جلانے لگا [9] اندر [10] ب: ہوا رنگ یاقوت [11] ب: کہ جیوں آگ میں بال سارے جلے [12] آگ [13] گھوڑے [14] ب: سر اس کا [15] ب: بہرام نے دیکھا تھا(؟)
[16] ب: دور کوں (الف: دھور = ناظم) [17] ب: بادشاہ [18] ب: یوں [19] کیسا ہے۔
[20] ب: آنوں [21] ب: ساتوں [22] لاکھ [23] ب: دہرتا ہے دھاک (خوف، ڈر)

یو بہزاد جیوں کہ (ہے) افراسیاب | بتر[1] ہور مغرور خانہ خراب
اگر مج کوں توفیق دیوے خدا | کروں تن تے بہزاد کا سر جُدا
کہ جیوں جاؤں لشکر کے میں درمیاں | تمیں پچھے طرف تے آؤ بعد از اں
یو لشکر پو یاراں[2] شہ جا پڑیں | کہ جیوں شرط مردی[3] ہے تیوں جا لڑیں
یو خنجر[4] سپر ہور شمشیر تے | یو برچی کماں ہور[5] یو تیر تے
کریں کام دشمن کے لشکر میں یار | رہے تا قیامت تلک[6] یادگار

جنگ کردن شاہ بہرام با لشکرِ بہزاد و بلغار[7] کشتہ شدن بہزاد

سورج کا گیا بادشاہ تخت چھوڑ (اور) | لگیا چاند کا پھرنے کوں رات چوڑ[8]
گھن[9] ابر اِل پیدا سو تارا ہوا | اُجالا[10] گیا ہور اندھارا ہوا
کمر میں تے بہرام کھینچا فرنگ | و لشکر کے میانے دھکیلیا[11] ترنگ
جکوئی سر اُچا[12] نیند میں تے ہلائے | منڈی میں[13] دے بہرام پھر کر سو لائے
کہ جیوں باگ ارڑائے[14] بہرام گور | جو کوئی سامنے ہوئے سو کے ہو کھوڑ
چھیو بھائی لڑتے[15] اُٹھے چھے طرف | کہ جیوں مست ہاتی کہ تیوں[16] پھوڑ صف
مگر ڈر[17] تے بہزاد نے بے سلاح[18] | کیا یک سپاہی کوں اپنے بولا
یو لشکر میں میرے ہے بیداد کیا | اُدھی رات یو شور فریاد کیا
دیا یوں سپاہی پھرا کر جواب | شبے خون[19] ہے (اے) شاہ عالیجناب

---

[1] ب: غرور ہور شریر ہے [2] ب: صبا پڑیں (صبح حملہ کریں) [3] ب: اپنے تیوں۔
[4] ب: جو خنجر [5] ب: ہور تبر تیر تے [6] تک۔ [7] نسخہ الف: عنوان ندارد [8] ب:
چوکور (چاروں طرف) [9] کھن: آسمان [10] ب: اُدجالا گیا دُجالا گیا، [11] پہنچا دیا۔
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ جیوں مہیوں[1] برستا ہے تیر و تبر　　ہمارے سر اپّراں[2] برچھی خنجر
سُنیا[3] جیوں سپاہی تے بہزاد بات　　غصے تے اپس ہات پر مارہات
زرہ پہن کر بیگ بندیا[4] کمر　　ترنگ پر چڑیا گرز لے ہور[5] تبر
کیا شاہ بہزاد ڈیوٹیاں[6] یلاؤ　　ہُلالاں[7] بہوت ہور مشلاں جلاؤ
ہوئے تل میں کئی لاک[8] روشن چراغ　　جھمکنے لگے جیوں[9] کہ عاشق کے داغ
دیکھیا شاہ بہزاد انکھیاں[10] پسار　　یکیلا[10] کھڑا اُرد بَرو یک سوار
کیا[11] اپنے سردار کوں بیگ جاؤ　　مرے پاس سر کاٹ کر اس لے آؤ
جکوئی سامنے[12] ہوئے بہرام کے　　او عاشق پریشان بَڈنام[13] کے
ہریکس یو بہرام ٹھیلے[14] ترنگ　　دو دھڑ کر سٹے[15] مار کر یک فرنگ
ہوا[16] لشکر یکبارگی تل[17] اوپر　　کہ جیوں لہو کیا چوکدن[18] بھانک[19] کر
یکیلا[20] رہیا شاہ بہزاد نے　　او مغرور، بدذات، شدّاد نے
مقابل[21] میں جیوں باگ بہرام شاہ　　اول شاہ بہزاد کوں کر نگاہ
کیا یوں اے بہزاد تیں[22] تج خبر　　کہ مغرور ہے مست ہور بے خبر

---

[1] بارش، مینہ [2] اوپر [3] ب: سونیا [4] ب: یاندیا [5] ب: لے اوتبر [6] دیوٹے = مشعل
[7] ہُلالاں = ٹیمبے (وقتی طور پر بنائی گئی مشعلیں) [8] لاکھ [9] ب: جونکہ [10] انکھیاں سپار = آنکھیں پھاڑ کر [10] ب: اکیلا [11] نسخہ ب: شعر ندارد [12] ب: سام نے [13] بڈنام = نامور
[14] ٹھیلنا = دوڑاتا [15] ب: سٹے (الف۔ سنے = سینہ) [16] نسخہ "ب" شعر ندارد [17] تل اوپر = اتھل پتھل (نیچے اوپر) [18] چوکون = چاروں طرف [19] بھانک کر = بھونک کر (تلوار بھونکنا)
[20] نسخہ "الف" شعر ندارد۔ [21] ب: ہو [22] الف: تج کوں خبر

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

[12] اوچانا = اٹھانا [13] ب: تے بہرام کر یک سلاے [14] ارڑائے = دھاڑ مارے۔
[15] الف: گئے ... کرم خوردہ [16] ب: سرتے (سہو کاتب لڑتے) [17] ب: صف پھوڑنا۔
صف کو تتر بتر کرنا [18] ب: مگر اپنی بہزاد نے بے سلا کرے ان کوں توڑ) [19] بسلا: سلاح
[20] ب: شب خون = شبخون۔

گلے تج کوں خنجر تے لاتا ہوں میں — اَجل کا پیالا پِلا تا ہوں میں
پڑیا آ کو[1] بہرام تے تج کوں کام — ہوا آج تے تجہ پو جینا حرام
سُنا شاہ تے جیوں[2] کہ بہزاد بات — بہکیلیا[3] ترنگ ہور لیا گُرز ہات
سر اُپراں تے[4] گُرز اول پھرا — دیا سر پو بہرام کے تھر تھرا[5]
پکڑ سر پو بہرام اپنی سپر[6] — لیا ضرب بہزاد کا اس[7] اُوپر
پڑیا ہات تے ہو[8] سپر چور چُور — شہنشاہ بہرام جیوں باگ گھور[9]
غصے تے کیا ہات یوں بے دریغ — ہوا صاف شانے کی ہڈ[10] میں تے تیغ
جھڑیا[11] ہات بازو تے بہزاد کا — پڑیا[12] بھئیں اوپر گرز فولاد کا
پکڑ شہ کمر بند قوت[13] کیا ،، — اُٹھا زین تے سر پُو بالا[14] دیا
کہ جیوں گیند بہزاد[15] لے ہات میں — چلیا شاہ بہرام اَدھیں[16] رات میں
یکا ایک صیفور پیدا ہوا — ٹھو کے دریا میں اپس کوں ڈُبا[17]
کیا شاہ بہرام صیفور کوں — ہوا شاہ بہزاد نے سر نگوں
کیا فتح سو[18] میں خداداد ہے — میرے ہات میں شاہ[19] بہزاد ہے
سُنیا شاہ تے جیوں کہ صیفور بات — مُنڈی لے کو[20] بہزاد کی اپنے ہات
اول شاہ بہرام پو[21] ہو فدا — کیا تن تے بہزاد کا سر جُدا
ہو دِلشاد بہو تیج[22] صیفور نر — پھلا[23] شاہ کی بَرچھی کا لے توڑ کر
پِرو سر منے شاہ بہزاد کے — کہ تیشہ ہے جیوں سر میں فرہاد کے

---

۱ ب: آکر ۲ ب: پھر کے بہزاد بات ۳ ب: بہٹکتا ترنگ
۴ الف: آگے بڑھایا ۵ ب: یک ۶ گھما کر ۷ ب: آپے ۸ ب: سر اوپر ۹ الف: ہور
۹ باگ گھور: شیر کی طرح غرّا کر ۱۰ ہڈ = ہڈّی کا مخفف ۱۱ کٹ گیا ۱۲ زمیں پر گر پڑا ۔
۱۳ زور لگایا ۱۴ بالا دیا = اونچا اُٹھایا اور گھمایا ۱۵ ب: نے ہات دے ۱۶ آدھی ۔
۱۷ الف اور ب: دیا (سہو کتابت ترجیحی متن = ڈُبا) ۱۸ ب: میں سو ۱۹ الف: شاہ سو بہزاد ہے ۔
۲۰ ب: لے کو: نسخہ ب میں "کو" پہلی بار استعمال ہوا ۲۱ ب: پر ۲۲ ب: بہو تیجہ ۲۳ الف:
پھلا/ پہلاہ: پھل (الف ہائے ہوز زائد)

رکھیا سرکوں گوپین[1] میں جیوں پھتّر[2]   اُچا ہات تے اپنے صیفور نر
پکڑ دونوں ڈالیاں[3] کوں گوپین کے   ماریا سرکوں دروازہ پرچین کے
پھلے[4] پر اتھا ناؤں بہرام کا   سُنّے[5] کے سو پانی سوئیڈ نام کا

خبر یافتن[6] شاہ قیصور از کشتہ شدنِ بہزادِ بلغار

رَینَ کا گیا جونکہ بھونرا نِگل   سورج کا کھلیا[7] پھول جیسا کنول
زمیں ہور اسماں روشن ہوا   یو گلخن جہاں کا سو گلشن ہوا
پیادے کھڑے ہور[8] سپاہی کہتر   کیئے کوٹ[9] کے برج پر تے نظر
پڑی بہوت جنگل میں زخمی سپاہ   دُکھن[10] تھیں[11] جیوں مارتی آہ آہ
انیس ٹھار گھوڑے کھڑے جاں تہاں   ولے آدمی زاد کا نیں نشاں
خبر لے گئے شاہ قیصور پاس   کیا ہے مگر شاہ بہزاد تہاس[12]
نہیں کوٹ کے بھار کوئی[13] آدمی   خندق[14] میں ندی ہے لہو کی جمی
سُنیا بات جیوں[15] شاہ قیصور تر   چلیا کوٹ کے بیگ دروازہ پر
اُچھل پڑ کو جا[16] گے تے سب خاص و عام   کیئے شہ کوں دیکھے سو[17] عالم سلام
دو ہاتاں تے پردار[18] لے ٹوک کر[19]   دُنو پاٹ[20] بھرٹکل[21] کے در کھول کر

---

[1] گوپین = گوپھن (فلاخن: رسی کی بنی ہوئی غلیل)
[2] پھتّر = پتھر [3] ڈالیاں = فلاخن کے دونوں سرے [4] پھلے پر = پھل پر، برچھی کی نوک۔
[5] الف: بنے کے سو (سہو کتابت) [6] نسخہ "الف" عنوان ندارد [7] ب: کھولیا۔
[8] ب: ہو [9] قلعہ [10] دُکھن = دکھ درد [11] تھیں: "تھے" کی جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے (سے + ہیں) [12] تہاس (ناس) برباد [13] کئی: پڑھے [14] الف: قندق: (دکنی اثر = خندق [15] جو [16] جگہ [17] ب: سوآکر = سلام [18] پردار = تیر پردار (وہ تیر جس کے سوفار میں پر لگے ہوں) [19] الف: ٹوک کر (ٹوک، توک: نیزہ کا باریک تیز حصہ (ٹوک کر = چبھوکر) [20] پاٹ: پٹ کی جمع (دروازے کے دونوں حصے) [21] بھرٹکل: قلعہ کا صدر دروازہ (اورنگ آباد، مہاراشٹر) اور ایلچپور کے بھرٹکل دروازے مشہور ہیں)

بیرونِ آمدنِ شاہ قیصور و شناختن سرِ بہزاد برنیزہ

نکل آ[1] کو دروازہ کے بھار شاہ — کیا اپنے چار و طرف جیوں نگاہ
جُدا ہو کو سر تن تے بہزاد کا — او نمرود مُردود شدّاد کا
پرو[2] کر پھلے کے سو چوگان میں — کہ جیوں گیند لُڑتا[3] ہے میدان میں
تعجب کیا شاہ قیصور نیک[4] — پھلے پر سو بہرام کا ناتوں دیک
کتی اُس وقت جیوں[5] کہ لوٹاں قطار — سپاہی تھے مارے گئے سنو ہزار
کُھلے[6] میں تھے زخمی بہادر بہوت — کیا اُن کوں قیصور بولو نکھوٹ[7]
یو سر کون کاٹیا ہے بہزاد کا؟ — اتھا کون دشمن یو شدّاد کا؟
دیئے شہ کوں زخمی[8] پھرا کر جواب — اَدھی رات یک لشکر آ بے حساب
شبا[9] پڑ کو عالم کوں کاٹے ہے او — بجانے کہاں[10] پھر کو نہاٹے[11] ہے او
ہمارے[12] نہیں شاہ کا کُچ خبر — پڑے ہیں ہمیں مست ہو بے خبر
شہنشاہِ قیصور حیران ہو — وزیراں کوں بولیا تمیں کچ کہو
کہ یو کون بہرام ابدال[13] ہے — کہو کون[14] یو رستم زال[15] ہے
وزیراں کہے اے شہِ سرفراز — نہیں کوچ[16] معلوم ہمنا یو راز
یو لشکر کوں کاٹیا[17] سو کم کام ہے — مگر آسماں[18] کا یو بہرام[19] ہے
پھریا شاہ قیصور سُن کر یو بات — محل کی طرف لے پھلا[20] اپنے ہات
چلیا شاہ بہرام نے بیٹ سوں — پھرا بھیس[21] اپنی او عاشق ہلوں

---

[1] ب: کے [2] الف: سپر (دُسیر کر: پھنسا کر) پھلے: نیزے کا نوکیلا حصہ [3] لڑھکنا [4] ب: قیصور نے/ ناتوں نے [5] لوٹاں قطار = کشتوں کے پُشتے لگا دیئے: قطاریں لوٹ رہی تھیں [6] کھلے میں، میدان میں [7] بولو نکھوٹ = جھوٹ نہ بولو [8] ب: زخمی نے پھر اکر جواب [9] رات میں شب خون مار کر۔
[10] کہاں [11] نہاٹنا = لوٹنا = فرار ہونا [12] ہم کو نیں [13] ابدال: بزرگ [14] ب: کیوں [15] زال (زرال) [16] کچھ (ضرورتِ شعری) [17] تہ تیغ کیا [18] آسمان (سہو کتابت) [19] بہرام فلک (سورج) [20] پھل [21] ہوا پینا۔

آمدنِ شاہ بہرام بپائی قصرِ گل اندام[1]

گیا شہر میں جیونکہ بہرام شاہ ۔۔۔ اپس دل منے کھینچ[2] کر ایک آہ
برہ[3] کی اگن تے جگر جال کر ۔۔۔ انجو دونو دیدیاں میں تے ڈھال کر
محل کوں کیا اوّل[4] آکر سلام ۔۔۔ کہ میرے گل اندام کا ہے مقام
نمد[5] کا سر اُپرال یک تاج دھر ۔۔۔ کھڑا ہور ہا ایک نمد[6] اوڑ کر
ہوا شہر میں غلبلا[7] ایک بار ۔۔۔ دو کاناں میں بازار میں ٹھار ٹھار[8]
گل اندام نے تین دن بعد ازاں ۔۔۔ دریچے کوں کھولی کہ او ناگہاں
سورج[9] ناد[10] دیدار دکھلائینگی ۔۔۔ چلا کر یو عالم کوں پھر جاوینگی
سنے سو ہوئے جمع سب عاشقاں ۔۔۔ محل تل[11] امیدوار ہوں جاں تہاں
اُتھا ایک زنجیر میں پانوں گاڑ ۔۔۔ کھڑا ہو رہیا ایک گریبان پھاڑ
اُتھا ایک کھڑا جنتھریاں[12] کھول کر ۔۔۔ گنگا ایک اُتھا بات نہ بول کر
اُتھا ایک مشغول رونے منے ۔۔۔ پری ایک ہنس دیک سونے منے
اُتھا ایک او شمع خاطر پتنگ ۔۔۔ اُتھا ایک رسوا گنوا نام و ننگ
اُتھا ایک دیوانہ ہو مجنوں نمن ۔۔۔ او لیلیٰ بدل[13] کا رڑ سب تن و من
اُتھا ایک روتا او یوسف بدل ۔۔۔ زلیخا کے تیوں عمر کھوبے بدل[14]
اُتھا ایک بہرام بے خانماں[15] ۔۔۔ دیوانا گل اندام کا ہو وہاں
دسے شاہ بہرام جیوں پادشاہ ۔۔۔ او عشاق سارے دسے جیوں گدا

---

[1] نسخہ الف: عنوان ندارد (آئین سبزواری کی مثنوی کا ۲۳ واں عنوان ص۴۶ مثنوی بہرام وگل اندام مملوکہ راقم)
[2] ب: کھینچتا [3] برہ کی اگن: فراق کی آگ [4] ب: آکر اوّل سلام [5] ب: کمل [6] ب: کمل اوڑکر [7] شور وغل [8] جگہ جگہ [9] نسخہ "ب" ذیل کے چودہ[14] اشعار ندارد [10] ناد = مانند [11] محل تل = محل کے نیچے [12] جنتھریاں = لوہے کی جالی دار بٹیاں = گنگا: گونگا [13] بدل = مانند [14] بے بدل = بے مثال [15] بے خانماں = بغیر گھر دار کے

دریچے اوپر باند کر اُنک[1] شاہ — کھڑا ہو رہیا مارتا آہ آہ
یکایک دریچہ کھولیا بے حجاب — لگیا جگمگانے کوں او آفتاب
پڑیا جھمکیں پو بہرام نے دیک کر — کہ جیوں چھانوں بیتاب ہو بے خبر
گھڑی دو کے بعد از ہوا جیوں ہشیار — لگیا دیکھنے شاہ انکھیاں پسار[2]
ہوئی غیب[3] یک بارگی او پری — لگی شاہ[4] کے من کوں وَیں تھرتھری
دِوانا ہو بہرام رونے لگیا — محل پر بلا دور ہونے لگیا
گریباں اپنا کیا چاک چاک — ہو اکھا پچھاڑی[5] زمیں پر ہلاک
کیا گیان[6] تے قصہ راوی سگڑ[7] — محل کے تلے شہ کھڑا سال بھر
شہنشہ بڑا ریسماں[8] باز تھا — او درّاج[9] خاطر یو شہباز تھا
کمند اپنے خرقہ[10] میں تے کاڑ کر — منارے ستے باند بہرام نر[11]
محل میں اُدھی رات جاتا اچھے — اوسی باٹ تے پھر کو آتا[12] اچھے
چھپا کر اَپیں ایک کونے میں شاہ — گل اندام کا حسن دیکھے نچھا
نہ اس سِر ستے[13] کوئی آگاہ تھا — او دونوں کے درمیانے اللہ تھا[14]
گل اندام ہوئی شاہ پر مہربان — اپس پر دیوانا اہے کر پچھان
دِوانے پر اپنے تو دل[15] گرم تھی — ولے بات نا کی[16] اُسے شرم تھی
نوا سال نوروز[17] کا آئیا — یو عالم کو مکھ[18] عید دکھلائیا
اتھا چین میں رسم نوروز کا — طبق دوستاں بھیجے جا بجا
گُل اندام اپنی سکانیاں[19] بُلا — گلاب ہور کیسر پیالیاں میں بھا[20]

۱؎ اُنک باندھنا، ٹکٹکی لگانا
۲؎ آنکھیں پسارنا = آنکھیں پھاڑنا ۳؎ الف/ب: غیب، غائب ۴؎ شاہ بہرام کوں۔
۵؎ پچھاڑی کھانا: چکّر کھا کر گرنا ۶؎ عقل ۷؎ سگر، سگھڑ: سنجیدہ ۸؎ ریسماں باز: کمند انداز
۹؎ درّاج = تیتر ۱۰؎ تھیلی ۱۱؎ بہادر ۱۲؎ لوٹ کر ۱۳؎ ب: سرستے ۱۴؎ ب: آن ماہ تھا۔
۱۵؎ دل گرم ہونا: عاشق ہونا ۱۶؎ کھی ۱۷؎ ایرانیوں کا نیا سال ۱۸؎ چہرہ ۱۹؎ سکانیاں/سکھیاں سکھی کی جمع ۲۰؎ بھا: ڈال (گلاب اور زعفران کا شربت پلایا)

ولایت کے میویاں تے طبقاں سنوار ‎ ‎ نظر نا لگے تیوں کہی[1] جاؤ بھار
سکاتیاں لے طبقاں چلیاں ہات میں ‎ ‎ دیکھے شاہ[2] کوں سو اُتر باٹ میں
انومیں تے دولت گگر یک کنیز ‎ ‎ ظریف[3] ہور مقبول صاحب تمیز
طبق شہ کے نزدیک لاکر رکھی ‎ ‎ اَتھی فکر میں کوئی دیکھے نکی[4]
پڑیا شاہ دولت کے دو بانو پر ‎ ‎ کیا مائی میری توں آئی کدھر
انگوٹی[5] اپس ہات تے[6] کاڑ شاہ ‎ ‎ طبق میں رکھیا مار کر ایک آہ
طبق جگمگانے لگیا نور[7] تے ‎ ‎ سکاتیاں[8] لگیاں دیکھنے دور تے
شہنشاہ بہرام کوں کر سلام ‎ ‎ سکاتیاں محل میں گیاں[9] پھر تمام
طبق لایو دولت رکھی سامنے ‎ ‎ گل اندام کے[10] بہوت نزدیک اُنے
گل اندام نے جیوں[11] طبق کوں نہائی ‎ ‎ اپس ہات سیتے انگوٹی[12] اُچائی
کہی بول دولت[13] یو کس کے گھر ‎ ‎ سٹیا کوں انگوٹی طبق کے بھتر
کہی ادو دانہ گنوا عقل ہوش ‎ ‎ کھڑا ہے سو میدان میں خرقہ پوش
گل اندام دولت کوں[14] کچ نا کہی ‎ ‎ سنی بات سو مسکرا کر رہی
بلا کر کہی دائیہ[15] سوں بات یوں[16] ‎ ‎ رک اس کے دونو ہات پر ہات یوں
میری بات رک مائی توں کان میں ‎ ‎ دیوانہ کھڑا اچھے[17] سو میدان میں
کسی بادشہ کا یو فرزند ہے ‎ ‎ میرا دل لئی اُس کے اوپر بند ہے
اُجالا ہوئے گا[18] تو جا پوچ توں ‎ ‎ کہ توں کون، ہور کی ہوا ہورچ[19] توں؟
تیرا نانوں[20] کیا ہور کیا ہے نشاں؟ ‎ ‎ تیرا اصل[21] ہور نسل کاں ہے مکاں؟

---

[1] کہو [2] ب: شاہ بہرام کوں باٹ میں [3] ب: طریق اُس کے معقول صاحب تمیز [4] نہ کوئی۔ (ب: دیکھے نہ تھے۔) [5] ب: انگھوٹی = انگوٹھی [6] ب: ہات کی [7] ب: نورسوں / دورسوں۔ [8] ب: سکینا [9] گئے۔ گیاں (گئیں) [10] ب: کے ہوئی نزدیک اوتے [11] ب: جو [12] ب: انگھوٹی [13] ب: توں گئی کس کے گھر [14] ب: کچھ تیں۔
[15] ب: دائی [16] ب: بات سن / بات توں (رک: رکھ) [17] ب: بھی [18] ب: یو = یہ [19] ہورچ = ہچ (خاموش) [20] ب: نانوں [21] ب: تیرا اصل کیا ہے ہور کاں مکاں

توں بیٹھا ہے دروازے[1] پر سود کیا ؟ ۸۶ - تجے میرے گھر سیتے مقصود کیا ؟

اُودائی سُنی بات جیوں کان تے — گل اندام کے باپ کی بھان[2] تے

اَتھی بہوت پُرفن او مکراں بھری — اَتھی اولکھن[3] رانڈ[4] بہو تیچ بوری

سبق مکر کا دیوے ابلیس کوں — کرے مکر[5] تے خون دس بیس کوں

گل اندام کوں کہی[6] انکھیاں پھاڑ کر — ایس کے دونوں ہات کوں جھاڑ کر

نہیں شرم کچ تج کوں اے بے شرم — یکا یک سٹی پھاڑ اپنا بھرم[7]

توں عاشق ہوئی مرد اوباش کی — قلندر[8] گدا ہے سو قلّاش کی

مجے سوں تیرے باپ کے سیر کی — مجے سوں ہے خنجر و شمشیر کی

دیوانے کوں میں بھار کھاتی ہے یوں — عبس جیو تے اپنے جاتی ہے توں[9]

کتی ہوں تیرے باپ کوں میں اتال — گھڑی میں تجے مارتا ہے چھنال[10]

گل اندام ڈرتے[11] لگی کانپنے ۸۷ - اوشیطان آئی[12] گلا چانپنے[13]

گل اندام پر بہوت کر قہر او — پھری[14] و یچ دولت اوپر زہر دو

چھپے[15] میں تے موں دیکھی بہرام کا — ہوئے عشق اگلا گل اندام کا

یلا اپنے نزدیک دولت ہلو سے[16] — کہی مائی جاتوں پھراُس کے لگوں[17]

ولے بچ او شیطان دیکھی نہ تیوں — توں غافل ہے کیا پند میں بچ کھوں

اُسے پوچ[18] توں ہات پر ہات رک — دیوانے ہوا کی[19] ؟ توں چپ بھک بھک[20]

اگر مال منگتا ہے توں بول منج — دیوے[21] گی گل اندام کوں بول تج

---

۱ فائدہ

۲ بھان = بہن (الف زائد) ۳ اولکھن = بد ذات ۴ رانڈ = بد چلن (بہو تیچہ بوری)

۵ ب: مکر تے مار دس بیس کوں ۶ کہی ۷ بھرم: اعتبار ۸ ب: قلندر کھڑا ہے ۔

۹ الف: جاتی تے ہے توں ۱۰ چھنال = بے شرم ۱۱ ب: کر ۱۲ ب: آئی گلا دابنے ۔

۱۳ چانپنا = دبانا (مراٹھی) ۱۴ ب: پھری بہوت دولت اوپر زہراد (زہر پھرنا: زہر اُگلنا) ۔

۱۵ نسخہ "ب" شعر ندارد ۱۶ چپکے سے ۱۷ لگوں: "ن" زائد (لگو: لگ بمعنی اس تک)

۱۸ ب: پونچہ ۱۹ کیوں ۲۰ ب: بھک بھک کرتا: بک بک کرنا (بڑبڑانا) (الف: بک بک پھرنا۔

۲۱ ب: دیوے کوئی

اگر ہے دیوانا توں جنگل میں جا — توں بیٹھیا سو دروازے پر کام کیا
تجے کیا کتا ہے سوتن[1] کرشتاب — میرے پاس توں بیگ لا[2] دے جواب
اُسے آزمانے کوں منگتی ہوں میں — مجے کام ذرا[3] تو کچ اُس تے نئیں (کذا)

آمدن دولت پیشِ بہرام وسوال کردن

محل[4] میں تے دولت نکل کر صبائی[5] — او مجذوب عاشق کے نزدیک آئی
لیکر ہات بہرام کا ہات میں — دیوانی ہو، مشغول ہو بات میں
کہی یوں کھڑا کی؟ توں یاں دین[6] رات — کہی کی؟ توں کرتا نہیں کس تے بات؟
ترا نام کیا ہے؟ سو منج بول توں — ہوا چپ[7] کی یوں؟ ڈاداں ڈول توں
ترا دل مجے بول، پھوڑا[8] ہے کی؟ — گنگا کی ہوا؟ بول توں کچ تُپی[9]؟
سُنیا او بچن جیو نکہ او بادشاہ — جگر میں تے کھینچ اپنے بہرام آہ
نین[10] میں تے موتیاں اول رول کر — کیا شاہ دولت کوں موں کھول کر
غریب[11] اور بیکس ہوں بے خانماں — میرا نام کیا پوچھی[12] ہور نشاں
منجے[13] نام کچ تیں ہے گم نام ہوں — دیوانا پریشان بد نام ہوں
کیا عشق حیراں گرفتار منج[14] — نہیں کوئی اس ٹھار پر یار منج
شہنشاہ دولت کوں یوں[15] بول اول — دیا کاڑ چالیس موتی[16] پنچھل
پڑیا پانوں[17] پر ہور کیا کان میں — میری بات[18] سٹ توں نہ انجان میں

---

[1] ب: سوکر کرشتاب [2] ب: پھر دے جواب [3] ب: زرہ (غلط املا)
[4] نسخہ الف میں یہ شعر عنوان سے قبل ہے [5] صبائی: صبح کے وقت [6] ب: دیس.
[7] الف: ہوا چپ کی (ب: ترجیحی متن) [8] ب: پھوڑیا [9] الف: پتی [10] آنکھیں۔
[11] غَرب پڑھیے (نسخہ الف: "اور" کا استعمال [12] پوچھے [13] ب: مرا نام [14] ب: مجھ
[15] ب: بول یوں اول [16] ب: موتی اول۔ [17] ب: پریوں کیا [18] ب: میری مت سٹ توں میداں میں۔

اے دولت یوں نادجا کر تمیں   کتابت[1] لکھونگا بیجا گی تمیں
یو نامہ میرا پڑ کو او لب شکر   کرے کچ بتی رحم میرے اوپر
کیا سو قلم شاہ لے ہات میں   یو ویتاگ[2] نامہ لکھیا سات میں

نامہ نوشتن بہرام با گل اندام

اول ناؤں نامی پو داتار[3] کا   لکھا شاہ بہرام کرتار[4] کا
گل اندام کا نام لک[5] بعد ازاں   او عاشق پریشان بے خانماں
دیوانا ہو سینے[6] میں تے کھینچ آہ   لگیا باو[7] سوں بات کرنے کوں شاہ

نامہ[8] اوّل از زبانِ عاشق بہ معشوق بدست دولت

ارے باد جاتوں گل اندام پاس   میرے پاس لا اُس کے بالاں کی باس
اری باد کہہ یوں گل اندام کوں   او موہن رتے[9] پیاری دلآرام کوں
ترے عشق تے میں دیوانا ہوا   گنوا عقل ایس تے بیگانہ ہوا
ایس کے ادھر[10] کا پلا منج شراب   برہ کی اگن میں ہوا جل کباب
غریب[11] اور بیکس ہوں بے خانماں   میرا جیو جاتا ہے دے جیو دان[12]
ترے لٹ[13] کے نمنے پریشان ہوں   تری آنکھ کی ناد[14] حیران ہوں
ترے بھوں کے نمنے ہوا قد[15] کماں   میرے سر پو تٹ[16] کو پڑیا آسماں

---

[1] الف: کتابت: خط (ب: کتایت: کہ نامہ ات اس خط کا) [2] الف: ب: ویتاگ نامہ: فراق نامہ [3] داتار = خالق [4] کرتار = خدا [5] لکھ [6] ب: سینے تے یک [7] ب: باد [8] الف، ب: عنوان ندارد (مثنوی آئین سبزواری عنوان دارد) (لب شکر: شکر لب)
[9] (قیاسی متن برائے صحتِ شعر)
[10] ہونٹ [11] یہی مصرعہ ما قبل اشعار میں دہرایا گیا ہے [12] جیودان = زندگی کی بھیک۔
[13] زلفیں [14] مانند [15] الف: دل کماں (سہو کتابت) [16] ب: تٹ کر = ٹوٹ کر۔

منجے کوئی تجہ بن[1] دِلاآرام نیئں   میرے دِل کوں تج باج آرام نیں
تیرے پرتے دھن مال سب کر فدا   اتھا بادشاہ سو ہوا ہیں گدا
عجب نیں کرے توں منجے سرفراز   ہے معشوق عالم میں عاشق نواز
میرے دل میں تمثیل یک یاد ہے   کتا ہوں جو شیریں و فرہاد ہے

مثال

کتے ہیں جو فرہاد ڈونگر پو چڑ   لگیا توڑنے بے ستون کی کمر[2]
برہ تے ہو بیتاب رونے لگیا   انجو کے سو موتیاں پرونے لگیا
سُنی[3] یو خبر جوں کے شیریں نے   مہربان ہوکر اپس دل منے
چلی جا کو نزدیک فرہاد پاس   کری شاد اُسے وصل کا دے کو آس[4]
تجے ہر گھڑی یاد کرتا ہوں میں   مجے وصل دے نیں تو مرتا ہوں میں
اپس کا دکھا پاک دیدار توں   وگرنیں تو مج کوں جواں مار توں

غزل گفتن از زبان شاہ بہرام

ہوا مجنوں برہ تے سُدھ گنوا میں   اتھا دانا سو دیوانا ہوا میں
تجے دل میں چھپایا ہوں اپس کے   خرابے[5] میں لگایا ہوں دیوا[6] میں
اُچایا ہوں تیرے غم کے پہاڑاں   عجب ہے تیں شیشا[7] پھٹ کے مُوا میں
صنم تیرے بدل[8] ہو کر برہمن   گلے میں اپنے بھایا جانوا[9] میں
(کذا) مجے کیا دیکھے آزماں[10] کر گُل اندام   پُرانا ہوں نہیں عاشق نوا میں

---

[1] بغیر [2] ب: مگر (سہو کاتب) [3] نسخہ ب: شعر ندارد [4] ب: دے کر۔
[5] ویرانہ [6] چراغ [7] سینہ [8] خاطر [9] جانوا: زُنّار (جنیو) غالباً پہلی بار دکنی شاعری میں بطور قافیہ استعمال ہوا ہے) [10] آزماکر

جواب نوشتن گل اندام (با) شاہ بہرام

اَرے باد[1] مج پاس آیا تو کیوں؟   خبر اس دیوانے کی لایا توں کیوں؟
او مجذوب کے پاس توں پھر کو جا   اُسے بول چُپ کی دیوانہ ہوا؟
کداں لگ کرے گا یو دیوانگی   تجے کی لگی[2] چپ یو حیرانگی
توں عاقل نہیں بہوت نادان ہے   دیوانے ارے کی پریشان ہے؟
خبر نیں جو بہزاد بلغار کا   ہوا حال کیا اس گرفتار کا؟
گگن پر تے بہرام یکبار اوتر   سر اس کا سٹیا تیغ تے کاڑکر
دیوانا ہے بہرام گردوں ہرا   دیوانے ارے کام نیں ہے[3] تیرا
اپس دل تے یو فکر کوں[4] دُور کر   نکو ہات میں غم کے دل چور کر
سمجھتا اپس[5] کوں نہیں توں فقیر   توں مسجد میں جا، تجکوں ہوتا حقیر
اپس کا کتا نیں ہے توں نام کیا[6]؟   کھڑا ہے سو اس ٹھار پر کام کیا؟
تیرا ملک ہے کون ہور توں ہے کوں؟   ہوا کوں تجے پاں[7] تلک رہنموں؟
تجے تخت ہور تاج نیں اے گدا   تھنا موں، بڑا توں نوالہ نکھا
دیوانے مرے گا توں آخر یہاں   رحم کر اپس پر کہ ہے توں جواں
سُنیا نیں[8] ہے مجنوں کے احوال توں   لیا لیلیٰ کے برہ تے سر جنوں

مثال

کہتے ہیں کہ جوں[9] قیس دل خوں[10] ہوا   برہ سیتے لیلیٰ کے مجنوں ہوا

---

[1] ہوا (مذکر استعمال ہوا ہے)
[2] چپ لگی کی۔ [3] ب: یو [4] ب: توں [5] ب: سمجھتا نہیں تو اپس کوں فقیر [6] ب: نام کوں / کام کوں [7] ب: یہاں [8] ب: ہے مجنوں کا احوال توں [9] ب: جب
[10] ب: قیس مجنوں ہوا

رگی رگ میں رواں[1] رُدن لیلیٰ بھری — کلیجے میں دل میں چھٹی تھر تھری
یکایک[2] گیا توں ایس کوں بسر — پڑیا بھئیں اوپر[3] چھانوں تیوں بے خبر
کہے لوگ نزدیک لیلیٰ کے جا — تیری عشق تے آج مجنوں ہوا
ادھ جنگل میں مجنوں کے نزدیک آئی — اُسے[4] پیار لی کر کو لیلیٰ منائی
کہی مج کوں فرصت ہے مجنوں اتال[5] — یہی وقت ہے گر[6] توں منگتا وصال
پھرا کر دیا جواب مجنوں[7] ہوں میں — ۹۴ منجے وصل تے کام ذرّا[8] نہیں
برہ تے اگر ہووے گم نام توں — اے بہرام ہوئے[9] (تو) گل اندام توں

غزل

تجے حاصل نہیں ہے مج تے بن غم — نکو کر غم میں اپنا پانو محکم
ترا دل ہو گیا پھوڑا دکھوں تے — نہیں اس زخم کا منج پاس مرحم[10]
میرے[11] پانو پو سر تیرا نہ اپڑے — کرے کھن[12] کے نمن گر توں کر خم
کداں[13] لگ غم[14] توں کھانگا یوں یارے — منجے توں چھوڑ[15] دے آج بہوت خورم
نپا[16] گا اس چمن میں تے توں میوہ — ہوا[17] کوتاہ سخن واللہ اعلم

---

[1] رواں رواں [2] نسخہ ب: شعر ندارد [3] بھا: گِر۔
[4] ناقل نے غلط کتابت کی اور مصرعے مقدم و مؤخر نقل کیے، اس طرح نسخہ "ب" میں ایک شعر اور گھٹ گیا [5] ابھی [6] ب: کرنے کوں منگتا وصال [7] ب: لیلیٰ ہوں میں [8] ب: ذرّہ [9] الف: (تو) زاید [10] مرحم = مرہم (غلط املا) [11] ب: میرے پانوانکوں تیرا ہات اپڑے = کھڑے کھن کے نمن گر توں پکڑ خم [13] کہاں تک [14] ب: غم کون کھائے گا [15] ب: چھوڑ دل آج بہوت خرم [16] الف: پنا کا / نپا گا = نہ پائے گا (ب: لیوے گا) [17] ب: ہوا گر کم سخن واللہ اعلم۔

رفتنِ وزیر پیشِ کشور و خبر دادنِ گم شدنِ بہرام

حکایت کتا ہوں میں سرتے سنو[1] تمیں دل کے کاناں سے لوگ ہو[2]
گیا جیونکہ بہرام کھیلن[3] شکار پڑیا دُور لشکر تے اپنے[4] کنار
وزیراں ہو دلگیر حیران سب کیے تل اوپر[5] او بیابان سب
کہیں شاہ کا انت[6] نیں (وو) پائے پھرے جوں سو کشور کے پاس آئے
ادب سوں کھڑے ہو کیے سب سلام کہے قصہ بہرام کا او تمام
سُنیا جیونکہ بیٹے کی کشور خبر پڑیا[7] تخت پر تے ہوا بے خبر
گھڑی دو کے بعد از ہوا جوں ہشیار دُکھی ہو کو رونے لگیا زار زار
کیا شاہ سب خاص ہور عام کوں دھنڈو[8] جاؤ جنگل میں بہرام کوں
اگر لاوے بہرام کا کوئی خبر اُسے دیوں یک شہر انعام کر
اتھے شاہ کے پاس شاطر ہزار کہ جیوں باد نئیں سیک پانوں سار
سُنے شاہ[9] تے بات جوں شاطراں ہوئے ہر طرف تیر کی تیوں رواں[10]
اتھا ایک شاطر اُنوں میں بڑا کمریں[11] نود زنگ، توگز[12] طرا
ہرن کے پچھیں[13] جائے گر دوڑکر سٹے پانو کے نہوٹے[14] سنگ توڑکر
اوبھو تیج عاقل خبردار تھا کہ اس نام[15] شر نگ عیّار تھا

---

[1] ب: سنوں [2] اے لوگو [3] کھیلن = کھیلنے [4] ب: اپنیں [5] یکبار [6] چھان بین کی۔
[6] انت: وجود مراد ہے [7] گر پڑا [8] ب: ڈھنڈو جاکہ = جاکر تلاش کرو [9] ب: جب شاہ سیتے [10] ب: رواں [11] کمریں نود زنگ = اس کی کمر نود سنکلی (زنجیر) کی تھی (دکن کے علاقہ میں زمین ناپنے کے لئے سنکلی (زنجیر) استعمال ہوتی ہے۔) Land measure tape
[12] ب: سوگز طرا (الف): توگز: پگڑی کا پھندنا۔
[13] تعاقب میں [14] نہو: (ن - ہو) ناخن بمعنی سُم (سُموں سے پتھروں کو توڑنا) ب: نہ تے سم توڑکر (سہو کاتب) [15] ب: ناؤں [16] پہاڑ کی چوٹی پر

اَدھی رات کوں باٹ کوں چوک کر — چڑیا ایک ڈونگر کے سر[1] کے اوپر
اُجالا ہوا سو دیکھیا جوں بجھا — دیسیا[2] ایک گنبد میں بیٹھا بڈھا
بڈھے[3] کے سر کی یک صورت بچھل — جھمکتی ہے دیوار پو جھل اَجھل
بڈھے کوں دیکھے کیا کی بیٹھا ہے چور[4] — کہ جوں نقش دیوار صورت کوں گھور
کیا جلد[5] تسلیم اس پیر کوں — محبت سے[6] تے شبر رنگ دلگیر کوں
او صورت پو شبر رنگ حیران ہو — کیا پیر یک بات میری سنو[7]
کہ شاطر ہوں میں کشورِ روم کا — خبر[8] کچ نہیں مجھ کوں اِس بوم کا
جدا ہو کو لشکر تے بہرام شاہ — نجانیں گیا کاں او[9] زرّیں کلاہ
یو جنگل میں پھرتا ہوں دن[10] دیس تے — اسے ڈھنڈتا ہیں سو اس بھیس تے
نہیں شاہ کشور کوں آرام خواب ،، ؟ — کنواتا[11] گیا ہے کہ او آفتاب
سُنیا بات جوں پیر شبر رنگ تے — دیا یوں جواب اس کوں فرہنگ[12] تے
میرے پاس آیا اتھا یک جوان — کہ جوں چاند مقبول تیرٹی بھواں
یکت[13] ایک گھوڑے پو تھا او سوار — اُتھے تاج پر سر[14] کے لعل آبدار
کمر میں بڑے مول کا تھا ٹھوا[15] — لگایا اتھا ارگجا[16] ہور چوا
یو صورت کوں دیکھیا سو بیہوش ہوا — پڑیا چھانوں تیوں بھئیں پو خاموش ہوا
لگیا پوچھنے مجھ کوں ہو کر ہشیار — یو صورت ہے کس کی توں[17] کہہ میرے یار
اپس کا کیا حال میں کھول کر — جکچ مجھ[18] پو گذریا سو غم سربسر
عجب (نیں) گیا او اچھے چین کوں — اے شاطر توں بیگی دے جاواں لگوں
سُنیا بات شبر رنگ عیّار جوں — رکھیا پانوں پر پیر کے سر ہلو[19]

---

[1] پہاڑ کی چوٹی پر [2] ب: دیکھا [3] ب: پری کے سری کی ایک صورت بچھل [4] ب: کیا جو بیٹھا ہے چور [5] ب: کیا چار تسلیم [6] ب: کے [7] ب: سنوں [8] ب: نیں مجے آج اس بوم کا [9] او شاہ نام [10] ب: اس دیس تے [11] کنواتے: کہاں پر؟ [12] بادب ہوکر۔ نستعلیق [13] یکت یک: اپنی نسل کا واحد (خنندہ) یکتا [14] ب: سر کے اوپر [15] ٹھوا: تلوار۔ [16] ارگجا = ابٹن [17] چوا = زعفران کا لیپ [18] ب: توں سچ بول یار [18] مُنج پو گذریا = گذرا [19] آہستہ

کیا پیر ہے مج کوں لئی تج تے آس — کہ میں ہور توں جائیں یو کشور کے پاس
یو قصہ شہنشاہ سوں بول توں — پڑیا ہے سو دل میں گرہ کھول توں
او صورت کی خاطر دل افگار ہو — چلیا پیر شبرنگ سوں یار ہو
چلے کوچ[1] پر کوچ، ناگر مقام[2] — گئے شاہ کو آ کو دو نو سلام
لگیا پوچھنے شاہ شبرنگ کوں — منجے بول یو[3] پیر ہے کوں توں؟
کیا شہ کوں شبرنگ پوچھو تمیں — کِسے نیں خبر بے خبر ہے ہمیں
اسی پیر تے کھوج[4] پایا ہوں میں — تمارے نزدیک اس کو لایا ہوں میں
کیا شاہ کشور بڈھے[5] مہرباں — منجے پیرے بہرام کا دے نشاں
حکایت بڈھا بول بہرام کا — کیا رام[6] کانی گل اندام کا
بڈھے تے سنیا شاہ جب یو بچن — دیا مال لئی ہور مانک[7] رتن
رضا پیر کوں شہ دیا شاد ہو — گیا پیر ڈونگر پو فرہاد[8] ہو
سنیا شاہ بہرام کا جیوں خبر — اٹھیا شاد ہو کر صباحی[9] کہتر
خدا کو کیا شکر سر بھئیں دھریا — فقیراں کوں خیرات لئی کچ کریا
دیا شاہ شبرنگ کوں یک ترنگ[10] — سرپا[11] پاں بڑے مول کا ہور فرنگ

فرستادن[12] کشور روم مہندس وزیر را

اتھا روم کے شاہ کوں یک وزیر — مہندس لکر نام عاقل گنبھیر[13]
بلا کر کیا شاہ[14] در حال اوسے — دے تشریف[15] ہور بہوت ساماں اوسے

---

۱ ب: کونچہ پر کونچہ ۲ ب: کرتے مقام ۳ ب: اسے
۴ ب: کھوجہ ۵ بزرگ مہربان ۶ رام کہانی: طویل داستان (رامائن کی طرح قصہ در قصہ والی) ۷ قیمتی پتھر ۸ ب: آزاد ۹ صباحی کہتر ۱۰ گھوڑا ۱۱ سرپا پاں = اعزازی کرپان (شاہی نشان: علم و طبل) ۱۲ نسخہ الف: عنوان ندارد ۱۳ مدبر: سوجھ بوجھ والا۔ گنبھیر ۱۴ الف: شام (ب: شاہ، ترجیحی متن) ۱۵ تشریف دینا: عزت و توقیر کرنا

مہندس توں بیگی دے جا چین کوں   مگر شاہ بہرام کوں پاوے[1] توں
تیرے بِن منجے کوئی بھی یار نیں   تیرے باج کوئی مج کوں غم خوار نیں
مہندس سنیا یات سر بھئیں دھریا   کھڑا اتھا سو کشور کوں کورنش کیا
گیا شاہ دے نوگزی مٹ[2] کے بھار   سپاہی سنگات اپنے لے ستو ہزار
چھتر[3] ہور سرپایان[4] رنگین علم   دمامے نغارے[5] لے نفیریاں حشم
اُٹھالے کماں ہور زرہ تیر خوب   سپر ہور خنجر ہور شمشیر خوب
بلاے[6] کر کیا شاہ دُرِ شاہ وار   بھرے اس میں یاقوت لعل آبدار
خزانے کے لیے اونٹ بخشے ہزار   لے خرگاہ خیمے کی نو سو قطار
بڑا کام تی جوں کہ فارغ وزیر   بُلا کر شہنشاہ کشور پذیر[8]
کیا نامہ[10] یک شاہ فیصور کوں   بزرگی ستی چین کے دھور[9] کوں
سرا کر اول[11] بہوت اللہ کوں   بچھیں دوستی کے نمن شاہ کوں
سفارش بہوت شاہ بہرام کا   بڑاں خواستگاری گل اندام کا
لیا حکم تے شہ کے خامہ دبیر   لکھا چین کے شہ کوں نامہ دبیر
مہندس کوں کشور بُلا کر ہلوں[12]   کیا چین کے شہ کوں دے نامہ توں
تیرے سات شب رنگ عیّار اچھو   ہر یک ٹھار تج کوں خدا یار اچھو
روانہ کیا شاہ تعظیم کر   مہندس چلیا شہ کوں تسلیم کر
مہندس کہ جیو یاد شام و سحر   چلیا رات دن باٹ[13] کیں نا اُتر
کہ جیوں بختِ طالع ہوئی رہنموں   کتک[14] دیس بعد از گیا چین کوں
اتر شہر کے بھار کامل وزیر   اٹھا تین دن بعد ازاں اود کھیر[15]

---

[1] ب: پائے توں۔ [2] مٹ: مٹھ = محل جو نو گز بلند تھا (خیمہ) [3] چھتر = چھتری [4] سرپایان = اعزازی کرپان، شاہی نشان [5] نقارے [6] ب: توسنگین صندوق لے یک ہزار۔ [8] ب: دبیر [9] کہا [9] دہور۔ دھور [10] نسخہ الف: شعر ندارد [11] الف: بدا (ب: بداع) وداع [12] اطمینان سے [13] ب: رہ میں کیں [14] بہت دنوں بعد [15] دکھیر = دکھ بھرا: تھکا ہوا (الف: گمبھیر، گمبھیر)

بُلا بیگ[1] شب رنگ عیّار کوں
کیا شہر میں جا کو جیوں باد توں

اول شاہ قیصور کوں کر سلام
حکایت میرا بول بعد از تمام

کہ جیوں باد شبرنگ جا پار[2] میں
کھڑا ہو رہیا شہ کے دربار میں

بچر دار جا شہ کوں بولیا خبر
کہ آیا اچھے روم تے شاہ طیر[3]

شہر[4] کے بھار ایک حاجب اچھے
سنگات اس کے ماہی[5] مراتب اچھے

۱۰۲۰ او منگتا ہے شہ کے قدم دیکھنے
چلیچ شاہِ کشور کیا سوں کئے[6]

سُنیا بات قیصور جیوں کان تے
کہا لاؤ حاجب کوں بہو[7] ماں تے

وزیراں میں قیصور کے دھور[8] تھا
کہ اس نام مشہور گنجور[9] تھا

کیا جا مہندس کے توں سامنے
تواضع بہوت دے[10] کولا گھر منے

چلیا شہر کے بھار گنجور نیک
مہندس نے بولیا سلام علیک

وزیراں گلے[11] ایک کے ایک لگے
لگے پیار سوں جوں کہ لگتے سگے[12]

چلے شہر میں دونو مل کر وزیر
دمامے بجاتے خوشیاں سوں دلیر

رضا ہوئی کہ حاجب کوں مجلس میں لاؤ
کھڑے نا کرو بھار بیگی بلا وو

مہندس کوں گنجور سنگات لے
چلیا شاہ کے دربار میں بیگ وے

مہندس جو قیصور شہ کوں دیکھیا
لے جا[13] پانوں پر تخت کے سر رکھیا

۱۰۳۰ سرا کر[14] زباں کھول سلطان کوں
دیا ہات میں شہ کے فرمان کوں

لیا ہات تے شہ کے نامہ دبیر
سرا سر پڑیا جوں[15] کہ راداں[16] دبیر

مہندس کوں قیصور بولیا بچار
اول دے کو تشریف او تاجدار

---

۱ ب: ایک ۲ پار = پہر ۳ طیر: پرندہ (شاہی سفیر) استعارہ (ب: کہ آیا ہے یک روم تے شاہ بچر) ۴ ب: بگر ۵ ماہی مراتب: وہ اعزازی نشان جو بہ شکل سیارات بادشاہوں کی سواری کے آگے ہاتھیوں پر چلتے تھے ۶ کہے ۷ عزت و وقار (ب: لئی ماں تے) ۸ دھور: عاقل و فہیم (مراٹھی: ٹھور) ۹ گنجور = گنج۔ ور ۱۰ الف: دے کھولا: دے کرلا۔ ۱۱ الف: گلے (سہو کاتب) ۱۲ سگے: قرابت دار ۱۳ ب: بچھیں پانوں پڑ تخت پر سر رکھیا ۱۴ سرا کر: تعریف و توصیف کر کے ۱۵ الف: جوں کہ نامہ دبیر (سہو کاتب) ب: ترجیحی متن۔ ۱۶ راداں: طوطی

یو نامے میں احوال بہرام کا — لکھیا شاہ کشور نیکو نام کا
اگر دیکھتا اُس کوں درحال میں — بلا دور کرتا یو دَھن مال میں
ہمارے نگر میں نیں اُس کا گذر — بجانو گیا او اَچھے بھی کِدھر
شبا آپڑیا سو آدھی رات سب — کیا شاہ مہندس تے اُو بات سب
سٹیا تھا سو بہزاد کا کاٹ سیر — حکایت یو سب کہہ گیا شاہ پھیر[۱]
میرے پاس فولاد کا ہے پھلا[۲] — مرصّع کرے ہور مڑے[۳] ہیں طِلا
لِکھے اس پو ہے نام بہرام کا — منگاؤں اگر ہے تیرے کام کا
مہندس کیا اُٹ کو شہ کوں سلام ۱۰۴۰ — مُنجے پوچھے کیا کہ میں ہوں غلام
اشارت کیا شاہ قیصور کوں[۴] — پھلا لا اوتارے زمیں[۵] پر ہلوں
مہندس کیا[۶] شاہ پایا نشان[۷] — کہ یو شاہ بہرام کا ہے نشاں
ہوا مُج کوں معلوم[۸] ہے چین میں — کریں ڈھونڈتا ہوں ڈھنڈوار میں
مہندس[۹] نے سُن بات قیصور جیوں — اشارت کیا بیگ[۱۰] گنجور کوں

نصیحت کردن مہندس بہرام را

مہندس چلیا ڈھونڈتا شاہ کوں — خبر لے ہر یک مردِ آگاہ کوں
سپاہی ہوئے[۱۱] کے بہوت بھٹکیا[۱۲] تمام — ہر ایک کوچے میں ڈھنڈنے کے[۱۳] نام
یکایک ڈِھنڈورا پڑا چین میں — کیا چل[۱۴] کوں گنجور لوگاں منیں
اگر شاہ بہرام کوں لائیں گے — شہنشہ تے انعام لئی پائیں گے

---

۱ ب: شاہ دہیر۔ ۲ برچھی کا پھل ۳ مڑے: مڑھے (ملمع کیا ہوا) ۴ ب: قیصور نر۔ ۵ ب: زمیں کے اوپر ۶ ب: کہا ۷ ب: ہے اُس کا نشاں ۸ ب: کہ ہے چین کے شہر میں ادعیاں (الف) کرم خوردہ) ۹ ب: سوں ۱۰ ب: شاہ گنجور ۱۱ ب: ہوئے۔ ۱۲ ب: پھر کر تمام ۱۳ کے خاطر ۱۴ ب: گیا چھوڑ زنجور اسے چین میں۔

خلائق دیئے چھوڑ سب کام کوں
لگے ڈھنڈنے شاہ بہرام کوں

یکا ایک شبرنگ عیّار نے
چلیا ڈھونڈتا شہ کوں مکّار نے

پچھے تل گل اندام کے آئیا
وہاں شاہ بہرام کوں پائیا

دیکھے کیا کہ بیہوش خاموش ہے
کہ جیوں آرسی تیوں نمد[1] پوش ہے

نمد[2] کی سو ٹوپی ہے یک سر اُپر
کھڑا[3] اور روتا زار زار انک[4] بھر

پڑیا بھئیں پو شبرنگ عیّار دیک
مہندس کن آیا کھڑا ہو ٹکیک[5]

خبر[6] دادنِ شبرنگ عیّار از شاہ بہرام پیش مہندس

اول[7] لال شبرنگ کر انگ کوں
رکھیا سر زمیں پر بچار نگ کوں

کیا شاہ بہرام پیدا ہوا
وَلے حیف مجذوب شیدا ہوا

محل تل[8] کھڑا ہے گُل اندام کے
دیوانا پریشان پانواں[9] ننگے

مہندس[10] نے سُن بات شبرنگ کوں
گلے سوں لگا کر پھریا موں ہیں موں

خوشی سات قیصور پاس آئیا
خبر شاہ بہرام کی لائیا

کیا شاہ قیصور گنجور کوں
مہندس کے سنگات جا بیگ توں

میرے پاس بہرام کوں لے کر آ
خوشی کے دمامے ڈگی[11] ڈگ بجا

مہندس اُٹھیا ہور گنجور نیک
چلے دونو بہرام[12] کن بیگ بیگ

وزیراں دیکھے دونو بہرام کوں
غریب اُوڑ بیکیس اور بدنام[13] کوں

مہندس نے دانتاں[14] میں انگلی لڑیا
ترنگ پرتے بی سدہ[15] ہو بھئیں پر پڑیا[16]

۱؎ ب: کمّل پوش ہے ۲؎ ب: کمّل کی ۳؎ ب: کھڑا روئے اوزار زار آنکہ بھر ۴؎ ب: آنکھ
۵؎ ب: تک یک ۶؎ نسخہ "الف" عنوان ندارد ۷؎ ب: لاکر ۸؎ نیچے ۹؎ ب: پاواں۔
۱۰؎ نسخہ "ب" شعر ندارد۔ ۱۱؎ ڈگی ڈگ = قدم بہ قدم ۱۲؎ ب: کے بیگ بیگ
۱۳؎ بڈنام = نامور ("نامونت" مراٹھی) یہاں بدنام مراد ہے۔ ۱۴؎ داتناں میں انگلی لڑنا =
دانتوں میں انگلیاں چبانا، تعجب کرنا ۱۵؎ بے ہوش ۱۶؎ زمین پر گر پڑا

سپاہی ترنگاں[1] پوتے سب اُوتر — پڑے شاہ بہرام کے پانوں پر
فلک[2] تے جو حاصل ہوا مدّعا — کیٔے شاہ کوں سب سپاہی دعا
سُنی جوں گل اندام یو غلبلا[3] — دیوانی ہوئیں،[4] ہے سُنی تلملا[5]
لگی دیکھنے شاہ بہرام کوں — او عاشق پریشاں بدنام[6] کوں
اُساساں[7] ٹھنڈے غم کی بانے[8] لگیا — اپس کا سرانجو تے نہانے لگیا
اپس میں آپی ویچ[9] مدہوش ہوئی — یو برہ[10] کی گھیری تے بیہوش ہوئی
ولے حال اپنا[11] کسی نا کہی — شرم تے لہو گھوٹ کر چُپ رہی
مہندس ترنگ لا کو یک رہوار[12] — شہنشاہ بہرام کوں کر سوار
وہاں تے لیجایا او بدنام کوں — چلیا و پیچ نیکی[13] لے حمّام کوں
قدم جیوں پڑیا شاہ بہرام کا — چھپیا نور حمّام میں جام[14] کا
کھڑے ہو کو خدمت منے کیسہ[15] مال — کیٔے پاک سب حوض خانے کنجال[16]
اول انگ[17] صندل لگا کر دُھلائے — پچھیں مشک و عنبر کا چکسا[18] لگائے
شہنشاہ قیصور لئی دھات[19] تے — کھڑے کر کو گنجور کے ہات تے
شوانے[20] دیا بھیج تشریف لال — دو شالا[21] انچھل زر زری ہور رو مال
ترنگ ہور فرنگ ہور جرکت[22] کا خنجر — نشاں[23] ہور سر یا پاؤں[24] رنگین چھتر
چھتر کے تھے چوگرد[25] موتی جھلم[26] — بڑے مول کے سب، نہ تھے کوئی کم
جو حمّام تے بھار شہ آئیا — تھنا[27] ہور بڑا دیکھنے دھائیا
مہندس نے بہرام اوپر[28] وار کر — سٹیا کئی طبق لعل موتی کنکر[29]

---

[1] گھوڑوں پر تھے [2] ب: فلک پرتے [3] شور و غل۔
[4] ب: دیوانی اپڑوئیں [5] ب: تلتلا (سہو کاتب) [6] بدنام: ناموتت (نامور) [7] ٹھنڈی سانسیں
[8] باتا: بھرنا [9] ب: اونچہ [10] برہ کی گھیری = فراق کا چکر [11] ب: اپیا (سہو کاتب)
[12] رہوار = گھوڑا [13] ب: نیکی لے بدنام کوں (سہو کاتب) [14] جام = جام جمشید کی چمک۔
[15] ب: کہنہ سال (سہو کاتب) الف: کیسہ مال: مالش کرنے والے [16] کن جال = کائی [17] جسم
[18] اُبٹن [19] لئی دھات تے = کئی طریقوں سے [20] شوانے = شاہی کپڑے [21] پشمینہ کی دوہری چادر۔
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سُنے ہور روپے کے طبق پھول کے — دیا مستحقاں کوں گنجور کے
اتھا چین کے شہر میں باغ ایک — کہ فردوس تھا داغ[1] اسے دیک دیک
گُل اندام نے عیدِ نوروز کوں — وہاں رات کرتی اچھیں روز کوں
اُتھے سو چمن باغ نہ ہر طرف — قطاراں[2] کھڑے سرو کے باندصف
اتھے جھاڑ انگور و انجیر کے — بہتے کالوے[3] بہوت سے نیر[4] کے
ہر ایک جھاڑ پر پھول تھے سب کھلے[5] — پُکارے وہاں بُلبلاں تَل مَلے
رنچھل حوض خانے اَتھے جاں تہاں — فوارے اُچھلتے تھے جوں شاطراں[6]
عمارت اَتھا باغ کے درمیاں — بلندی میں مشہور جیوں آسماں
جڑت کا اتھا تخت صُفّے[7] میں ایک — جڑے تھے سورج ناد کنگر ہر ایک
شہنشاہ بہرام جا تخت پر — سورج ناد بیٹھیا او جوں بخت ور
وزیراں ادب سوں کیے[8] سب سلام — کھڑے ہو رہے ہات بند[9] کر تمام
مہندس کوں بہرام رخصت دیا — سنگات اُس کے گنجور کورنش[10] کیا
رضا شاہ تے جوں[11] وزیراں لیے — اُتر باغ کے گرد ڈیرے دیئے[12]
نہ تھا تخت بن کوئی بہرام پاس[13] — رکھیا سر جو بالشت پر بھا اَساس
کہ جوں تخت کوں شہ نہانے لگیا — گل اندام کا ناؤں دیکھن[14] لگیا
مکھ[15] اپنا لگڑنے[16] لگیا ناؤں پر — لگیا رونے وو تخت کے پانوں پر
ہو دلگیر شہ آ اپنے[17] بخت تے — لگیا بات کرنے کوں یوں تخت تے

---

[1] حاسد [2] ب: قطاراں سَرد کے [3] کالوے = جھرنے [4] نیر = پانی [5] ب: مہکے۔
[6] شاطران [7] صُفّہ = چبوترہ (الف: صوفی، ب: صوفیں) [8] ب: کیے آ سلام۔
[9] بندکر = باندھ کر [10] فرشی سلام [11] ب: جیوں [12] ڈیرے لئے: ڈیرے دیئے۔
[13] ب: پریا اساس [14] ب: دیکھیا نجھا (سہو کاتب) [15] مکھ = منہ [16] لگڑنے = رگڑنے [17] اپنے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)
[21] زرزری = زربفت [22] جڑاؤ [23] جھنڈا [24] اعزازی کرپان [25] چوگرد = چاروں طرف۔
[26] جہلم = موتیوں کی نقاب (جہلم: زرہ کی طرح نقاب جو جنگی آدمی لڑائی کے وقت منہ پر ڈال لیتے ہیں (فیروز ص ۴۹۶) جہلم، جھلمل، چمکدار [27] چھوٹا اور بڑا [28] نچھاور کرکے [29] ب: لال (غلط املا)
[30] ب: گہر۔

شکایت کردنِ شاہ بہرام با تخت

ارے تخت تیری بڑی بخت ہے　　کہ میرے گل اندام کا تخت[1] ہے
شرف تجے[2] ہے سو طوبیٰ کوں نئیں　　سرو ہور کوئی نخل[3] خرماں کوں نئیں
نجاتوں سعادت یو[4] کیوں پائیا　　کہ بے رنج قدماں تلے آئیا
دیوانا پریشان بدبخت میں　　حسد تیری کہتا[5] ہوں اے تخت میں
کہ دن رات بیٹھا ہے گرڈگے[6] پوتوں　　میں دروازے کے بھار جوں خاک موں
تجے میرے دلدار تے ہے وصال　　جلاتا ہے فانوس تیوں مجہ[7] خیال
کیا شاہ بہرام جوں یوں خطاب　　دیا تخت قدرت ستے یوں جواب

جواب دادنِ تخت بقدرتِ حق با بہرام

اگر درد اپنا تجے میں کہوں　　ہوئے گا سینا[8] پھوٹ حیران توں
ہریا[9] جھاڑ میں ایک شمشاد تھا　　کہ جیوں سرو تیوں غم تے آزاد[10] تھا
میری چھانوں تل پادشاہاں اتھے　　حشم ہور گھوڑے[11] ہتی تھے اُوٹے[12]
لگیا تھا میرا سر جو اسمان کوں　　قضا تے کیا عشق منج سرنگوں[13]
اول مار میرے کمر میں تبر　　سٹیا بھیں پو مج کوں کمر توڑ کر
لے آرے سوں دو[14] پھانک سینا[15] کیا　　میری کھال[16] زبدن سوں سب چلیا (کذا)

---

[1] ب: کاتوں تخت ہے [2] ب: شرف ہے تجے اور طوبیٰ کیتیں / جے: جو [3] ب: نخل خرما کیتیں۔
[4] ب: سعادت سے او پائیا [5] حسد کہنا / حسد کرنا [6] ب: گرکے پوتیوں (گرڈکے پوتیوں: گھٹنوں کے بل) [7] الف: تیوں جیوں خیال (ب: ترجیحی متن)
[8] ب: ہوئے گا سُتے گا [9] ہرا [10] ازاد بڑھے [11] ہتی: ہاتھی [12] اونٹ (الف: تھے متے) [13] نسخہ ب: (شعر ندارد) [14] پھانک: ٹکڑے [15] سینہ [16] زبدن: بدن سے (فارسیت کا اثر)

میرے بند کر تیشے سوں[1] شاخ شاخ — کیا دل[2] میں کیتک اس سوں سوراخ
جلا میرے ہاڑاں[3] کوں مطبخ[4] میں سخت — کیا میرے سینے کے تختے کوں تخت[5]
اسی پر ہوں دل شاد ہر سال منجہ — گل اندام کرتی ہے پامال[6] منجہ
گل اندام[7] کے پانوں پڑتا ہوں میں — قدم کے تلے اُس کے گرتا ہوں میں
سراپا جکوئی عاشقی میں گنوائے — اپس کے بغل میں دلآرام[8] آئے
سُنا تخت تے شاہ جوں یو بچن — اُٹھا سو چلیا سیر کرتا چمن

آمدنِ قیصور بدیدنِ شاہ بہرام

بخدار بہرام کن دھائیا — کیا شاہ قیصور نے آئیا
مہندس نے آبھار بوستان[9] کے — پڑیا نوڑ[10] قیصور سلطان کے
چلیا باغ میں جونکہ شہ کا ترنگ — کسی ٹھار پر کچ نہ کر کر اڑنگ[11]
محل میں تے بہرام بھار آئیا — کہ جوں سُور دیدار دیکھلائیا
دیکھیا شاہ کوں جونکہ قیصور نے — ترنگ پر تے اتریا او فغفور[12] نے
نوں شاہ بہرام زانو[13] پکڑ — گیا بوسہ دینے کوں جُوں بخت ور
لگا اپنے سینے سوں قیصور شاہ — پیشانی کوں بوسہ دے ظلِ الٰہ
پکڑ ہات بہرام کا شوق سوں — محل میں چلیا[14] لے کو با ذوق سوں
گیا بیرٹ قیصور شہ[15] تخت پر — کھڑا ہو رہیا شاہ بہرام نر
زباں کھول قیصور بہرام کوں — دے سوگند بہوت اس نیکو نام کوں
نزدیک آپتے تخت پر بیسلا — شہنشاہ کوں پہلو میں[16] جا گا دیا

---

۱ ٹکڑے ٹکڑے ۲ ب: کیا دل منے عشق پرے سوراخ ۳ ہاڑ۔ ہاڑاں: ہڈیاں۔
۴ ب: ہیں سب تے سخت (سہو کاتب) ۵ ب: تخت ۶ ب: پایمال ۷ نسخہ ب: شعر ندارد ۸ ب: بغل میں او معشوق پائے۔
۹ ب: بستان ۱۰ نوڑنا = جھکنا (ب ۳: پڑیا پانوں قیصور سلطان کے) ۱۱ اڑنگ: اڑنگا = مزاحمت ۱۲ فغفور: شاہانِ چین کا لقب ۱۳ ب: بازو پکڑ ۱۴ الف: چلیا جا کو لے ذوق سوں (ب: ترجیحی متن) ۱۵ ب: آہستہ تخت پر (اس تخت پر = فارسیت کا اثر) ۱۶ ب: پوجا گا دیا۔

دونو[1] یوں دسیں تخت پر میل کر   کہ جوں ایک انگوٹی پر دو ہے کنکر
کیا شاہ قیصور گنجور کوں   اشارت سوں لا آب انگور کوں
گئے چار سو ترک خوش[2] ماہتاب   کئے لا کو حاضر شراب ہور[3] کباب
بھریا لعل[4] الماس کے جام میں   دیا بیگ ساقی نیکو نام نے
دونو شاہ پینے لگے جوں شراب   گلے چاند رشکوں جلے آفتاب
بلا چاشنی[5] گیر قیصور شاہ   کیا بیگ دے لا[6] کو سفرا بچھا
جر ٹت کے لے طشت آفتابہ[7] وے فراش   تلے اس کے زربفت کی دھر قماش[8]
کھڑے ہو کو شاہاں کے ہاتاں دھلائے   کہ جون باغ رنگیں سفرا بچھائے
چپنے روغنی[9] لاکو روٹیاں قطار   مزعفر[10] کی چینیاں[11] رکھے بے شمار
رکھے لنگریاں[12] لا[13] کو دم پخت کے   تمام اس میں گل کو مرغیاں پکے
رکھے لاکے خشکے[14] کے چینیاں بھرے   اپر قاض[15] کے ہم اس[16] کے بریاں دھرے
سموسے[17] بھر رہے، مشک ہور قند کے   سہلیاں اپر ساق عروساں[18] رکھے
گلاب ہور کھیسر[19] تے حلوا پکا   تمام اس منے مغز[20] بادام بھا
رکابیاں میں بھر کر رکھے جا بجا   کندوری[21] میں کئی جنس کا ترمیوا

---

[1] ب: دونو تخت پر یوں دِسے میل کر [2] ب: جیوں ماہتاب [3] ب: آور: اور [4] ب: لال [5] ب: پڑا چاشنی گیر = بکاول = بادشاہوں کا وہ ملازم جنہیں کھانا پیش کرنے سے پہلے چکھنا ہوتا ہے تاکہ زہر کا اندیشہ نہ رہے) [6] ب: جا کو سفرہ بچھا (سفرہ = دستر خوان [7] ب: آفتابے: بوٹے فرّاش: خدمتگار [8] قماش: ریشم [9] روغنی روٹی [10] مزعفر = زعفران میں رنگے ہوئے میٹھے چاول (زردہ) [11] چینی مٹی کے بنے ہوئے برتن [12] لنگری: لنگریاں = بڑے قسم کے طشت (دم پخت دم پر پکا ہوا کھانا) [13] الف: لا [14] لا خشکے: خشکہ: اُبلے ہوئے چاول [15] قاض (ب: قاص) قاز: آبی پرندہ (راج ہنس) [16] ب: لاکہ [17] سموسے: سنبوسہ (فارسی) [18] ایک قسم کے چھلّے دار مغزیات بھری کھاری (Brides Anklet) [19] کھیسر: کیسر = زعفران [20] الف: مرع (سہو کاتب) [21] کندوری: گوشت کا کھانا

اننّاس ہور راے[1] کھیلے میٹھے — شکر نیمبو ہور خمر کاں[2] تھے کھٹے[3]

کہوں کیا کندوری میں سب کوچ[4] تھا — کسی کوں وہاں کوئی نیئں پوچھتا

یتا کھان[5] سب شہر کی خلق کھائی — سنگات اپنے کو بند، موٹاں[6] لبھائی

ہوا شام کا وقت جا کر بگاہ — اُٹھیا سو گیا گھر کوں[7] قیصور شاہ

مجلس نگاہ داشتن بہرام

دے ساقی منجے جام بھر کر شراب — میں جل کر برہ تے ہوا ہوں کباب

صراحی کہ توں کاں تے دوئی[8] نکال — چلے[9] پیالے میں دے توں یاقوت لال[10]

دیوانا ہوں دے جام پورا منجے — کہ برہ[11] دیا ہے دھتورا[12] منجے

اسی پیچ کرتا ہوں دیوانگی — گنوا عقل اپنا میں نادانگی

مگر مد[13] کی مستی سوں خاموش ہوں — اتا[14] دیکھتا ہے تو بے ہوش ہوں

پیالا[15] دیا بھر کو ساقی نچھل — جھمکتا سورج کے نمن جھل اجھل

پیا شاہ بہرام لے کر شراب — سٹیا مو منے ایک دانا[16] کباب

بلا شاہ مجلس میں صیفور کوں — دونوں بھائی قمطال صیفور کوں (رفیطور)

نزیک اپنے مسند اوپر بیسلا[17] — کیا مست تینوں کو پیسالا پیلا

مہندس کے دے ہات میں جام شاہ — کیا یوں زباں کھول بہرام شاہ

کہ دیکھیا ہوں کئی غم زمانے تے میں — ایس کی یو بخت[18] آزمانے تے میں

یو مدّت پھریا میں سو جوں آفتاب — کیا نیں ہوں یک رات کوں سک سیں[19] خواب

---

۱ الف: خمرک (ب: کمرکھ (ترش پھل) ۳ ب: کچھ ۴ یتا کھان = اتنا کھاتا ۵ موٹاں: پھیلے ۶ ب: گھریں ۷ دوئی نکال ۸ الف: اُجلے: صاف ۹ ب: حلیمن پیالے میں یاقوت ڈال ۱۰ برھا = فراق ۱۱ دھتورا = زہریلا بیج جس کے کھانے سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔

۱۲ مد کی مستی = شراب کا نشہ ۱۳ ب: ایتا ۱۴ ب: پیالہ ۱۵ ب: دانہ ۱۶ ب: بیلاہ/بیلاہ ۱۷ ب: سو بجت آزمانے کے تئیں ۱۸ ب: سک سیتے خواب ۱۹ برٹے کیلے (ب: ڈھاک کیلے)

کدھیں[1] آپنے حال پر جوں اہال[2] | یو جنگل میں روتا ہے ہو کر نڈھال
کدھیں مارتا[3] باگ کوں زیر کر | زمیں کے اُوپر ڈالتا[4] ڈھیر کر
کدھیں ایسے صیفور سیتے یکنگ[5] | کھڑے ہو کو لڑتا ہے نے کر فرنگ
کدھیں[6] باہ ییں[7] میں افرع دیو کوں | کہ جوں رستم زال کرتا زبوں
کدھیں سر مگر کا پکڑ[8] کاٹ کر | کہ جیوں گیند سٹیا ہے دریا بھتر
کدھیں روبرو ہو کو بہزاد[9] کوں | یو خنجر ستے دیکھتا مار خوں
کدھیں خاک سٹ آپنے سیس[10] پر | محل تل کھڑے ہوتا[11] سال بھر
اتال حد گذریا میرا اشتیاق | مجے دل نہیں تاب لانے فراق
بجا تو کرے گا یو[12] قیصور کیا | میرا دل تو ہے عشق تے لئی دکھیا
جہندس سنیا جیوں شہ تے[13] بچن | کیا شاہ شیرافگن پیل تن
سعادت ہے قیصور چینی کی آج[14] | توں داماد ہوئے تو بہتر[15] ہے تاج
طلب[16] کر کوں دے بھیج گنجور کوں | کہے جا[17] (رلو) پیغام قیصور کوں
اگر بات سُن شاہ بہرام کا | عروسی کرے توں گل اندام کا
بہوت خوب ہے اے شہ نامدار | وگرنا کیا[18] تو کتا ہوں[19] بچار
پری چھے میرے[20] پاس سردار ہے | پریاں لاک درلاک خونخوار ہے
یو لشکر ہے بہزاد بلغار کا | تمام اس ئئے مرد تر داز[21] کا
اشارت کریں[22] گا تو سلطان توں | لھوٹے[23] مار ایران طوران کوں

۱؎ ب: کوئی (کاتب نے کدھیں (کبھی) کو ہر جگہ کوئی لکھا ہے
۲؎ اہال: بادل (مراٹھی) ۳؎ ب: باگ کوں مارتا زیر کر۔
۴؎ ب: گھیر کر ۵؎ ب: یک رنگ (یکنگ = تن تنہا) ۶؎ نسخہ "ب" شعر ندارد۔
۷؎ باییں: بڑا کنواں جس کے اندر حسن خانے بنے ہوتے ہیں۔
۸؎ الف: مگر کاٹ کر (سہو کاتب) ۹؎ ب: دریا کے بھتر ۱۰؎ الف: بہزادیوں (ب: ترجیح متن)
۱۱؎ سر ۱۲؎ ہوتا: واؤ زائد ۱۳؎ ب: دو ۱۴؎ ب: شیریں بچن ۱۵؎ آج پڑھئے ۱۶؎ الف: تو میرا سر تاج ۱۷؎ الف: ملک ۱۸؎ الف: کھے جا پیغام ۱۹؎ ب: کیا ہو ۲۰؎ کیتا ہوں: کرتا ہوں۔
۲۱؎ ب: تیرے پاس ۲۲؎ ب: تلوار ۲۳؎ ب: کرے گا ۲۴؎ لھوٹے: تلواریں۔

کیا شاہ نیں عاشقی میں روا[1]   کہ معشوق پر جا[2] کو ماروں ٹھوا

یو بہتر ہے میں[3] دوستداری کروں   گل اندام کی خواستگاری کروں

فرستادنِ شاہ بہرام گنجور را پیشِ قیصور برای خواستگاری[4] کردنِ بہرام

بُلا شاہ بہرام گنجور کوں   کیا جا کو یوں بول قیصور کوں

میری بندگی ہور دعا بول کر   پچھیں[5] سر بسر مدّعا کھول کر

کمینا[6] ہے بہرام بندہ تیرا   کہ بندا[7] ہو مرتا ہے زندہ تیرا

عجب نیں اگر جا توں سر مُجھیں دھرے   گر د جمع بندیاں[8] میں منج کوں کرے

شہنشہ تے گنجور سن کر یو بات   رکھیا آپنے سر کے اُپر ال ہات

تزنگ پر چڑیا جوں بجا ایک طاس[9]   گیا بیگ گنجور قیصور پاس

ادب سوں کیا تین کرنش سلام   کیا کھول کر راز سارا تمام

سُنیا بات قیصور سو چپ[10] رہیا   پچھیں[11] دو گھڑی فکر کر یوں کیا

کہ بہرام میرا سو فرزند ہے   جگر گوشہ ہے ہور دلبند ہے

مُجے کوئی بیٹا جواں بخت نیں   کہ بعد از میرے صاحب تخت نیں

جگت[12] میں رہتا نیں کوئی برقرار   بھلا ہے کہ یو تخت دیوں یادگار

ولے کام بیٹی کے ہے ہات میں   مُجے کام[13] کچ نیں ہے اس بات میں

---

[1] جائز [2] ب: جاکہ ماریں ٹھوا (ٹھوا: مجازاً تلوار) [3] ب: او [4] الف: عنوان کی جگہ خالی ہے (ب) عنوان دارد [5] ب: بزاں (بعد ازاں) [6] ب: کمینہ [7] ب: کہ بندہ ہے، ہوتا ہے زندہ تیرا [8] ب: جمع اپنے بندہ یاں میں [9] طاس: گھنٹے کے طور پر بجایا جانے والا تھال [10] ب: رہیا [11] ب: منجے دو گھڑی۔
[12] ب: جگلیا میں رہیا نیں ہے کوئی قرار [13] کام: اعتراض کے معنوں میں

اگر او قبولے تو راضی ہوں ہیں
جیر جا کو بہرام سوں بول تیں

رضا شہ تے گنجور نے پائے کر
دیا بیگ بہرام کوں آ خبر

حکایت[1] کیا تھا سو قیصور سب
کیا کھول کر یک یک گنجور سب

سنیا شاہ بہرام جوں یو بچن
جھکیا[2] جوں او خوشحال ہو کر بدن

کیا شاہ بہرام صیفور[3] کوں
سمن بو کوں بیگی بلا بھائی توں

جہاں[4] آفروز استری کوں بلا
تیرے جیو کی پیاری پری کو بلا

گل اندام کے پاس مل دونو جائیں
کہ شاید خوشی کی خبر لے کر آئیں

شہنشہ تے صیفور سن کر یو بات
رکھیا سر پو تسلیم کر دونو ہات

جمیطا کوں بولیا کہ توں گھر کوں جا
سمن بو کوں بیگی بلا[5] کر لے آ

جمیطا نے یکبار پر کھول کر
اڑیا سو گیا اپنے گھر کے بہتر

سمن بو کوں بہرام کا کر سلام
کیا شاہ دھرتا ہے تمنا تے کام

بلایا ہے تمنا کوں جائیں چلو
اٹھو بیگ جاگہ تے اپنی ہلو

سمن بو اٹھی پین کسوت ہری
اپر اوڑھ کر اوڑنی زر زری

مرصع[6] کا سر تاج سنگات لے
سہاور[7] (او) سنجاب کے پوستکے

جڑت کے انگوٹھیاں چنی یک ہزار
جڑے تھے تمام اس پو لعل آبدار

حمائل[8] عنبر جی کسی دلبری
چھجے[9] میں تے پاس آئے سب عنبری

پیالے کیتے[10] لعل یاقوت کے
جو الماس روشن صراحی کتے

طبق پانچسو ڈھال[11] موتی تمام
ہر یک ڈھل ھتیلی میں کرتے سلام

---

[1] نسخہ ب: شعر ندارد

[2] ب: بھولا جیوں خوشحال سوں [3] الف: قیصور (سہو کاتب) [4] نسخہ ب: شعر در حاشیہ (..... بولا کر توں لا) [5] نسخہ ب: شعر ندارد [6] سہاور: سنجاب (پوستکے: چمڑے کی بنی ہوئی پوستین) [7] نسخہ ب: شعر ندارد (جڑت = جڑاؤ کام کی انگوٹھیاں) [8] ب: حمائل عنبر چہ کسی دلبری [9] ب: بدن میں تے پاس آئے سب عنبری [10] ب: کیتے لال۔
[11] ڈھال موتی = ڈھلے ہوئے موتی

کنیزاں پریاں سرو تیوں سرفراز　　ہریکیں کے دے[1] ہات میں چنگ ساز
یو سب پیش[2] کش لے تمام اوس پاس　　سمن یو چلی آئی بہرام پاس
کھڑا ہو توں شاہ بہرام نے　　تواضع بہوت کرنیکو نام نے
سمن بو کوں مسند اوپر بسیلا[4]　　اول بیگ[3] شربت کا پیالا پلا
کیا باٹ[5] میں رنج کھینچے تمیں　　ولی شکر تمنا کوں دیکھے ہمیں
میرا عرض سن یہاں (ا د) صاحب جمال　　گل اندام کے[6] پاس جاتوں اتال
میرا بول تسلیم کورنش[7] ہزار　　دعا بعد ازاں کر کو لئی بے شمار
تیرے باج مرتا ہوں میں شہ پری　　چھٹے[8] تن میں بارے[9] تمن تھر تھری
تیرے پر ہے ظاہر میرا حال سب　　کہوں کھول کر کیا[10] پھر احوال سب
میں شہ پاس گنجور بھیجا اتھا　　مراد[11] آپنا تھا سو پایا جتا
اتا کام تجتے پڑیا ہے میرا　　تجے کیوں کہوں پھر پھر اکر ذرا
پیالا منجے وصل کا توں پلا　　وگرنیں تو مرتا ہوں میں تلملا

رفتنِ ہمشیرۂ صیفور سمنبو پیش گل اندام بخواستگاری

سمن بو سنی شاہ کا جیوں سپاس　　گئی تل میں اُڑ کر گل اندام پاس
کھڑی ہو کو تسلیم اول کری　　جگت کے پریاں[12] میں کی ادشہ پری
اشارت کنیزاں کوں کی بیگ آو　　جکچ پیش کش ہے سو[13] سب پیش لاو

---

١ ب: دیں ٢ پیش دپیس سے
٣ ب: ایک ٤ نسخہ "ب" شعر ندارد ٥ ب: عرض اس باب ٦ ب: کہ جاتوں نزدیک اتال ٧ "ب" کرنش آدار = کرنش = کورنش = آدار: آدر بمعنی عزت (یا عزت وتوقیر سلام)
٨ "ب" چھوٹے ٩ یارے: ٹھنڈی ہوائیں (مراٹھی: وارا) ١٠ ب: کیا پھر کہ ١١ ب: مرا د آپنا (دونوں الف ممدودہ: دکنی اثر) ١٢ ب: پریاں کی ادھکی شہ پری ١٣ ب: سو: ندارد

گل اندام نزدیک اپنے بلائی　　سنگات تخت اپنے اوپر بیسلائی
تواضع کری بہوت خوشحال ہو　　کہ جیوں پھول لاٹے[1] کے پتیوں لال ہو
سمن بو گھڑی بیٹ کر تخت اوپر　　ادب سوں ہلوں تخت پرتے اوتر[2]
کھڑی ہو کو دو ہات کوں جوڑ کر　　کہی عرض دھرتی ہوں تج تے[3] سُندر
تیرے پاس بہرام بھیجا منجے　　یو پیغام یو لیا کہ دیوں ن تجے
گل اندام ناری[4] سُنتی بات جیوں　　گلی لاج[5] تے جوں کہ نا بات[6] جیوں
منڈی[7] پھول ڈالی کی نمنے[8] نوائی　　شرم تے تن اپنا عرق میں ڈوبائی
اُتھا جیو لئی شاہ بہرام پر　　دلے جیب[9] سوں نا کہی کھول کر
گھڑی دو کے بعد از گل اندام یوں　　سمن بو سوں بولی دلآرام یوں
کھڑی کی ہے[10] توں؟ بیٹ اے شہپری　　میرے تخت اُپرال اے گُن بھری
سمن بو کہی تا نپاؤں جواب　　تیرے موں تے اے پنجۂ آفتاب
نہ بیٹھو ذنگی، شہزادی کے پاس میں　　کہ آئی ہوں لئی دل میں دھر آس میں
کہی[11] یوں گل اندام موں کھول کر　　بچن ڈھال موتی نمن رول کر
سمن بو ہوں تنہائی سوں[12] یار میں　　نہیں باپ کی بات تے دور[13] میں
قبولیا اچھیگا تو قیصور آج　　میں راضی ہوں میرا نہیں ہے علاج
سمن[14] بو دعا ہور تسلیم کر　　چلی آئی بہرام کن ماڑ پر
کہی[15] کھول کر بات بہرام کوں　　کہ راضی کری میں گل اندام کوں
سمن بو کے پاؤں[16] پو بہرام پڑ　　ہو خوشحال تلویاں پو[17] موں کوں لگڑ
بلا شاہ بہرام گنجور کوں　　کیا جا خبر بول قیصور کوں

---

[1] ب: لالہ [2] ب: سوں اُتر۔ [3] ب: تج تے مگر [4] ناری: عورت [5] شرم [6] مصری = ایلوچ [7] ب: مونڈی [8] نوانا = جھکانا [9] زبان [10] کِی: کیوں [11] ب: کہتی ہوں۔ [12] ب: سے یار میں [13] ب: نہیں باپ کی بات نے بھار ہیں زبات سے باہر نہ ہوتا = راضی ہونا [14] نسخہ "ب" شعر ندارد [15] نسخہ "ب" شعر ندارد۔ [16] ب: پاتواں [17] الف: پو (ب: ترجیحی متن)

گل اندام راضی ہے بہرام کوں　　شہنشاہ کے کان میں جا ہلوں[1]
بلا شاہ گنجور کوں یوں کیا　　بہوت خوب تج کوں رضا میں دیا
توں جا کارسازی جلچ ہے سو کر　　میرے کن نہ لا[2] ہر گھڑی یو خبر
رضا شہ تے گنجور جیوں پایا　　نول شاہ بہرام کن آئیا
دیا شاہ گنجور کوں یک ترنگ　　سرو پا[3] بڑے مول کا ہور فرنگ[4]

عقد بستن بہرام با گل اندام

مہندس سطرلاب[5][6] لے ہات میں　　ارسطو نمن دیک تل سات میں
موافق ستارے سوں بہرام کا　　پڑیا جیوں کہ تارا[7] گل اندام کا
کیا عقد باندو یو[8] قاضی تمیں　　اوذ دو تو ہے اول تے راضی تمیں[9]
دیکھیا جیونکہ قاضی نے تشریف نقد　　بندیا مشتری سات زہرا کوں عقد
مبارک کہے لوگ سارے تمام　　پیئے بعد ازاں لے کو شربت کے جام
گل اندام کا مہر تھا بے شمار　　ہزاراں تے لاکھاں کروڑاں تے بھار
بڑے زور تے میزبانی گنلئے　　نقارے طبل ہور دمامے بجائے
مہندس دیا بھیج بیگی بری　　سنگات اپنے لایا سو ایک بل گڑی[10]
ہزار اونٹ کھیسر[11] گلاب، ارگجا[12]　　ہزار اونٹ صندل، اگر[13] ہور چوا[14]
ہزار اونٹ صندوق بھر کر قطار　　تمام اس میں یاقوت لعل آبدار[15]
ہزار اونٹ بستے سوز ربفت کے　　ہزار اونٹ غالی نمد تکت کے

---

[1] رازدارانہ انداز میں [2] ب، لیا [3] نسخہ "ب" عنوان ایجاد ارد۔
[4] سروپا: اعزازی کپڑے [5] فرنگ: تلوار [6] اصطرلاب: ستارہ شناسی کا آلہ (اسطرلاب عربی) [7] جیوں کہ طالع گل اندام کا [8] ب: اے قاضی [9] ب: تمیں۔
[10] بیل گاڑی [11] کھیسر: زعفران [12] اُبٹن کی ایک قسم [13] عود ہندی [14] چوا: بلحاظ سیاق وسباق، ایک قسم کی خوشبو [15] ب: لال

ہزار اونٹ تکمی[1] قماش اور لال[2] — ہزار اونٹ صندوق میں بھر کو شال
ہزار اونٹ بادام پستے سوں بھر — ہزار اونٹ گونی[3] بنگالی شکر
ہزار اونٹ ایلوچ نابات کے — ہزار اونٹ گانڈئے[4] میٹھے شان کے
ہزار اونٹ انڈگے[5] پکے پان کے — ہزار اونٹ چکنی سپاری رکھے
گل اندام کے گھر میں یو سب لجائے — ڈکی ڈگ گنی پاتراں کوں نچائے
دیکھیا شاہ قیصور نے جو بڑی — جھج تھا سو سوغات ہور بیل گڑی[6]
گل اندام کے جھز میں چیں[7] دیا — ولایت تمام اور ماچیں[8] دیا
کھڑا ہو کو گنجو ر نے نامدار — کنارے رکھایا بڑی ایک ٹھار
فراشاں کوں غالیاں[9] بچھاؤ کیا — نگینے محل میں بچھاؤ کیا
بندے دوڑ اسمان[10] گیریاں فراش — تواسیاں[11] بچھانے، نمد خوش قماش
رکھے گادی تکیے ہریک ٹھار پر — رکھے تخت لا کر سنوارے صدر
جڑے تھے کنگر تخت کوں یک ہزار — رتن ہور مانیک، پاچ آبدار
مڑے[12] تھا نب[13] محل میں سارے تمام — ہر ایک طاق میں آرسی جیوں[14] رخام
ہریک ٹھار قندیل روشن کیے — جھلالاں کھڑے کر لگائے دیوے
گویے خوش آواز گانے لگے — لے کر ساز ڈومنیاں[15] بجانے لگے
ادھا[16] گود میں لے کو عاروس کوں — نگینے محل میں لے آئے ہلوں
مشاطہ[17] کھڑیاں بھینس ادھر ادھر — گل اندام کوں بیسلا تخت پر
کرے ایک بالاں کوں سر کی کنگوی[18] — لے روماں پونچھے یکن موں کی خوی[19]

ب [1] قماش = قماش: ریشم کا کپڑا (یہاں مراد ←
ریشم سے ہے) [2] ایک قسم کا عمدہ کپڑا [3] تھیلا [4] گانڈی نے میٹھے شہد کے۔
دگانڈے: گنے) [5] انڈگے: ڈالے [6] ب: بلگری = بیل گاڑی [7] ب: مرچیں۔
[8] ب: لاؤ کہا [9] چھتری دار خیمے [10] دریاں، چادریں [11] نسخہ ب: شعر ندارد [12] کھبے مڑے
ہوئے تھے [13] کترا: جام: الف: رخام: سنگ مرمر ہو [14] الف: کیو سرود نیاں بجانے لگے۔
(ب: ترجیحی متن) [15] ناچنے والیاں [16] نسخہ "ب" شعر ندارد [17] نسخہ "ب" شعر ندارد
[18] کنگھی [19] پسینہ

پٹیاں لے کوا یکن انگوٹیاں[1] گندی — یکن لے کو چوٹی میں مہ بند[2] بندی
سفید[3] ایکن موں کوں لاتی اتھی — یکن بھوں کوں وسمہ لگاتی اتھی
یکن تپل کھنچے پشانی اوپر — کسی کا نظر نا لگے تیوں لگر
تھدڑی[4] میں یکن مشک کا خال[5] لائے — سینے کوں یکن ارگجا لے لگائے
یکن تیل لا زلف پیچاں بھرے — جگت کے دلاں کو دیوانا کرے
یکن لال ہیتھیاں کوں مہندی لگائے — کھڑے قد پوتے یک بلا دور جائے
ستوارے گل اندام کوں جو تمام — کھڑیاں[6] ہو مشاطہ کیاں سب سلام
گیا بیگ[7] گنجور بہرام پاس — بڑے مول کا پین کر یک لباس
گیا شاہ بہرام سرگشت[8] ہے — نگینے محل میں چلو گشت ہے
بڑی رات ہے آج کی رات یو — میٹھی[9] جیونکہ ابلوچ نابات یو
شوانی[10] قبا پین بہرام تر — منڈاسے[11] پو زرتار کا تاج دھر
پشانی پو سیرا[12] جڑت کا بندیا — پھل پھول کا گیندے کر گند[13] یا
جہاں پایما[14] پر ہوا جیوں سوار — اٹھیا مشک ہور عود کا دھندکار[15]
دمامے بجانے لگے ہور قوال — اڑاتے لگے دو طرف تے رومال
چلیاں ناچتیاں پاتراں چوکدن — سینے سوں لگا کر چوا[16] ہور چندن
پھرے گھول[17] ہور گیت گانے لگے — ہر یک تال منڈل[18] بجانے لگے
چلے شہ کے سنگات لوگاں قطار — جلاتے بتیاں موم کے کئی ہزار
ہر ایک ٹھار جلتے اتھے بھیں نلے — پکڑ باٹ کھن[19] کی ہوایاں چلے

۱؎ ب: انگھوٹیاں ۲؎ منہ بند = موباف:
۳؎ ٹھڈّی ۴؎ تِل ۵؎ ب: کھڑیاں ہوکیاں سب مشاطہ سلام ۶؎ ب: یکایک (سہو کاتب)
۷؎ ب: شرگشت (شہر گشت) الف: شرگشت = بارات ۸؎ ب: میٹھی ہے جیوں ابلوس نابات یو
۹؎ شوانی (شہانی) ۱۰؎ منڈاسہ = عمامہ ۱۱؎ سِرا = سہرا ۱۲؎ الف: گوندیا = گوندھا (ب)
اونڈیا ۱۳؎ ب: پایما ۱۴؎ ب: دھوندکار = غبار ۱۵؎ ب: ارگجا ہور چندن
۱۷؎ چکر کھانے لگا (گول) ۱۸؎ ڈھولک ۱۹؎ کھن: آسمان (کھن: سنسکرت: آسمان)

بہوت[1] مونپہ سنگات تھا آگ کا — کروں کیا میں تعریف رنگ راگ کا
نول شاہ بہرام پر جوں چھتر — پریاں سر پو اُڑتیاں اُتھیاں کھوں پر
نظر میں[2] جگت کے پریاں کے پراں — معلّق ہو دُسرا دسے آسماں
نزیک آکو بہرام دہلیز پر — کھڑا ہو رہیا جوں ترنگ تے اُتر
سکا نیاں گل اندام کیاں تک[3] تھیاں چار — اپس میں آپی ایک[4] کوں یک پکار
حرم میں گیاں لے کو بہرام کوں — کمر بند میں ہاتھ بھا[5] زور سوں
نہ تھا تاب چلنے کوں بہرام میں — کہ جیوں کوئی چلتا[6] ہے حمّام میں
نگینے محل میں جو نوشو[7] لے جائے — لیجا شاہ کوں تخت پر بیسلائے
مشاطہ کھڑی ہو کو پردا پکڑ — ہوئے نیں تلک دُور جلوا دے کر
او عاشق اول دور پردا کیا — او پھولاں کی ڈیری[8] اٹھا کر لیا
سینے سوں لگایا گل اندام کوں — ملایا اسی وقت پر مُوں سوں مُوں
سُلا تخت اُپراں اوّل سُندری — اُو جوہر پرکھنے لگیا جوہری
کیا دُور مک[9] تے گھنگٹ کا نقاب[10] — بغل میں دیکھیا رات کوں آفتاب
کیا دل میں مون[11] کا نمونہ ہے یو — کہ میں دیکھتا ہوں سو سونا ہے یو
گھڑی وار مون[12] پو تے پانی پیوے — گھڑی بھر کوں[13] اس پاس قرباں ہوئے
گھڑی ہات میں لے کو بالاں[14] سنگے — گھڑی مون[15] منے ہونٹ لے کر چونگے[16]
گھڑی آنکھ میں آنکھ رکھ کر بجھائے — گھڑی میں اُدچا[17] کر سینے سوں لگائے[18]
گھڑی اپنے پنجے میں جوبن پکڑ — کرے عشق کی بات دونوں لگڑ
گھڑی بیٹ کر دونوں پاداں پڑے — گھڑی[19] بیٹ گالاں کو دانتاں گڑے

---

[1] نسخہ ب: شعر ندارد [2] الف: نظر میں جرحت کے پریاں کر پریاں (ب: ترجیحی متن)
[3] ب: کے تین چار [4] ب: یک یکسکوں بچار [5] بھاتا: ڈالتا [6] ب: چلتے ہیں [7] دولہا: نوشاہ [8] ڈیری = ڈالی بمعنی ٹوکری (سبد) (ب: ڈھیری) الف: گیا (ترجیحی متن: لیا)
[9] مکھ [10] گھونگٹ کا پردا [11] مون = گھڑا (فیروز ص 1215 رنجن) [12] الف: پرتے۔
[13] ب: کہ [14] سونگے = سونگھے [15] مُنہ [16] چونگنا = چوسنا۔ [17] اٹھا کر
[18] لگڑ = رگڑ (دکنی اثر) [19] ب: گھڑی دو نوراناں کوں دانتاں لڑے

یکایک ہتی مست[1] بہرام کا — اُچا سونڈ دوڑیا سو ہو کر متا[2]
ڈڈے کوٹ[3] کے پھوڑ[4] بھر نکل گیا — ادھی رات اُٹ کر جو سونڈل[5] کیا
لیا شاہ بہرام نے کوٹ[6] تو — سُنیا سو کیا خلق شاباش سو
گل اندام کی مائی کاچی[7] پکائی — جتے لوگ تھے سب کوں حلوا کھلائی

بخواب دیدنِ شاہ بہرام کہ پدر بیمار است[8]

بیاں یوں کیا خوب دانا حکیم — بزرگاں تے باتاں سُنیا سو قدیم
جکوئی یاد کرتا نئیں اپنا وطن — او مُردا ہے بیرن[9] سو اس کا کفن
اگر کوئی غربت میں شاہی کرے — اگر مال ہور ملک لاکھاں دھرے
اپس کوں دیکھے کھول کر جوں اَنکھاں — دیوے خاک تن کا وطن کا نشاں
وطن سب کوں دنیا میں پیارا اَہے — سفر ہے سو جیوں یاد باراں اَہے
کریک رات بہرام[10] نے لبلبلے — سوتا تھا گل اندام کے لگ گلے
دیکھیا خواب میں باپ بیمار ہے — ضعیف ہور باریک جوں تار ہے
لیا شاہ قیصور تے جا رضا — کیا خواب سب کھول کر اِس وفا
جہاں پائما پر چڑیا کود کر — چلیا سُر پو چہتریا[11] پکڑ کر چھتر
گل اندام کی پالکی لے ہلوں[12] — کتک[13] دیس بعد از گیا روم کوں
نوں شاہ بہرام خوش حال ہو — کہ جیوں پھول لالے[14] چمن لال ہو

---

۱ ب: شاہ بہرام کا ۲ مَتا = مست (ر، ر، وز اللغات) ۳ جسم کے بند حصار
۴ صدر دروازہ ۵ سونڈل کیا: لڑائی کیا ۶ کوٹ لینا = قلعہ فتح کرنا۔
۷ کاچی: کان پچی = شادی کی ایک رسم (فرہنگ وزر صفحہ ۹۸۳) چاولوں کی پیچ = سوپ (اُلی پانی = تو بیاہتا جوڑے کو چوزوں کا سوپ پلاتے ہیں) کوکن میں آج بھی یہ رسم ہے ۸ نسخہ الف: عنوان ندارد ۹ بیرن = دشمن ۱۰ ب: سوں لگ گلے ۱۱ چہتریا = چھتری پکڑنے والا۔
۱۲ دھیرے سے ۱۳ کتنے دنوں بعد ۱۴ لالہ۔

پڑیا ماں ہور باپ کے پاؤں جا — گل اندام کوں لا کو قدماں[1] پوجا
دیکھے[2] جیوں کر ماں باپ فرزند کوں — ۱۳۳۰ سینے سوں لگائے اُچا جیوں تیوں
اُتھائی[3] بڈا ہور بیمار باپ — اُتھا تھنڈ بی[4] ہور اسے بہوت تاپ[5]
کِتک دیس بعد از او کشور موا[6] — ہوا شاہ بہرام نے پادشاہ

کیا ہوں میں چالیس دن میں کتاب — بہوت فکر کر رات دِن بے حساب
گِنیا بیت[7] بیتاں کوں میں رنگ جِدل — ہزار اور ہے تین بیسو پر چہل (۱۳۴۲)
اتھا سالِ تاریخ کا خوب[8] نیک — سنہ[9] ایک ہزار اور ہشتاد ایک (۱۰۸۱)
{ اگر کاغذ گگن کا ہووے دھورا — صنعت تیری نھوسی تو بھی پورا
لگا کر طبع کی موتیاں سوں ڈورا — بچن کا جگ منے ماریا ڈھنڈورا[10] } (کذا)
یو نامہ[11] پڑیں گے تو بہر خدا — پڑو فاتحہ نام لے کر میرا
یو نامہ کوں طبعی کیا ہے تمام ۱۳۳۹ بحق محمد علیہ السلام
ایک شعر کی نشاندہی نہ ہوسکی۔ (کُل اشعار ۱۳۴۰)

---

[1] ب: پانواں پوجا (پاؤں پر ڈال کر) [2] نسخہ "ب"، شعر ندارد [3] نسخہ "ب"، شعر ندارد
[4] بی = بھی [5] تاب: بخار (تاپ) [6] شاہ کشور نے انتقال کیا۔
[7] ب: کیا میں یو بیتاں نوا کر جو سیس — ہزار اور ہے تین سو پر سو تیس (۱۳۳۰)
[8] ب: خوب دین = اچھا دن [9] ب: سنے یک ہزار اور ہشتاد و تین (۱۰۸۳ھ)
[10] رتن پنڈوری صاحب کی کتاب "ہندی کے مسلمان شعراء" میں طبعی کے دو نئے اشعار دستیاب ہوئے ہیں جو نسخہ "الف" اور "ب" میں نہیں ہیں۔ اِن اشعار کے اضافہ سے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۱۳۳۹ ہوگئی ہے۔ (دونوں ثانی مصرعے بے وزن ہیں۔)
[11] نسخہ الف میں یہ شعر اختتامیہ اشعار کے دو اشعار قبل ہے۔ نسخہ "ب" میں صحیح جگہ ہے۔

نسخہ الف

کاتبُ الحرُوف سیّد مظفّر ۱۴۱۰ سال

نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ رانیست فردا امّید
نویسندہ را اے خداوند کریم   بمحشر نگاہدار پیش از جہیم
تمت تمام شد کار من
نظام، تمام شد، برٹش میوزیم، لندن

نسخہ ب

تمت الکتاب شد کارِ من نظام شد   در ماہ رجب بتاریخ چہاردہم شُد
بروزِ سہ دوشنبہ بوقت سہ   بہار سنہ ۱۲۳۷ھ ہجری کاتب الحروف
کرم خاں پسر اعظم خاں ساندورے[2]   از قلم تحریر یافت باشندہ قمر نگر[1]
زیاد چہ یاد
ہر کہ خواند دعا طمع دارم : زانکہ من بندۂ گنہگارم
ایں کتاب 'بہرام وگل اندام' غلام مرتضیٰ علی خان تمرزی جمعدار است
اگر دعوی کند ــ باطل وطل است
زیاد چہ یاد
مہر کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد

---

[1] موجودہ، کرنول (کرناٹک)

[2] اسی کاتب نے مذنب کی مثنوی نیجۂ آفتاب بھی نقل کی ہے جو گورنمنٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ عابد روڈ، حیدرآباد کی مخزونہ ہے (بحوالہ: کتب خانۂ آصفیہ کے اُردو مخطوطات، از مولوی نصیر الدین ہاشمی صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۲)

فرہنگ

ا:-

ابلوچ	مصری
ابھال	بادل (م)
اُپاڑنا	اُکھاڑنا۔ کھسوٹنا
اُپرال	اوپر کی طرف
اِتال	ابھی۔ اسی وقت
اَچھیں	رہیں
اُدھر	ہونٹ
اَدھیں	آدھی
اَرسی	آرسی: آئینہ
آرا	لکڑی کاٹنے کا ہتھیار
ارگجا	ایک مخصوص اُبٹن
اڑنگ	اڑنگا۔ مزاحمت
اُساساں	ٹھنڈی سانسیں
اِستری	عورت
آسمان گیریاں	چھتری دار خیمے
آفتادے	آفتابے (لوٹے)
اُلنگنا	اُلانگنا: کود کر جانا
اندلا	اندھا
انکھیاں پسار	آنکھیں پھاڑ
انگلی گرٹنا	انگلی ڈالنا
آنک	آنکھ

انک باندھنا	ٹکٹکی لگانا
اُگو، اگہ، آگو	آگ
اکھنڈ	سالم अखंड
امریت ۔ اَمرت	(امرت پھل: مجازاً: جوبن)
اُوٹ، اوٹے	اونٹ
اوڑنی	اوڑھنی
اولکھن	بدذات
اُوچانا	اُٹھانا
اوڑیا	اُڑا

ب:-

باٹ	راستہ
باٹ چوکنا	راستہ بھٹکنا
باج	بِنا
باگ نکہ	شیر کا ناخن
بالادینا	اونچا اٹھانا
بارا	تیز آندھی वारा
بادیارا (ن)	تیز آندھی اور بارش
بانک	گولائی دار خنجر
بارغوم	برغم (ایک ساز)
بالشت	تکیہ۔ لوڑ
باولی	کنواں

بائیں	گہرا کنواں (بارو)	بیگی۔ بیگ	توڑا
باگ گھور	شیر کی طرح غرّا کر	بیلا	بیٹھا
بالا دیا	اونچا اٹھایا اور گھمایا	بہکیلیا	ایڑ لگائی
بخیر دار	حاجب	بے بدل	بے مثال۔ انمول
بَدل	بادل کا مخفف	بہک بہک	بک بک
بدَل	مانند	بیرن	دشمن
بچارنا	سوچنا विचारणा	بھال	بھالا
بدا	وداع	بھار	باہر
برملھی	(عنبر عبیر) ایک قسم کی خوشبو	بھار ڈھونا	وزن اٹھانا
برّہ	بھیڑ کا بچّہ	بھان	بہن
برھا: برہ	(ہندی۔ ورہ) فراق	بھانک کر	پھونک کر (تلوار پھونکنا)
برہ کی گھیری	فراق کا چکّر	بھرم	اعتبار
برزان یا برزا	بعد ازاں	بھڑکل	قلعہ کا صدر دروازہ
بڑے مول کا	نہایت قیمتی	بھریا پُریا	خوشحال و آباد
بَڈنام	نامور (نام ونت: مراٹھی)	بھوگی (بھنور)	پھول کا رس چوسنے والا بھونرا
بند میں سپڑتا	قید ہوتا	بھومان	بہت عزت و توقیر
بل گڑی	بیل گاڑی	بھیں۔ بھئیں	زمین
		پ	
بُلاکو	بُلا کر		
بوس دینا	بوسہ دینا	پار	پھر
بونبی	ناف	پاگے	اصطبل
بیچلی	بجلی	پاچ	زمرّد
بَیٹ	بیٹھ	پاٹ	دروازے کا پٹ
بیٹ	جزیرہ	پان	پانوں
بی	بھی	پیتّل	پیتل
بیہابان	بیابان	پیالی (پیالے)	جام

پچھرنا (پچھرنا)	ٹپکنا	تانیا	لگایا
پچھاڑی کھانا	چکر کھا کر گرنا	تدم	اسی وقت
پچھونڈے بندنا	ہاتھ پیچھے کی طرف باندھنا	تُٹ کو	ٹوٹ کر
پُرس	آدمی	تردار	تلوار
پُردار	پھرے دار	تُرک خو	ترکی صفت والا، ظالم
پرترم کا پتھر	بڑی نوعیت کا پتھر	تکٹی	گل دار کپڑا
	پرترم - پردتم	تونجہ	توہی
	پرت ہم = پہاڑ کی طرح	تیل کھینچے	تیل لگائے
	(سنسکرت)	**ٹ**	
پرکیا	پار کیا	ٹھان - ٹھانوں	جگہ
پُردار	تیروں والا ہتھیار	ٹوک کر	چُبھو کر
پنجۂ آفتاب	سورج کی کرن	ٹھوکی	ٹھوکر، مہمیز
پنک	پنکھ	ٹھیلنا	دوڑانا
پَون	ہوا	**ج**	
پیکا	رُوپیہ	جانوا	زُنّار
پَیٹ	صبح سویرے	جاگا	جگہ
پھریا	پھیرا	جگر گوشہ	لختِ جگر
پھلا	پھل۔ نوک، نیزے کا	جگت	دنیا
	نوکیلا حِصّہ	جلے	اُجلے کا مخفف
پُھکیا	پھُولا	جلو	سامنے
پھرے گول	گول گول چکّر لگاتے رہے	جنتہریاں	لوہے کی جالی دار ٹٹّیاں
پھولاں کی ڈیری	پھولوں کی ڈالی	جھانپنا	ڈھانکنا
ت		جھل اجھل	جھلمل
تاپ	بخار	جھل مرے	جل مرے
تازی	عربی	جہلم	موتیوں کی نقاب

جھمکنا	چمکنا	چھنال	بے شرم۔ بدذات
جھجر	جہیز		**خ**
جیب کچکچانا	غصّے میں زبان کاٹنا	خزینا	خزانہ
جیوَ دان	زندگی کی بھیک	خرک	کمرکھ، ایک ترش پھل
	حیاتِ نو	خوئی	پسینہ
	چ،	خلاص کرنا	آزاد کرنا
چاپنا	دبانا		**د،**
چاشنی گیر	بکاول	داتار	خُدا
چُپ	خواہ مخواہ (بلاوجہ)	داس	غلام
چَرن	پیَر	داتاں دہوٹھاں چاپنا	داتنوں اور ہونٹھوں کو چبانا
چلیا	چھیلا	دب کرنا	ایڑ کرنا
چندن	خوشبودار لکڑی	درّاج	تیتر
چندربھان	چاند اور سورج	دسن	دانت
چونگنا	چوُسنا	دُک	دُکھ
چونٹھی	چیونٹی	دُکیا	دُکھی آدمی
چُون کر	چُن کر	دکھن	دُکھ درد
چوکانا	نشانہ خطا کرنا	دکھیر	دکھ+ہیر= دُکھ بھرا۔
چوکھنے	چوخانے	دل گرم ہونا	عاشق مزاج ہونا
چوَا	زعفران کا لیپ	دلبند ہونا	(دل بستن کا ترجمہ)
چوک کر	پرکھ کر		دل لگانا۔
چونگے	چوسنے	دم سینہ تا	سانس رکتا
چھتر	سایہ	دُودم، دَم، دودِ دَم،	سانس کا دھواں
چھتریا	چھتری پکڑنے والا	دُود	دودھ
چھندبند کرنا	انداز دکھانا، نخرے کرنا	دہنڈورا	ڈھنڈورا
چھینیاں	تشتاں (بڑی تھال)	دہرتری	دھرتی۔ زمین

دھنگر	بکری چرانے والا
ڈھلارا	دھول اور مٹی کا طوفان (جھکڑ)
ڈھور	طاقتور، بادشاہ، بزرگ
ڈھور	دھواں
دھتورا	ایک پودا جس کا بیج نشہ آور ہوتا ہے اور اس کے کھانے سے آدمی پاگل بھی ہو جاتا ہے۔
دھرتری	دھرتی، زمین
دیس	دن
دیوا	چراغ
دیوٹیاں	مشعلیں

"ڈ"

ڈڈے	روڑھے
ڈوگر	پہاڑ
ڈیرے	خیمے
ڈھکرا	جسم (روپیہ کا چوتھائی حصہ)

"ذ"

ذرہ (غلط املا)	ذرا

"ر"

راتویں	(راواں) طوطی
رانڈ	بدچلن
راواں	راؤ کی جمع (باعزت لوگ)
رائے کھیلے	بڑے کیلے
رخام	سنگِ مرمر
رک سٹنا	رکھ چھوڑنا
رن سور	رن+شور، مردِ میدان
رہوار	(ہوا کا تخت) گھوڑا
رین	اندھیری رات
رسیماں باز	کمند انداز

"ز"

زیر تنگ	زیر زین، لحاف
زنگ	سکلی
زنگ بندنا	زنگ لگنا

"س"

سات	ساعت
سات	ساٹھ
ستاریاں کی بکریاں (بارا بانٹ کرنا)	ستاروں کی بکریوں کو بارہ حصوں میں تقسیم کرنا۔
ساقِ عروساں	Brides Anklet (دکن کی مخصوص مٹھائی) ایک چھلہ از مٹھائی جو بانس پر پکائی جاتی ہے اور بعد میں اس میں میوہ بھرا جاتا ہے
سٹونگا	چھوٹو ٹونگا
سُد	ہوش
سَرِ پا	اعزازی تلوار و شاہی علم

سرنا	ختم ہونا
سرپاپاں	آفتابی چھتری
سرکی سَون	سرکی سوگند (قسم)
سِرگ	رسّی
سَراتا	تعریف کرنا
سطرلاب	اصطرلاب۔ اُسطرلاب (عربی)
سفرا	سفرہ
سقلاد (سقرلات)	بانات یا پشمینہ، سُرخ رنگ کا کپڑا scarlet
سکاتیاں	سکھیاں
سِک لائی	سکھلائے
سَگے	قرابت دار
سَمند	گھوڑا
سمدور	سمندر
سمور	سامنے समोर
سُون	سُن
سُور	سورج
سِلا	سلاح
سہاتا	زیب دیتا
سُھادر	پشمینہ
سیر	سَر
سَیرا	سہرا

ش

شاطر	چابکدست
شاخ شاخ کرنا	ٹکڑے ٹکڑے کرنا
شَرن	قدم
شرگشت	شہرگشت
شوانے	شاہی کپڑے

ص

صباحی	بہت سویرے
صیاحیّ	صبح کے وقت
صف پھوڑنا	صف کو تتّر بتّر کرنا
صُفّہ	چبوترہ
صُفّے	چبوترے

ط

طالع کھولنا	قسمت کا راز معلوم کرنا
طبیلے	طویلہ
طُرّا	طُرّہ۔ پھندنا
طواسیاں	چادریں

ع

عَرَق	شراب
عیّوق	کہکشاں کے داہنے کنارے پر ایک سُرخ اور روشن ستارے کا نام۔

غ

غالیاں	قالین کی جمع (ایرانی "ق"، کا تلفظ "غ" کرتے ہیں۔

غلبلا۔	شور و غل (غلغلہ)

ف

فانوس خیالی	کاغذی قندیل
فراش	نوکر
فرصت دیکھنا	فرصت پانا
فرنک۔ فرنگ	بندوق (تلوار کو بھی کہا جاتا ہے)

ک

کچ	کچھ
کاچ	کانچ۔ شیشہ
کابی	کیلے کے درخت کا تنا
کاڑیا	نکالا
کالوے	جھرنے
کبود	ہرا
کتابت	مراسلہ۔ خط
کانی	کہانی
کتیک	کتنے
کداں لگ	کہاں تک
کرتار	خالق
کسوت	کپڑے
کنشت	آتش کدہ
کہتر	ادنیٰ
کگر	کہہ کر (اس لئے)
کمیت (کمبو کنٹھ)	سفید گردن اور نیلے رنگ کا تیز رفتار گھوڑا۔
کنچال	کاہی (کائی)
کندوری	گوشت کا کھانا، دعوت میزبانی
کنگوی	کنگھی
کنواتا	کہاں پر
کولا	گیدڑ
کوٹ	قلعہ कोट
کوٹ لینا	قلعہ فتح کرنا
کھان	کان
کھنڈی	بیس من کے مساوی
کھن۔ گھن	آسمان
کھیلن	کھیلنے
کھوڑ	سوکھا ہوا درخت
کھیسر	زعفران (کیسر)
کیکر	ببول

گ

گھابرا	گھبرا
گھٹ	سخت
گاہلوں	گھالوں घालूं
گھالنا	ڈالنا
گاڑے	گھٹارا (بیل گاڑی)
گرو (گ + رو) (سنسکرت)	اندھیرے سے اجالے میں لانے والا پیر و مرشد۔
گرڈ گے	گھٹے
گرڈ ڑ	ایک پرندہ ہندو دیومالا

	میں وشنو کی سواری		ہاتھیوں پر چلتے ہیں۔
گگن کا اسد	ایک آسمانی برج	متا	مست
گنواں	گنوا	مٹ، مٹھ	محل
گنگا	گونگا	مردی	بہادری
گوپین	گوپھن (فلاخن)	مرحم (غلط املا)	مرہم
گوہ	غار / کچھار	مڑے	مڑھے
گھنسے	گھسے	مد	شراب۔ مدیرا
گھول	برائے گول	مُصرف	فضول خرچ
گونی	بڑا تھیلا	مندہر	مندر، مکان
	''ل''	منڈی	گردن
لاف کرنا	شیخی بگھارنا (لاف زدن)	مُنڈاسہ	عمامہ
لاکو	لاکر	مونہہ	بہت زیادہ
لگڑنے	رگڑنے	موٹاں	موٹ کی جمع۔ تھیلیاں
لُڑیا	لڑھک گیا	موں	مُنہ
لُٹنا	لتھڑنا / لڑھکنا	مون	گھڑا
لگوں	نزدیک	مونچیا	بند کیا
لنگریاں	لنگری تھال	مونچنا	بند کرنا
لونڈنا	لگانا	موزدر	موگرا
لہو چیڈنا	خون بہنا	مہیٹھی	میٹھی
	''م''	مہنے	مہینے
ماچ	بوسہ	مہور	مور (طاؤس)
ماس	مہینہ	مہیوں	بارش
ماہی مراتب	وہ اعزازی نشان جو	میزبانی کتانا	دعوت دینا
	بشکل سیّارات بادشاہوں	میٹھیاں	مٹھیاں
	کی سواری کے آگے	میہوں	بارش

میں مِیں	مچھلی	نہنا	چھوٹا/بچّہ
میل کر	مل کر	نہنی	ننھی
	ن ،	نَول	نیا
ناری	عورت	نہنواد	چھوٹا
ناد	مانند	نہائے	بھاگے
نامہ	خط	نھاٹ کر	بھاگ کر
ناتوں	ناؤ	نہاس	ناس۔برباد
نپاگا	نہ پائے گا	نیر	پانی
نِھالنا	جھانکنا/بغور دیکھنا		و ،
نرنجن	بےعیب	وارنا	نچھاور کرنا۔صدقے کرنا
نرنکھار	نراکار۔بے شکل	وینچ	وہیں
نِدم	بے دم		ہ ،
نکوٹ	نہ کھوٹ	ہریا	ہرا
نگری نگر	شہر بہ شہر	ہنکار	دھاڑنا
نمد	کمبل یا اونی کپڑا	ہیگی	ہوگی
نَوا	نیا		ی ،
نوڑ کر	جھک کر	یکنگ	ایک ساتھ

تعلیقات

۱۔ نظامی گنجویؒ [1]

خدائے سخن نظامی گنجوی فارسی کے سربرآوردہ شعراء میں سے ہیں۔ آپ کا خمسہ لاثانی ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل مثنویاں ہیں۔

۱۔ مخزن الاسرار
۲۔ لیلیٰ مجنوں
۳۔ خسرو شیریں
۴۔ ہفت پیکر
۵۔ سکندر نامہ

نظامی گنجوی نے ۶۰۶ھ مطابق ۱۲۰۹ء میں انتقال کیا۔

۲۔ شیخ سعدی شیرازیؒ [2]

شیخ مصلح الدین سعدی شیراز کے رہنے والے تھے۔ ۵۷۱ھ م ۱۱۷۵ء میں پیدا ہوئے اور ۶۹۱ھ م ۱۲۹۲ء میں انتقال کیا۔ فارسی کے بے مثل شاعر اور نثر نگار ہیں۔ ان کی مشہور آفاق کتابیں "گلستان" اور "بوستان" ہیں جن کا موضوع اخلاقیات ہے۔ سعدی غزل کے بلند پایہ شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

---

[1] مثنوی بہرام وگل اندام۔ از طبعی شعر نمبر ۲۹۱ - ۲۹۰

[2] ایضاً

حکایت سنو شوق تے دوستاں
کرے یو "گلستاں" ہور "بوستاں"

(۳) شاہ راجو حسینی

آپ اوائل زندگی میں ساکنِ گولکنڈہ تھے۔ پھر بیجاپور کو اپنا مسکن بنایا۔ ابراہیم عادل شاہ آپ کا مرید ہوا۔ قطب شاہی اعیانِ دولت کی ایما پر آپ نے شہزادہ خدابندہ کی حمایت کی۔ محمد قلی قطب شاہ اس بات سے ناراض تھا۔ لہٰذا آپ نے گولکنڈہ چھوڑ دیا تھا۔ "سیر محمدی" کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں گولکنڈہ لوٹ آئے۔ عبداللہ قطب شاہ کا داماد آپ کا مرید ہوا۔ اور آپ کی دعا سے اسے سلطنت حاصل ہوئی۔

اورنگ زیب کے محاصرۂ گولکنڈہ کے پانچ سال بعد یعنی سنہ ۱۰۹۳ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ فتح دروازہ کے بیرون آپ کا گنبد ہے[1]

نسب نامۂ شاہ راجو

"شاہ راجو حیدر آبادی بن سیّد اسد اللہ
بن شاہ صغیر اللہ بن سیّد راجو صاحب بیجا
پوری برادرِ حقیقی حسین شاہ ولی۔"

از "سیر محمدی" ص ۲۲۶
بحوالہ تاریخ خورشید جاہی

(قصیدہ: مثنوی بہرام وگل اندام۔ از طبعی شعر نمبر ۶۴ تا ۸۳)

(۴) نوعی خبوشانی

مولانا محمد رضا نوعی خبوشاں کے رہنے والے تھے۔ خراسان سے ہند آئے۔ پہلے گجرات میں قیام کیا۔ پھر سب سے پہلے دانیال سے

---

[1] تاریخ خورشید جاہی۔ از۔ میر تہنیت علی خاں
مطبوعہ سنہ ۱۲۸۶ء ص ۲۲۶

والبستہ ہوئے اور بعد میں عبدالرحیم خان خاناں کی خدمت کی۔ نوعی اپنے «ساقی نامہ»، اور ایک مثنوی بنام "سوز و گداز"، کے لیے معروف ہیں۔ ۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء میں ہندوستان میں انتقال کیا[1]۔

(مثنوی بہرام و گل اندام از طبعی شعر نمبر ۳۶۵)

کیا کھول راوی سبج کریو راز کیاّ جونکہ نوعی[2] (دہ) سوز و گداز

---

[1] تذکرۂ میخانہ ۔ مُرتبہ از ۔ گلچیں معانی بمدح ص ۲۶۲

حدیثِ نوعی و کفری بیان چہ سازم من چو زندہ اند بمدحِ تو تا دمِ محشر
زنعمتِ تو بہ نوعی رسید آں مایہ کہ یافت میر معزّی ز نعمتِ سنجر

از رسمی قلندر بحوالہ

2. History of Persian Language and Literature at the Mughal Court. by A. Ghani Page 222.

کتابیات

الف

اُردو مثنوی کا ارتقاء — از عبدالقادر سروری
اردوئے قدیم — " مولوی سید شمس اللہ قادری
اردو شہ پارے — " محی الدین قادری زور
ایران نامۂ عصر ساسانیاں — " پرفسور عباس شوستری
امیر خسرو احوال و آثار — " ڈاکٹر نورالحسن انصاری (مرحوم)
اردو مثنوی شمالی ہند میں — " ڈاکٹر گیان چند جین
ایران صدیوں کے آئینہ میں — " ڈاکٹر امرت لعل عشرت
اردو کی نثری داستانیں — " ڈاکٹر گیان چند جین
ایران بعہدِ ساسانیاں — " مترجم۔ ڈاکٹر محمد اقبال سنہ ۱۹۴۱ء
ابراہیم نامہ از عبدل — " مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں

ب

بجھتے چراغ — محمد اکبرالدین صدیقی
بہرام گور کی اصلیت (مقالہ) — راقم ۔ (غیر مطبوعہ)

بہرام گور	از کے، ڈی، کیاش (انگریزی)
بہرام وگل اندام (فارسی)	" افسانہ از موضوعات است چاپ سنگی نستعلیق، جلد چہاردم، فہرست کتب خانۂ آستانہ مقدسہ رضویہ ص۱۱۴ سنہ ۱۳۴۵ھ
بہرام گور	" ڈاکٹر اسپیگل بحوالہ عتائق ایران جلد سوم ص۳۴ (جرمن)

(پ)

پرستشگاہِ زرتشتیاں (فارسی) از رشید شہردان

(ت)

تمدنِ ساسانی (فارسی) از علی سامی

تاریخ عیون الاخبار (عربی) " تالیف۔ ابن قتیبہ

تاریخ ادب اردو " ڈاکٹر جمیل جالبی (جلد اوّل)

تذکرۂ شعراء دکن — از عبدالجبار خاں، صوفی ملکاپوری

تحقیقی مطالعے — ” ڈاکٹر نذیر احمد

تذکرۂ میخانہ (فارسی) — ” عبدالنبی۔ مرتبہ گلچین معانی

تاریخ خورشید جاہی — ” تہنیت علی خاں (کاماانسٹی ٹیوٹ بمبئی مطبوعہ) سنہ ۱۲۸۷ھ

تاریخ ادب اردو — ” محی الدین قادری زورؔ

تاریخ گولکنڈہ — از عبدالمجید صدیقی

تاریخِ طبری (فارسی) — ” بلعمی

(ح)

حبیب السیر (فارسی) — ” خواندمیر

(خ)

خمسۂ نظامی گنجوی (فارسی) — ” نظامی۔ مرتبہ وحید دستگیری (ایران)

خطباتِ گارساں دتاسی — ” گارساں دتاسی

(د)

دکن میں اردو — ” مولوی نصیرالدین ہاشمی

دکنی ادب کی تاریخ — ” محی الدین قادری زورؔ

دکنی شاعری — از محمد علی اثرؔ

دیوانِ حسن شوقی — ” مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی

دکنی کی تین مثنویاں — محمد علی اثرؔ

دکنی زبان کا آغاز و ارتقاء — ” مترجم غلام رسول از ورما

(ر)

روضۃ السلاطین از فخری بن محمد امین الہروی (فوٹو کاپی)
مخطوطہ نیشنل ببلیو تھیسک پیرس نمبر ۳۲۴

(س)

بحوالہ کاما اورنٹیل انسٹی ٹیوٹ، بمبئی
سب رس از وجہی از مرتبہ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی صاحبہ، حیدر آباد
سخنورانِ گجرات ظہیر الدین مدنی
سیرِ ایران " محمد حسین آزاد
سام نامہ از خواجو کرمانی " مرتبہ خاضع (جلد اوّل)

(ش)

شاہنامہ ثعلبی (فارسی) " ابو منصور ثعلبی، نیشاپوری (عربی)
فارسی ترجمہ از۔ محمود۔ ہدایت۔ تہران۔
شاہنامہ فردوسی (فارسی) " فردوسی طوسی (ایرانی ایڈیشن) کاما انسٹی
ٹیوٹ بمبئی شبلی نعمانی۔ حصّہ چہارم (اعظم گڑھ)

(ف)

فارسی کی دلکش داستانیں از نورالحسن انصاری (مرحوم) اردو ترجمہ

(ک)

کُلّیات محمد قلی قطب شاہ " مرتبہ ڈاکٹر سیّدہ جعفر، حیدر آباد

(گ)

گنجینۂ نامہای ایرانی (فارسی) " مہربان پور (فارسی)

(م)

مثنوی قطب مشتری — از ملا وجہی۔ مرتبہ۔ مولوی عبدالحق
مثنوی پھولبن — " ابن نشاطی۔ مرتبہ اکبرالدین صدیقی
مثنوی بہرام گور و بانو حسن (دکنی) — " امین و دولت ۱۰۵۰ھ مرتبہ راقم (غیر مطبوعہ)
مثنوی بہرام گور و بانو حسن (فارسی) — حافظ محمد فاضل سورتی ۱۰۶۶ھ
مقالہ برائے ڈی، لٹ (فارسی) راقم

(ن)

نصرتی — " مولوی عبدالحق
مقالات محمود شیرانی — " مرتبہ۔ مظہر محمود شیرانی
مفتاح التقویم — " حبیب الرحمٰن خاں، صابری
مثنوی یوسف زلیخا از احمد — " مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر حیدرآباد
" ماہ پیکر " جنیدی — " " " " "
مقدمہ تاریخ زبانِ اردو — " مسعود حسین خان

(ہ)

ہفت آسمان (فارسی) — " مولوی آغا احمد علی کلکتہ ۱۸۷۳ء

(ی)

یورپ میں دکھنی مخطوطات — از نصیرالدین ہاشمی

ب :-

فرہنگ

دکنی اردو کی لغت — از مسعود حسین خاں و غلام عمر خان

فیروز اللغات — " مولوی فیروزالدین

ج :-

مقالات

اردو ادب قطب شاہی دور میں   از   محی الدین قادری زور
"   (علی گڑھ تاریخ اردو)
اردو ادب عادل شاہی دور میں   از   ڈاکٹر نذیر احمد (علی گڑھ تاریخ اُردو)

د :-

رسائل

اردو   از   اپریل ۱۹۲۸ء
اردو   "   اکتوبر ۱۹۳۳ء
اردو   "   جنوری ۱۹۵۱ء
اردو   "   اپریل ۱۹۵۴ء
مجلہ مکتبہ (عثمانیہ)   "   مضمون بعنوان "بہرام گور دکن میں"
محی الدین قادری زور ۱۹۲۸ء
زیراکس۔ مملوکہ۔ راقم
مجلہ عثمانیہ   دکنی ادب نمبر

۵:-

مخطوطات

۱-	جنت سنگھار	ملک خشنود۔ مائکروفلم۔ مملوکہ۔ راقم مخطوطہ[۴۰] برٹش میوزیم لندن۔
۲-	قصہ بہرام گور و بانوِ حُسن (فارسی نثر)	ایڈلجی۔ مملوکہ راقم (فوٹوکاپی) از نوساری۔ گجرات
۳-	قصّہ بہرام گور و بانوِ حُسن (گجراتی رسم الخط میں)	رستم جی۔ مائکروفلم۔ برٹش میوزیم لندن
۴-	قصّہ بہرام گور و بانو حُسن کے پانچ الگ الگ مخطوطات (گجراتی رسم الخط میں)	فوٹوکاپی۔ مملوکہ۔ راقم
۵-	مثنوی بہرام و گل اندام	امین الدین محمد امینؔ سبزواری۔ مخطوطہ۔ مملوکہ۔ راقم۔
۶-	مثنوی بہرام و گل اندام	امینؔ۔ (نامعلوم) مائکروفلم نمبر ۱۴۳۳ برٹش میوزیم۔ لندن۔ مملوکہ۔ راقم۔
۷-	مثنوی بہرام و بانوِ حُسن	امینؔ و دولتؔ۔ مائکروفلم۔ فوٹوکاپی[۴۳] برٹش میوزم۔ مملوکہ۔ راقم: مرتبہ: راقم۔
۸-	مثنوی بہرام و بانوِ حُسن	فاضلؔ سورتی (فارسی) نقل کاما انسٹی ٹیوٹ بمبئی۔ مملوکہ راقم
۹-	مثنوی بہرام و بانوِ حُسن	فاضلؔ سورتی (فارسی) فوٹوکاپی، بوڈلین لائبریری، آکسفورڈ۔ انگلینڈ مملوکہ راقم۔

۱۰۔ مثنوی بہرام ودلآرام — سعیدالدین خاں سعید۔ (ترجمۂ جنت سنگھار: دکنی) زیراکس۔ مملوکہ۔ راقم۔ کراچی۔ پاکستان

و :۔

کیٹلاگ (فہرست مخطوطات)

۱۔ کتب خانہ نواب سالارجنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست
مرتبہ:۔ مولوی نصیرالدین ہاشمی

۲۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری۔ آندھرا پردیش (کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات جلد اوّل۔
مرتبہ مولوی نصیرالدین ہاشمی۔

۳۔ فہرست مخطوطات۔ اردو و فارسی
از:۔ بلوم ہارٹ۔ برٹش میوزیم لائبریری لندن۔

۴۔ فہرست مخطوطات فارسی۔ — بوڈلین لائبریری آکسفورڈ۔ (انگلینڈ)

۵۔ فہرست مخطوطات — کاما اورینٹل انسٹی ٹیوٹ
مرتبہ۔ ڈھابر بی۔این۔

۶۔ فہرست مخطوطات (فارسی) — رائل ایشیاٹک لائبریری کلکتہ
از۔ ایوانو۔

۷۔ فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان (مخطوطہ فارسی) — اسٹوراٹ۔ مطبوعہ ۱۸۰۲ء

۸۔ فہرست مشترک پاکستان عارف نوشاہی
(مخطوطہ فارسی)

۹۔ فہرست مخطوطات۔ نیشنل میوزیم پاکستان (کراچی) قلمی

۱۰۔ فہرست مخطوطات مہرجی۔ رانا لائبریری۔ نوساری گجرات

۱۱۔ فہرست مخطوطات۔ ادارۂ ادبیات اردو۔
از محمد اکبر الدّین حیدر آباد

ادبیات

کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
آندھی میں چراغ (دوسری طباعت)	خواجہ غلام السیدین	73/=
ابوالکلام آزاد۔ شخصیت، سیاست اور پیغام	پروفیسر رشید الدین خاں	21/=
ابوالکلام آزاد۔ ایک ہمہ گیر شخصیت	پروفیسر رشید الدین خاں	58/=
اتر پردیش کے لوک گیت	اظہر علی فاروقی	120/=
ارتقاء کائنات اور انسان و دیگر مضامین	پروفیسر بی شیخ علی	94/=
اردو ادب کی تنقیدی تاریخ (دوسری طباعت)	احتشام حسین	70/=
اردو ادب کی سماجیاتی تاریخ	پروفیسر محمد حسن	98/=
اردو ڈراموں کا انتخاب	پروفیسر محمد حسن	156/=
اردو ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں		
ترسیل و ابلاغ کی زبان	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی	200/=
اردو کے ابتدائی ادبی معرکے	ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	22/=
(ابتدا سے عہد مرزا و میر تک)		
اردو کے ادبی معرکے (انشاء سے غالب تک)	ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	30/=
ترمیم و اضافے کے ساتھ (دوسرا ایڈیشن)		
اردو کی کہانی (دوسری طباعت)	احتشام حسین	21/=
اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر مسعود ہاشمی	30/=
ارنیسٹ ہیمنگوے (حیات و فن کا تنقیدی مطالعہ)	ڈاکٹر سلامت اللہ خاں	8/40
(دوسری طباعت)		
امریکی ادب کا مختصر جائزہ (دوسری طباعت)	ڈاکٹر سلامت اللہ خاں	52/=

انتخاب غزلیات میرؔ	ڈاکٹر حامدی کاشمیری	15/=
انتخاب کلام حسرتؔ	ڈاکٹر فضل امام	9/=
انشا کا ترکی روزنامچہ	سید محمد نعیم الدین	4/50
انیس کے سلام	علی جواد زیدی	60/=
انیس کے مرثیے اوّل (دوسری طباعت)	صالحہ عابد حسین	36/=
انیس کے مرثیے دوم (دوسری طباعت)	صالحہ عابد حسین	40/=
برنارڈ شا	عبدالمغنی	35/=
بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقاء	پروفیسر اختر اورینوی	18/=
بیسویں صدی میں اردو ناول	ڈاکٹر یوسف سرمست	58/=
پشکن (دوسری طباعت)	ظ۔ انصاری	60/=
پھول بن (دوسری طباعت)	ابن نشاطی	52/=
تاریخ ادب اردو (جلد اوّل)	پروفیسر سیدہ جعفر، پروفیسر گیان چند جین	170/=
تاریخ ادب اردو (جلد دوم)	// // // //	170/=
تاریخ ادب اردو (جلد سوم)	// // // //	170/=
تاریخ ادب اردو (جلد چہارم)	// // // //	170/=
تاریخ ادب اردو (جلد پنجم)	// // // //	170/=
تذکرہ علمائے بلخ	صفی الدین واعظ، پروفیسر نذیر احمد	12/=
تالستائے (دوسری طباعت)	ڈاکٹر محمد یٰسین	46/=
تامل ناڈو میں اردو	علیم صبانویدی	135/=
جنت سنگار	پروفیسر سیدہ جعفر	180/=
جوش ملیح آبادی شخصیت اور فن (دوسری طباعت)	ظفر محمود	38/=
چکبست	رام لال نابھوی	18/=

سچ خف (دوسری طباعت)	ظ۔انصاری	10/=
حیات جاوید (چوتھی طباعت)	الطاف حسین حالی	167/=
حیدر آباد کے اردو روزناموں کی ادبی خدمات	سید ممتاز مہدی	92/=
خسرو شناسی (دوسری طباعت)	ظ۔انصاری/ابوالفیض سحر	24/=
دانتے	زیڈ۔اے۔عثمانی	8/25
دستنبو	غالب/پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	12/=
درس بلاغت (تیسری طباعت)	قومی اردو کونسل	47/=
قدیم اردو نظم (حصہ اول)	ڈاکٹر فہمیدہ بیگم	40/=
دکن میں اردو	پروفیسر نصیر الدین ہاشمی	42/=
دکنی ہندی اور اردو	پروفیسر نصیر الدین ہاشمی	15/50
دکنی نثر کا انتخاب	پروفیسر سیدہ جعفر	45/=
دکن میں مرثیہ اور اعزاداری	ڈاکٹر رشید موسوی	17/=
دیوان آبرو	پروفیسر محمد حسن	25/=
دیوان حسرت عظیم آبادی (دوسری طباعت)	ڈاکٹر اسماء سعیدی	100/=
ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا حیات اور کارنامے	ڈاکٹر کبیر احمد جائسی	12/=
ڈاکٹر ذاکر حسین شخصیت اور معمار	مرتبہ: ڈاکٹر فہمیدہ بیگم	70/=
ذوق و جستجو	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	34/=
رہبر اخبار نویسی	سید اقبال قادری	62/=
رباعیات انیس	مرتبہ: علی جواد زیدی	85/=
زندگانیٔ بے نظیر	سید محمد عبدالغفور شہباز/سید محمد حسنین	19/=
سب رس کے حروف (صرفی مطالعہ)	آصفہ بیگم	9/50
سخنوران گجرات	سید ظہیر الدین مدنی	17/=
سیر کہسار (جلد اوّل)	پنڈت رتن ناتھ سرشار	167/=

شعریات (تیسری طباعت)	ارسطو/شمس الرحمٰن فاروقی	62/=
شعر شور انگیز (جلد اوّل)	شمس الرحمٰن فاروقی	150/=
شعر شور انگیز (جلد دوم)	شمس الرحمٰن فاروقی	130/=
شعر شور انگیز (جلد سوم)	شمس الرحمٰن فاروقی	150/=
شعر شور انگیز (جلد چہارم)	شمس الرحمٰن فاروقی	170/=
صحیفۂ خوش نویساں	مولوی احترام الدین احمد شاغل عثمانی	12/=
عربی ادب کی تاریخ (اوّل) (تیسری طباعت)	ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی	77/=
عربی ادب کی تاریخ (دوم)	ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی	84/=
عربی ادب کی تاریخ (سوم)	ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی	زیر طبع
غرائب الجمل	شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا/ ڈاکٹر حسن الدین احمد	76/=
غزل اور غزل کی تعلیم (دوسری طباعت)	ڈاکٹر اختر انصاری	18/=
فسانۂ آزاد (جلد اوّل)	رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی	100/=
فسانۂ آزاد (جلد دوم)	رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی	65/=
فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصّہ اوّل)	رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی	67/50
فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصّہ دوم)	رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی	67/50
فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصّہ اوّل)	رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی	50/=
فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصّہ دوم)	رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی	50/=
فکر و تحقیق (۱) جنوری تا جون 1989	قومی اردو کونسل	15/=
فکر و تحقیق (۲) جولائی تا دسمبر 1989	قومی اردو کونسل	15/=
فکر و تحقیق (۳) جنوری تا جون 1990	قومی اردو کونسل	15/=
فکر و تحقیق (۴) جولائی تا دسمبر 1990	قومی اردو کونسل	15/=
فکر و تحقیق (۵) جنوری تا جون 1992	قومی اردو کونسل	20/=